بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

# سوانح حیات

غوث زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ

## حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز

مصنف

**محمد شکیل استھانوی**

بحکم

شیخ الطریقت الحاج

**حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی**

خانقاہ حکیمیہ، بخش پور، رحمت گنج ٹھکماں، اعظم گڑھ (یوپی)

کتاب: سوانح حیات : غوث زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ، حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ
مصنف : محمد شکیل استھانوی
صفحات: ۳۲۴
تعداد: ایک ہزار
اشاعت: ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء
قیمت: ۱۳۰ روپے
طباعت : کراؤن آفسیٹ پریس، سبزی باغ، پٹنہ۔۴
ناشر: خانقاہ حکیمیہ و مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، رحمت گنج ٹھکماں، اعظم گڑھ (یوپی)

تقسیم کار

(۱) ناظم، مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، رحمت گنج ٹھکماں، اعظم گڑھ (یوپی)، (۲) محمد مقصود عالم، کہنہ، محمد آباد، اعظم گڑھ (یوپی)، (۳) حکیم احمد علی، خانقاہ حکیمیہ، پیرانی پاڑہ، شانتی نگر روڈ، بھیونڈی، ضلع تھانہ (مہاراشٹر)، (۴) ماسٹر عبدالحق، نزد رحمانیہ مسجد، تاج نگر، پار پیٹ، ملکہ پور، بیلڈانہ (مہاراشٹر)، (۵) محمد کلام، خانقاہ بنڈل شریف، ہوگلی، ویسٹ بنگال (۶) محمد وحی صدیقی، ۱۲۸، رجت نگر، سوناگیری، بھوپال، (۷) حاجی ریاض الحق، کاشی تکیہ، بہار شریف (نالندہ)، (۸) مولوی معین الدین، دوگھرا، جالے، دربھنگہ (بہار)، (۹) بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۴ ۸۰۰۰۰ (بہار)

مراسلت کا پتہ

خانقاہ حکیمیہ، بخش پور، رحمت گنج ٹھکماں، اعظم گڑھ، یوپی
بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۴ ۸۰۰۰۰ (بہار)

## انتساب

متبع شریعت و سنت، عارف باللہ

شیخ المشائخ، الحاج الحافظ

# حضرت حامد حسن علوی

**قدس سرہ العزیز**

کی ذاتِ گرامی کے نام

# عنوانات

## عکس تحریر

غوث زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت، الحاج ،الشاہ

حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز

بشکریہ : مولوی معین الدین صاحب' دو گھرا' جالہ 'دربھنگہ، بہار

درگاہ عالیہ خانقاہ اعظم گڑھ

# اجازت نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

درگاہ عالیہ خانقاہ اعظم گڑھ کے خادمین و حاضرین اوراحباب سلسلہ کی طرف سے برادر روحانی محمد شکیل استھانوی کوسلام ودعا پہنچے۔

بعدسلام ودعا کے ہم سب احباب سلسلہ آپ کی جدو جہداور کاوشوں پرآپ کومبارکباد دیتے ہیں کہ آپ کی کاوشوں کے نتیجہ میں ہم سبھوں کواپنے مربی، روحانی پیشوا، اپنے محترم بزرگ کے شمائل و خصائل ، مساعی جمیلہ اورمشن کے بارے میں یک گونامعلومات فراہم ہوئیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی سعی کوقبول فرمائے۔آمین ثم آمین

آپ کے مرتبہ کومشفق ومربی نے اپنی مجلس خاص میں پڑھنے کی اجازت دی،جس میں احباب نے حرفاً حرفاً ذوق وشوق سے سماعت فرمایا۔حاضرین میں حافظ وقاری مولانا محمد رحمت اللہ صاحب فاضل دارالعلوم مئو، حافظ وقاری مولانا محمد عبداللہ صاحب شیرگھاٹوی، فاضل دارالعلوم دیوبند،محترم محمد سعید صاحب،مدیر'البیان' مالی گاؤں،محترم ماسٹرعبادصاحب، استاذ شبلی انٹرکالج،محترم محمد قاسم صاحب،ایڈووکیٹ،بھوپال وغیرہم علم دوست حضرات بھی شامل تھے۔آپ کی سعی پر داد وتحسین

کے بعد آپ کی درخواست اشاعت کی احباب نے تائید کی۔

اولاً تو حضرت والا نے فرمایا کہ میری حیات ہی میں سوانح کی کیا ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ کہ ابھی تک نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مرتب نہیں کی جا سکی ہے۔ لیکن احباب کے اصرار پر مشروط اجازت اشاعت کی دی۔

پہلی بات یہ کہ اشاعت من جانب خانقاہ نہ ہو بلکہ آپ اپنی طرف سے جو بات لکھیں، خود ذمہ دار ہو کر کافۃ الناس کی بھلائی کے لئے امن و آشتی، سکون و راحت چاہنے والے مولیٰ کے طالبین کو متعارف کرائیں تا کہ وہ بھی اپنی پیاس بجھا سکیں۔ سکون و اطمینان حاصل کر کے فلاح دارین کے اہل بن سکیں۔ واللّٰہ الموفق والمستعان

دوسری بات یہ کہ حضرت والا کے مشن کی حکمت عملی، جیسا کہ ہم سب پر ہویدا ہے، یہ کہ حضرت والا اپنے مشن کے ذریعہ امت متفرقہ کو ایک سِلک میں منظّم کر دینا چاہتے ہیں اور ہر قسم کے تعصب اور جہالت سے علاحدہ ہو کر مُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ کی جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں اور باری تعالیٰ کے فرمان وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا (تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ آل عمران: ۱۰۳) کے بموجب فرقہ بندی، گروہی تعصب، علاقائی تعصب سے سخت نالاں اور بیزار ہیں۔ لہذا سوانحی خاکہ میں کسی فرقہ کے مقتدر پیشواؤں کا نام آنا مناسب نہیں، کیوں کہ حزب مخالف اپنی غلط فہمی سے قبول حق سے باز رہ سکتا ہے۔ ہم اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اپنے کاموں کے حقائق سے متعارف کرائیں۔

حضرت والا یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی دعوت، اتباع سنت، محنت و مجاہدہ کا جو اہتمام فرماتے ہیں، اس کی برکت سے بدعات و رسومات خود بخود مٹ جاتی ہیں۔

آپ کے مسودہ کو بعض احباب سلسلہ نے سرسری طور پر مطالعہ کیا۔ بعض مقامات پر مناسب جملے

آیات اور مفید مشورے دیئے ہیں۔

امید ہے کہ موزوں و مناسب اصلاحات قبول کر کے تصنیف کو مزید پر اعتماد بنائیں گے۔ نیز دوبارہ اپنے تئیں ہر جملہ کی، ہر واقعہ کی نظر ثانی کر کے اہل علم دوستوں سے مشورہ کرلیں تاکہ حشو و زوائد اور فروگزاشتیں منظر عام پر آنے سے قبل نکال دی جائیں۔ ہر صفحہ کے حاشیہ پر یا پشت پر نشاندہی کی گئی ہے، دوبارہ نظر ثانی کرلیں گے۔

فقط/والسلام

احباب، حاضرین خانقاہ اعظم گڑھ

مورخہ ۱۶ فروری، ۱۹۹۷ء

شیخ الطریقت، الحاج

## حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی

ناظم ،مدرسہ فیض العلوم ،بخش پور، رحمت گنج، ٹھکماں، اعظم گڑھ (یوپی)

# دعائیہ کلمات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِيۡم !امابعد

اللہ کا شکر ہے کہ عزیزی محمد شکیل استھانوی سلمہ نے والد بزرگوار شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات تیار کرنے کے بعد بابا حضور شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میری ہدایت کے بعد تیار کردی۔

مجھے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ عزیزی شکیل استھانوی سلمہ نے بابا حضور علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ میں ہی سوانح حیات تیار کی تھی، جس کو بابا حضور علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس خاص میں ملاحظہ بھی فرمایا تھا، لیکن کسی وجہ کر سوانح حیات منظر پر نہ آسکی۔ میں نے شکیل سلمہ سے کہا کہ بھائی جب آپ کے پاس سوانح حیات تیار ہے تو اس کی اشاعت ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ مجھ سے اور میری خانقاہ سے زیادہ اس کی اشاعت کا حق دار کون ہوسکتا ہے۔ چونکہ میں بابا حضور علیہ الرحمہ کا مرید بھی ہوں اور خلیفہ بھی، مجھ ناتواں، کمزور اور گنہگار کو خلافت واجازت بیعت بابا حضور علیہ الرحمہ کے مشورے

کے بعد ہی میرے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی اور بابا حضور علیہ الرحمہ کی مجھے تائید بھی حاصل رہی۔ میں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت والد صاحبؒ کے۱۹۹۴ء میں انتقال کے بعد لوگوں نے مجھ سے رجوع کیا، میں نے بابا حضور علیہ الرحمہ سے فون پر رابطہ قائم کیا، بابا حضور علیہ الرحمہ حج سے بمبئی واپس تشریف لا چکے تھے۔فون سے میری بات ہوئی، میں نے کہا حضرت! میں کیا کروں، لوگ مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں، سبق لینا چاہتے ہیں اور دعا کرنے کو کہتے ہیں۔حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ نے جواب مرحمت فرمایا:

''لوگوں کو بیعت کیجئے، سبق دیجئے اور دعا بھی کیجئے۔''

بعدہ میں پھر شرف ملاقات کے لئے بمبئی گیا، وہاں بھی حضرت علیہ الرحمہ نے مجھے باقاعدہ اجازت سے سرفراز فرمایا اور بیعت ونسبت کے طریقے بتائے۔

الحمدللہ کوشش میں لگا ہوں کہ بزرگوں کے ذریعہ سونپی گئی امانت اور ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دوں۔

مجھے امید ہے کہ کتاب ہذا سے بابا حضور علیہ الرحمہ کے مریدین، معتقدین اور زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، غوث زماں، قطب عالم، امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی اولادیں مستفید ہوں گی اور اپنے شیخ عالی وقار کے افکار وخیالات اور نظریات کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں گی اور عزیزی محمد شکیل استھانوی سلمہ کو دعاؤں سے نوازیں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزی محمد شکیل استھانوی سلمہ کو دین ودنیا کی بھلائی نصیب کرے، ان کے علم و عمل میں اضافہ کرے اور اس کتاب کو لوگوں کی اصلاح ورہنمائی کا ذریعہ بنائے۔آمین ثم آمین

ابو معالم

۲۰ جون،۲۰۰۹

بقیۃ السلف الحاج حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم

امیر شریعت، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ

جنرل سکریٹری، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

# کلمات تبرک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اتر پردیش کا علاقہ اعظم گڑھ اپنی علمی عظمت، تمدنی شوکت اور اسلامی اقدار کے لحاظ سے ہندوستان میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، یہاں تاریخ کے ہر دور میں علم و ادب، تہذیب و ثقافت اور فکر و فن کے بڑے بڑے صاحب کمال علما و مشائخ پیدا ہوتے رہے ہیں، جن کی دینی و علمی خدمات و کمالات اور دعوتی و اصلاحی کارناموں سے قوم و ملت کو بڑا فیض پہنچا ہے۔ انہیں یگانہ روزگار شخصیتوں میں شیخ طریقت حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی، جن کے روحانی فیض سے نہ صرف ہندو پاک بلکہ بلاد عربیہ بھی مستفید ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم ظاہری و باطنی دونوں سے بھرپور نوازا تھا۔ دور دراز سے لوگ آپ کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے آتے تھے، ہزارہا انسانوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ لوگوں کو اتباع سنت، شریعت پر استقامت، بدعات کے استیصال اور شعائر اسلام کو بلند کرنے کی تلقین فرماتے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے شاگرد دیئے جو دین کے معاملہ میں آپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں — عرصہ سے ضرورت تھی کہ ایسے صاحب دل بزرگؒ کی سوانح حیات، علمی کمالات اور افکار و نظریات کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کردیئے جائیں تاکہ ان کی مساعی جمیلہ سے روشنی حاصل کیا جائے۔

مقامِ مسرت وشکر ہے کہ عزیز مکرم جناب محمد شکیل استھانوی نے اپنے پیرومرشد کی کتاب زندگی کو لکھنے کے لئے قلم اٹھایا اور پورے انہماک، تندہی، عرق ریزی اور جذبۂ عقیدت سے منتشر مواد کو جمع کیا، اعزہ واقارب سے معلومات حاصل کیں اور سلیقے سے موتی کے دانوں کی مانند سب کو ایک لڑی میں پرودیا۔ میں نے کتاب کے مسودہ کو جستہ جستہ دیکھا اور محسوس کیا کہ موصوف سوانح نگاری کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، انداز بیان سادہ اور اسلوب نگارش پرکشش ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ سبحانہ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور انہیں حضرت کے دعوتی واصلاحی مشن کا علمبردار بنائے اور پڑھنے والوں میں ان صفات وکمالات کے حصول کا جذبہ یا کم از کم ان کا شوق وذوق پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کی نیتوں میں اخلاص، اعمال میں پختگی اور فکر ونظر میں پاکیزگی عطا کرے اور حضرتؒ کو بہشت بریں میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

وماتوفیقی الاباللّٰہ

سید ... [illegible]

[illegible] نومبر ۲۰۰۹ء

## حضرت سید عبدالرافع صاحب مدظلہ العالی

مدیر، ہفت روزہ نقیب، امارت شرعیہ، پھلواری شریف ،پٹنہ

# پیش گفتار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ہندوستان کے بعض شہروں کی طرح اعظم گڑھ کی زمین بھی بہت مردم خیز واقع ہوئی ہے۔ بہت سے جید عالم دین، اہل تصوف، اہل علم اور دانشوروں کا خمیر اس علاقہ کی زمین سے اٹھا ہے۔ اس علاقہ میں متعدد خانقاہیں بھی ہیں، مدارس بھی ہیں اور عمومی تعلیم گاہیں بھی جن سے رشد و ہدایت اور علم و فضل کے چشمے پھوٹے ہیں، جن سے ایک بڑی خلقت سیراب ہوئی ہے اور جب تک یہ ادارے رہیں گے فیض کا یہ سلسلہ جاری رہے گا، انشاء اللہ۔ عارف باللہ شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز کا تعلق بھی ضلع اعظم گڑھ کے ایک ایسے خانوادے سے تھا جس کی دینی حیثیت اطراف و جوانب میں مصدقہ تھی اور تصوف و سلوک کے سلسلہ میں بھی اس خاندان کا ایک مقام تھا اور ہے۔ بزرگان دین کی سوانح حیات کے سلسلہ میں محمد شکیل استھانوی صاحب کی یہ دوسری کاوش ہے۔ اس بار موصوف نے حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ کی حیات کا تحریری احاطہ کیا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی کی زندگی میں سوانح حیات نہیں لکھی جاتی ہے لیکن محمد شکیل استھانوی صاحب نے حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی زندگی میں ہی ان کی حیات و خدمات پر کئی قسطوں میں مضامین لکھے تھے، جو مشہور روزنامہ "قومی تنظیم"، پٹنہ میں شائع ہوئے اور بعد میں مولانا علیہ الرحمہ نے ان کا مطالعہ بھی فرمایا۔ لیکن ان کے دور حیات میں وہ مضامین کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکے، ان کی وفات کے تقریباً بارہ برس بعد اس کی اشاعت کی

نوبت آئی۔ خیر دیر آید درست آید۔ کتاب اپنے مشمولات اور واقعات کے اعتبار سے بالکل مستند ہے، اس لئے کہ خود حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا مطالعہ فرمایا تھا۔ عارف باللہ، شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی حیات مستعار صرف ۴۸ برسوں تک ہی محدود رہی لیکن دین کے راستے میں ان کی جو محنت اور خدمات رہیں وہ ۲۴ برسوں پر محیط رہیں— لیکن اس مختصر مدت میں بھی سیکڑوں، ہزاروں کو انہوں نے فیضیاب کیا، وہ دین مبین، شریعت وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے ایک طرح سے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کے ارادت مندوں اور ان کے مریدوں کا سلسلہ ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔

کتاب کے مصنف محمد شکیل استھانوی صاحب کا جہاں تک تعلق ہے تو انہوں نے بلاشبہ اس تصنیف پر بڑی محنت کی ہے، انہوں نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ لیکن غیر ضروری تفصیلات کو درج کرنے سے گریز کیا ہے اور اپنے مرشد کے تعلق سے جو واقعات درج کئے ہیں، ان کی پہلے تصدیق کر لی ہے اور پھر اس کو ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ اگر چہ ان کی تحریروں سے ارادت مندی اور عقیدت جھلکتی ہے، لیکن یہ ناگزیر قرار دی جائے گی۔ مزید براں ان کی تحریر میں روانی اور سادگی ہے۔ سوانح حیات کے موضوع پر اس انداز کی تحریریں کم تر ہی دیکھنے میں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز کو ہر طرح کے مسلکی تعصب سے محفوظ رکھا تھا، وہ اتحاد بین المسلمین کے قائل اور علمبردار تھے اور تا حیات اس کے لئے کوشاں رہے اور ان پر لکھی گئی کتاب سے بھی یہی پیغام ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور محمد شکیل استھانوی کی اس تالیفی خدمت کو قبول کرے کہ انہوں نے دین کے تعلق سے ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔ آمین

عبدالرافع

۷ اگست، ۲۰۰۹

## حضرت مولانا رضوان احمد ندوی صاحب مدظلہ

معاون مدیر، ہفت روزہ نقیب، امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

# حرفے چند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

درخت اس وقت تک سرسبز شاداب سمجھا جاتا ہے، جب تک وہ ثمر آور ہوتا ہے، اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے کھلتے رہتے ہیں۔لیکن اگر یہی پتیاں اور کونپلیں مرجھانے لگیں، تنے اور شاخیں خشک پڑ جائیں تو وہ زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا ہے۔بس یوں سمجھئے کہ ہمارا دین اسلام ایک سایہ دار اور ثمر آور درخت کی مانند ہمیشہ سے ہرا بھرا سدابہار رہا ہے۔ اس کو تاریخ کے ہر دور میں زندہ اشخاص، درد آشنا اور روشن ضمیر اصحاب فضل وکمال ملتے رہے ہیں، جنہوں نے عقائد کی اصلاح اور صحیح اسلامی افکار کو فروغ دینے میں بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ان کے دم قدم سے علوم ومعارف کے چشمے جاری ہوئے، مدرسوں اور خانقاہوں کی شمعیں روشن ہوئیں۔انہیں ہمہ جہت شخصیات میں شیخ طریقت حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب اعظمیؒ بھی تھے۔اللہ نے اپنے اس مخلص بندہ سے اشاعت دین اور تزکیہ نفس کا بڑا کام لیا، سیکڑوں مسلمان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے اور فیض صحبت سے مستفید ہوئے، ان کے زہد وتقویٰ، ان کے اخلاق کی بلندی اور ان کے کردار وعمل کی پختگی، خدا کا خوف اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یہ سب وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ کو قریب سے دیکھا اور برتا:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

خوش نصیب لوگوں میں ہمارے فاضل دوست بھائی محمد شکیل استھانوی ہیں، جنہوں نے ان کی صحبت اختیار کی اور حسب استطاعت ان سے کسب فیض کیا، وہ بجا طور پر اس بزرگ ہستی اور عارف باللہ، مصلح امت کے فضل وکمال اور جامعیت وحکمت کا تعارف کراتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے حقدار ہیں۔ خدا موصوف کو زندہ سلامت رکھے۔ میں نے کتاب کے مسودہ کو دیکھا۔ بیشتر مضامین کو عقیدت ومحبت سے پڑھا۔ اللہ نے انہیں قلب مومن سے نوازا ہے اور قلم کی امانت سپرد کی ہے۔ والہانہ محبت وعقیدت میں ڈوبی ہوئی یہ تحریریں ذرا آپ بھی پڑھئے — حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے وصال پر لکھتے ہیں:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ مریدین ومعتقدین کی متاع دین ودنیا لٹ گئی، پاسبان شریعت وطریقت نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، محبتوں کی خوشبو پھیکی پڑ گئی، دلوں کا چراغ گل ہوگیا، شفقت ومحبت کا سمندر خشک ہوگیا، افکار کو وسعت پیدا کرنے والی آواز خاموش ہوگئی۔ آہ! وہ شخصیت نہ رہی جس کے چشم بینا سے لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی تھیں۔'' (ص:۲۹۱)

خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب اہل ذوق وارباب فکر ونظر کے سامنے آرہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے اس علمی سرمایہ کو ہر طرح کامیاب فرمائے اور ہم سب کو حضرت والاؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اب ورق پلٹئے اور حضرت ممدوح کے رخ زیبا کا دیدار کیجئے:

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

رضوان احمد ندوی

۱۰ دسمبر، ۲۰۰۹ء

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم !امابعد

کہوں وہ بات جو کہ اچھی اور سچی ہو
زبان دی ہے تو حسن سخن بھی دے یارب
(حفیظ بنارسی)

شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی کے حکم کے مطابق الحمدللہ غوث زماں، عارف باللہ شیخ الطریقت الحاج، الشاہ حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحب نوراللہ مرقدہ کی سوانح حیات تیار کردی۔ یہ کتاب حضرت مرشدناؒ کے شایان شان تو نہیں، البتہ کوشش ضرور کی ہے۔ یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت مرشدناؒ کی حیات مبارکہ یعنی ۱۴۱۷ھ مطابق ۹۷-۱۹۹۶ کے آخر میں ہی میں نے سوانحی خاکہ لکھا تھا، جو ''قومی تنظیم'' کے اسلامیات ایڈیشن میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ اس وقت میں وہاں اسلامیات ایڈیشن کا انچارج تھا۔ پھر میں نے اس کو خود کمپوز کیا اور کتابچے کی شکل میں باباحضور علیہ الرحمہ کی خدمت میں بذریعہ ڈاک روانہ کردیا۔ رمضان کا مہینہ تھا، حضرتؒ اعتکاف میں تھے، میری ڈاک پہنچی، باباحضور علیہ الرحمہ کی خدمت میں

پیش کی گئی۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس خاص میں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بابا حضور علیہ الرحمہ کے ساتھ احباب نے بھی ذوق وشوق سے سماعت فرمائی۔ اس مجلس میں حافظ وقاری مولانا محمد رحمت اللہ صاحب (فاضل دارالعلوم مئو)، حافظ و قاری مولانا محمد عبداللہ صاحب شیر گھاٹوی (فاضل دارالعلوم دیوبند)، جناب محمد سعید صاحب، (مدیر' البیان' مالی گاؤں)، جناب ماسٹر عباد صاحب (استاذ شبلی انٹر کالج، اعظم گڑھ) اور جناب محمد قاسم صاحب ایڈووکیٹ (بھوپال) وغیرہم موجود تھے۔ میں بے انتہا خوش نصیب ہوں کہ بابا حضور علیہ الرحمہ نے میری ٹوٹی پھوٹی تحریروں اور بے ربط جملوں کو اپنی مجلس خاص میں ملاحظہ فرمایا تھا اور مجلس خاص میں شامل حضرات نے مجھے مبارک باد دی تھی۔

بابا حضور علیہ الرحمہ کے وصال (۱۰ ذی قعدی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ، ۱۹۹۷ء) فرما جانے کے بعد افسردہ خاطر رہا اور امروز فردا کی مصروفیتوں کی وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہو سکی اور بارہ سال سے زائد کا طویل وقفہ گزر گیا۔ بالآخر شیخ الطریقت حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی کی خصوصی دلچسپی سے اس کتاب کی اشاعت ممکن ہو سکی۔

پہلے میں نے جو سوانحی خاکہ تیار کیا تھا وہ زیادہ صفحات پر مشتمل نہیں تھا۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی اور حاجی ریاض الحق صاحب کے مشورے کے بعد اس میں اضافہ کرنا پڑا۔ اس کے لئے ہفت روزہ ''البیان'' اور سہ ماہی ''تزکیہ نفوس'' سے مدد لینی پڑی اور کچھ دوسرے لوگوں سے بھی رابطہ قائم کرنا پڑا۔

بابا حضور علیہ الرحمہ متبع شریعت وسنت اور صاحب کشف وکرامات ولی تھے۔ الحمد للہ ہند و بیرون ہند آپ کے مریدین، متوسلین اور معتقدین کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس حقیقت کی ایک دنیا معترف ہے کہ آپ نے شریعت وسنت اور سلوک وتصوف کی تبلیغ واشاعت میں پوری زندگی وقف کر دی تھی اور اس راستے میں اپنا سب کچھ لٹا یا تھا۔ حضرت والاؒ اس دار فانی میں صرف ۴۸ سال زندگی گزار کر دار بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان اڑتالیس سالہ قلیل مدت میں مسلسل ۲۴ سال دینی وتبلیغی خدمات میں مصروف رہے۔ زندگی کے ابتدائی نصف ۲۴ سال میں ۸ سال ایام طفولیت میں گزرے اور ۱۶

سال تعلیمی مصروفیات کے علاوہ دعوت وارشاد میں گزرے۔ حضرتؒ کی ۲۴ سالہ دینی وتبلیغی خدمات کا احاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

مختصر یہ کہ حضور والاؒ کی مجلس بڑی پر کیف، نورانی اور خشیت الٰہی سے پُر ہوتی تھی۔ جہاں اور جس جگہ تشریف فرما ہوتے احباب وطالبین کے درمیان وعظ ونصیحت، تلقین وارشاد اور رشد وہدایت کی باتیں کرتے رہتے۔ حضرت والاؒ کا ایک ہی مشن اور ایک ہی درد تھا کہ بس اللہ کے بندے کو اللہ سے ملا دیا جائے، غیروں کے دلوں میں بھی ایمان کی شمع روشن کردی جائے اور ذات ومسلک کے حصار سے نکل کر خالص شریعت وسنت کے دائرہ میں زندگی گزاری جائے۔ حضرت مرشدناؒ کے مکمل بیانات و ارشادات تو اس کتاب میں موجود نہیں، مگر جو بھی ہیں، وہ زندگی کے نقوش راہ متعین کرنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس کتاب میں حضرت والاؒ کے کشف وکرامات شامل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ولایت کے لئے کشف وکرامات کا اظہار شرط نہیں بلکہ شریعت وسنت کا تابع وفرمانبردار ہونا اصل شرط ہے۔

حضرت مرشدناؒ کی مجالس ومکاتیب میں خیر وبھلائی کی ہی باتیں ہوتی تھیں۔ آپ کے بیانات طویل ہونے کے ساتھ ساتھ کئی کئی موضوعات پر مشتمل ہوتے تھے، میں نے ان مجالس ومکاتیب کے بعض اہم حصے کے انتخاب کے بعد اسے ایک خاص عنوان کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ عنوانات جلی حروف مع خط کشیدہ ہیں، تاکہ تشنگان سلوک ومعرفت اس سے سیراب ہوں۔ ممکن ہے غلطیاں اور بے ربط جملے در آئے ہوں۔ برائے مہربانی اس کی اصلاح فرما کر بذریعہ خط خانقاہ حکیمیہ، بخش پور، رحمت گنج، ٹھمکاں، اعظم گڑھ (یوپی) یا پھر راقم السطور کو مندرج پتہ یا فون نمبر پر مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کرلی جائے۔

بہرحال، میں نے بابا حضورؒ کی حیات وخدمات اور ان کے افکار ونظریات پر سرسری طور پر نظر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اہل سلسلہ اور حضرت مرشدناؒ کے مریدین، معتقدین اور متوسلین اس حقیر کوشش کو بہ نظر تحسین قبول فرما کر اس سے استفادہ کریں گے اور مجھے اور میرے والدین (جناب

محمد بشیر احمد صاحب مرحوم اور والدہ محترمہ سلمہ خاتون) کے لئے دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتے، قیامت کے دن لوائے حمد کا سایہ نصیب کرے، اپنا فضل فرمائے اور گروہ اولیا میں شامل کرے۔ آمین ثم آمین

بالخصوص شکریہ کے مستحق ہیں شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی اور جناب حاجی ریاض الحق صاحب، جنہوں نے ''البیان'' اور ''تزکیہ نفوس'' کی کاپیاں فراہم کیں اور نیک مشورے دیئے۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ اور شکریہ کے مستحق تو الحاج حضرت مولانا صلاح الدین قاسمی صاحب (مدرس، مدرسہ محمدیہ استھانواں، نالندہ)، الحاج حضرت مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، دربھنگہ) اور ماسٹر عبدالحق صاحب (ملکہ پور، بیلڈانہ) بھی ہیں، جنہوں نے کچھ اطلاعات فراہم کیں۔ ساتھ ہی شکریہ کے مستحق ہیں حضرت سید عبدالرافع صاحب، جناب سید جاوید حسن صاحب اور جناب زبیر احمد بھاگلپوری صاحب، جنہوں نے میرے املے جملے کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اجر عظیم سے نوازے اور دین پر استقامت بخشے۔ آمین ثم آمین — میں تو ان حضرات کا بھی بے حد ممنون ہوں، جنہوں نے ''تزکیہ نفوس'' اور ''البیان'' کی کاپیاں فراہم نہیں کیں، کیونکہ انہیں منع کر دیا گیا تھا، جب کہ میری کاپیاں بھی ان کے پاس تھیں۔ جس کے نتیجے میں مجھے پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر دے۔ آمین

انہیں چند جملوں کے ساتھ میں اپنی بات حضرت حفیظؔ بناری کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں:

ہمارے دل میں تاج و تخت کی حسرت نہ ہو کوئی
غلامانِ نبی کے در کی دربانی عطا کر دے

محمد شکیل استھانوی

منستر روڈ، مقام و پوسٹ استھانواں، ضلع نالندہ

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۵ جون ۲۰۰۹ء

موبائیل نمبر: 09631629960

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم !امابعد

اللہ رب العزت نے سارے جہان کو پیدا کیا، آسمان بنایا، زمین بنائی، سجایا، سنوارا اور انواع واقسام کے نباتات و جمادات، پھل و پھول، چرند و پرند، شجر وحجر، بیل و بوٹے، گل و بلبل اور نہ جانے کیسی کیسی چیزیں پیدا کیں۔ مگر اپنی تمام مخلوقات میں حضرت انسان کو اشرف بنا کر اعزاز و اکرام اور انعام سے سرفراز کیا — کیا اس میں کوئی بھی ذی عقل انسان شک کرسکتا ہے کہ آسمان و زمین کی ساری نعمتیں صرف اور صرف انسانی خدمت کے لئے بنائی گئیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا ط (نحل :۱۸) کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار تم نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ کی نعمتوں کا شمار ہماری صلاحیت واستعداد سے باہر ہے۔ لیکن جب ہم قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور و فکر کریں گے، سوچیں گے اور سمجھیں گے تو ہمیں رب کے رب ہونے کا یقین کامل ہو جائے گا — اور سب سے بڑی بات یہ کہ اگر انسان صرف اپنی تخلیق پر غور و فکر کرے تو انسان کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے وجود کو بے مثل بنایا۔ مثلاً اگر دماغ نہ ہوتا، آنکھیں نہ ہوتیں، ناک نہ ہوتی، کان نہ ہوتے، دو ہاتھ نہ ہوتے یا پھر یہ کہ ایک ہوتا اور ایک ہاتھ نہیں ہوتا، اسی طرح سے دونوں پیر نہ ہوتے یا یہ کہ اگر ایک پیر ہوتا اور ایک پیر نہ ہوتا، ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں نہ ہوتیں، پھر یہ کہ کچھ انگلیاں ہوتیں اور کچھ انگلیاں نہ ہوتیں، سر میں بال نہ ہوتے، آنکھوں کی پتلیاں

نہ ہوتیں، ہاتھوں اور پیروں میں ناخن نہ ہوتے، ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے چمڑے نرم اور گداز نہ ہوتے، پنڈلیوں کے چمڑے موٹے اور سخت نہ ہوتے تو ہم کیسے چلتے؟ زبان نہ ہوتی تو ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مزہ کیسے لیتے اور اچھی باتوں کی تلقین کیسے کرتے؟ آنکھیں نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ مناظر کا نظارہ کیسے کرتے؟ اور اچھی بری چیزوں کی تمیز کس طرح کرتے؟ جب انسان اپنے وجود پر غور و فکر کرے گا تو اسے اپنے اندر کی ساری چیزیں، اعضاء و جوارح عظیم نعمتیں متصور ہوں گی اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھے گا — رب العالمین تو نے ہمیں کیا بنایا، کیسا بنایا اور کیسی کیسی نعمتوں سے سرفراز کیا۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

خالق کائنات نے اپنی تمام مخلوقات میں اشرف مخلوق کا درجہ انسان کو عطا کیا، اسے حکومت دی اور صاحب اقتدار بنایا۔ اس کے لئے آسمان و زمین، چاند و تارے کو مسخر کر دیا بلکہ حضرت انسان کو اپنی تمام نعمتوں سے فیضیاب ہونے کی پوری پوری آزادی عطا کر دی۔ لیکن اس رب نے یہ بھی کہا کہ تم میری عبادت کرو، میری بندگی کرو، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، حق پر جمے رہو، باطل قوتوں کے دوست نہ بنو، میرے حکم کی تعمیل کرو اور میرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کرو اور ان سے محبت کرو۔ ان کی محبت میری محبت ہوگی۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اور ہم نے جن و انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ ذاریات: ۵۶) یعنی اپنی تمام مخلوقات میں صرف دو ہی مخلوق جن و انسان کو عبادت کے لائق بنایا۔ مگر رب العالمین نے جنوں کو نہیں بلکہ انسان کو اس کے اشرف ہونے کی وجہ کر نیابت و خلافت ارضی عطا فرمائی۔ فرشتوں سے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کا تذکرہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا کہ یہ زمین پر فساد برپا کریں گے۔ اس پر رب العالمین نے کہا اِنِّىْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ بقرہ: ۳۰)۔

سلطان المحققین، مخدوم جہاں، حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اڑتیسویں مکتوب میں خلافت فاخرہ کا ذکر بڑے ہی دلنشیں انداز میں فرمایا:

''موجودات بہت اور مصنوعات بے شمار تھے۔ لیکن کسی ہستی کے ساتھ وہ معاملہ نہیں تھا، جو اس مٹی پانی کے مجموعے کے ساتھ تھا۔ جب رب العزت کو منظور ہوا کہ اس خاکی پتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بیٹھائے تو ملائکہء ملکوت نے عرض کیا کہ ''آپ زمین میں ایک ایسی ہستی کو خلیفہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی۔'' لطف قدیم نے جواب دیا۔۔۔ محبت میں مشورہ نہیں ہوتا اور عشق و تدبیر باہم جمع نہیں ہوتے۔ تمہاری تسبیح و تہلیل کی کیا قیمت ہے، اگر ہمیں قبول نہ ہو۔ اور ان کو گناہوں سے کیا نقصان اگر ہمارے لطف و عنایت کا ساقی عفو و معافی کا پیمانہ ان کے ہاتھ پر رکھ دے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دے گا۔ ہاں تم ہمیشہ سیدھے راستے پر چلنے والے ہو اور وہ ہر طرف چلیں گے۔ لیکن جب ہم نے ان کو چاہا تو رحمت کا فرش اُن کے لئے بچھایا۔ اگر ان کی پیشانی پر گناہ کوئی لکیر ڈال دے گا، ہماری مہربانی اس کو مٹا دے گی۔ تم تو یہ دیکھتے ہو کہ معاملات میں ہم ان کے مطلوب ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں وہ ہمارے مطلوب ہیں۔''

قیام دنیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت و نیابت کے بعد اس کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ کم و بیش سوا لاکھ انبیائے کرام و رسول عظام تشریف لائے اور انسانیت کی صلاح و فلاح کا کام کرتے رہے۔ بعض قوموں نے ان کی باتوں کو قبول کیا اور بعض نے تسلیم نہیں کیا۔ جس قوم نے ان کی باتوں کو تسلیم و قبول کیا وہ کامیاب و کامران ہوئی اور جس قوم نے انکار کیا وہ ہلاک و برباد ہوئی، اس پر دردناک اور شدید عذاب کا نزول ہوا۔ سلسلۂ نبوت و رسالت کے خاتم کے طور پر حضور کائنات، فخر موجودات، مخبر صادق، ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بابرکت ذات گرامی کا ورود مسعود ہوا اور آپ

ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات کہلائی گئی قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (فرمادیجئے کہ اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ اعراف:۱۵۸) اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (میں خاتم النبیین ہوں) اور یہ بھی فرمایا کہ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) بیشک حضور پاک ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ ان کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول آئے گا۔ لیکن خلافت و نیابت کا یہ سلسلہ آقائے کائنات حضور اکرم ﷺ کی امت میں قیامت تک جاری و باقی رہے گا۔

مخبر صادق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کَانَتْ بَنُوْااِسْرَآئِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَتَکُوْنُ خُلَفَآءَ فَتَکْثُرُ (بنی اسرائیل کی حکومت ان کے انبیاء کرتے تھے، ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی آجاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ہاں میرے خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے: مسلم)۔

الحمدللہ اسی خلافت و نیابت کے سلسلے کے طور پر اعظم گڑھ (یوپی) میں **غوث زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحب نوراللہ مرقدہ** کی ولادت باسعادت ہوئی، جنہوں نے دین مبین، شریعت و سنت اور تزکیہ و سلوک کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے آپ کو وقف کردیا۔

## آباواجداد

حضرت مرشدنا کا تعلق زمیندار خاندان سے تھا۔ آپؒ کے آباواجداد خراسان سے ۱۸ویں صدی کے وسط میں احمد شاہ ابدالی کی فوج کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ یہ خاندان خراسان میں سات بھائیوں پر مشتمل تھا، ان لوگوں کا پیشہ سپہ گری تھا اور مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے، جس وجہ سے شاہی فوج میں کسی نہ کسی دینی و فوجی عہدے پر فائز تھے۔ جب ہندوستان آئے تو مرہٹوں سے

احمد شاہ ابدالی کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کو فتحیابی نصیب ہوئی۔ فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی کی واپسی ہوئی تو دستور کے مطابق انہیں جاگیریں عطا کی گئیں۔ ان لوگوں نے ''منگواں (اعظم گڑھ)'' جو ''نوادہ (اعظم گڑھ)'' سے کچھ دور پر واقع ہے، میں سکونت اختیار کی۔ یہ لوگ بڑے ہی صاحب علم وفضل تھے، شریعت وسنت کے پابند تھے، بدعات وقبیح رسموں سے پرہیز کرتے تھے، ان میں اخلاقی وروحانی خوبیاں بھی تھیں، ان کا شمار صاحب تصرف اور صاحب کرامت بزرگوں میں ہوتا تھا۔ انہیں لوگ قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے تمام معاملات میں ان حضرات سے صرف رجوع ہی نہیں کرتے بلکہ دعاؤں کے طالب بھی ہوتے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جسے انگریزوں نے غدر کہا تھا، اس میں شریک ہوئے اور ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، جس کے نتیجے میں اس خاندان کے لوگوں کو انگریزوں کے ظلم وستم کا شکار ہونا پڑا، ان کے املاک پر شب خون ماری کی گئی اور ان کی جائیدادوں کو ضبط کیا گیا۔ مختصر یہ کہ آپؒ کے آباو اجداد کا تعلق دینی، ملی اور سماجی امور سے رہا ہے اور انہیں خصوصیات کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان شہرت ومقبولیت کا حامل بھی رہا ہے۔

## ولادت

حضرت مرشدناؒ کی ولادت باسعادت مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۰ اپریل، ۱۹۴۹ء کو بمقام منگراواں، اعظم گڑھ (اتر پردیش) میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی اسرار الحق خاں رکھا گیا۔ آپؒ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی الحاج حضرت صوفی اظہار الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (موضع نوادہ، تحصیل پھول پور، ضلع اعظم گڑھ) تھا۔ آپؒ کی والدہ محترمہ کا اسم شریف حضرت حافظہ رضوانہ خانم رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ آپؒ کی والدہ محترمہ قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (موضع منگراواں، ضلع اعظم گڑھ) کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

## بچپن

حضرت مرشدنا کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے نیک فطرت، پاک طینت اور سعادت مند بنایا تھا۔ حیاوادب اور وقار کے ساتھ ذکاوت وذہانت کی دولت بھی عطا فرمائی تھی۔ حضرت مرشدنا کے نانا جان شیخ المشائخ، قطب الاقطاب الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ نے دوسال کی عمر سے ہی آپؒ کی پرورش و پرداخت شروع کر دی تھی، جس کا اثر یہ ہوا کہ آپؒ لہو ولعب سے دور رہتے اور غیر شرعی امور سے پرہیز کرتے تھے۔ حضرت مرشدنا اپنی والدہ محترمہ سے زیادہ اپنے نانا جان کے زیر تربیت پرورش پانے لگے اور بچپن سے ہی روحانیت وولایت کی منزلیں طے کرنے لگے۔ حضرت نانا جانؒ اپنے نواسے کی ناز برداری اس حد تک کرتے کہ ان کو اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتے، کھانا کھلاتے، اپنے بستر پر اپنے ساتھ سلاتے، نہایت ہی لاڈ پیار سے انہیں رکھتے اور پیار سے اسرار بابو کہتے تھے۔ انہیں اپنے صاحبزادوں سے بھی شاید اتنی محبت ہوگی، جتنی ان کو اپنے لاڈلے نواسے سے محبت تھی۔

ایک مرتبہ حضرت نانا جان علیہ الرحمہ اپنے پیر ومرشد شیخ الطریقت حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھنڈہ تشریف لے گئے تو حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آئندہ جب کبھی یہاں آنا ہو تو اپنے ساتھ ''اسرار'' کو لے کر آئیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ کے حکم کے مطابق حضرت نانا جانؒ اپنے لاڈلے نواسے کو لے کر کھنڈہ پہنچے، حضرت حافظ صاحبؒ آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے، اس وقت حضرت حافظ صاحبؒ پر کچھ دوسری کیفیت طاری تھی۔ فرمایا:

''مولوی صاحب اس بچے کو میرے سینے پر لٹا دیجئے اور آپ دروازے پر جائیے۔''

پھر کچھ دیر کے بعد حکم فرمایا:

''اب اس بچے کو لے جائیے اور اس کی حفاظت کیجئے۔''

چنانچہ حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی ساری نسبتیں منتقل کر دیں اور حضرت مرشدنا کو

بالکل ہی اپنے جیسا بنالیا۔ جن لوگوں نے حضرت حافظ صاحبؒ اور حضرت مرشدناؒ کو دیکھا تھا وہ برجستہ کہتے کہ ظاہری شباہت میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے جلتے تھے، یہاں تک کہ رفتار، گفتار، کرداراور قد وقامت میں بھی مماثلت رکھتے تھے۔

حضرت مرشدناؒ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ شہر آئے تو ناناجانؒ کے یہاں قیام فرمایا اور اعظم گڑھ کی خانقاہ جہاں آج بنی ہوئی ہے، اسی طرف چھڑی سے اشارہ کر کے فرمایا:

''دیکھو یہیں کہیں پر جگہ خریدنا اور یہیں خانقاہ بنایئے گا۔''

جس طرف حضرت حافظ صاحبؒ نے چھڑی سے اشارہ کیا تھا، حضرت ناناجانؒ کے وصال کے بعد حضرت مرشدناؒ نے وہیں زمین خریدی اور خانقاہ تعمیر کرائی۔

## تعلیم

حضرت مرشدناؒ نے علم دین اور تعلیم طریقت اپنے ناناجان اور پیرومرشد قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ حضرت مرشدناؒ کے نانا جان نے اپنے نواسے کو علم دین اور تعلیم طریقت سے مالا مال فرمایا تھا۔ آپؒ نے میٹرک شبلی نیشنل ہائی اسکول اور آئی اے شبلی انٹر کالج سے پاس کیا۔ بی اے اور بی ایڈ کی تعلیم شبلی ڈگری کالج اعظم گڑھ سے حاصل کی نیز ایل ایل بی (وکالت) کی تعلیم جون پور سے حاصل کی تھی۔ ایل ایل بی ہونے کے باوجود حضرت مرشدناؒ نے وکالت کے پیشہ کو اختیار نہیں کیا۔ آپؒ کے ناناجان شبلی اسکول میں عربی کے استاذ تھے، لہٰذا عربی کی تعلیم ناناجان سے ہی حاصل کی تھی۔ ماشاء اللہ حضرت مرشدناؒ کو عربی زبان میں بھی دسترس حاصل تھی۔ آپؒ نے ایک بار فرمایا کہ اسکول کے زمانے میں حساب کے وقت میں حساب پڑھانے والے استاذ نے سزا دی تو حساب کے مضمون سے دل اچاٹ ہوگیا اور پھر حساب کی طرف بالکل رجحان ہی نہیں ہوا۔ آپؒ کو این سی سی (نیشنل کیڈٹ کور) سے بھی دلچسپی تھی۔

لہذا کالج کے زمانے میں این سی سی سے مزید دلچسپی ہوئی تو پنڈاری گلیشیئر نامی ہمالیہ کی برف پوش اونچی چوٹی کو سر کیا اور انعام واعزاز سے نوازے گئے۔ اس کے بعد کمانڈر نے کہا ''اس طالب علم میں ہزاروں کی قیادت کرنے کی صلاحیت پوشیدہ ہے۔'' الحمدللہ یہ حقیقت بھی ایک آئینے کی طرح ظاہر ہوئی۔

حضرت مرشدنا بچپن سے ہی ذہین وفطین تھے۔ اساتذہ کرام بھی آپؒ کی عزت کرتے، آپؒ کی ذہانت پر رشک فرماتے اور احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ ہم عصر طلباء میں بھی آپؒ کا وقار بلند تھا اور آپؒ کو انفرادیت حاصل تھی۔ آپؒ بسا اوقات اپنے اساتذہ سے ایسے سوالات کر بیٹھتے کہ وہ دنگ رہ جاتے تھے اور انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آپؒ دور طالب علمی سے ہی شریعت وسنت کی پابندی کا لحاظ وخیال رکھتے تھے۔ بہر حال آپؒ نے علم دین ودنیا حاصل کیا اور پھر تعلیم طریقت اور فیوض باطنی سے بہرہ ور ہو کر اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (اللہ کے ولیوں پر نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ یونس:۶۲) کے مقام پر فائز ہوئے۔

## شمائل

حضرت مرشدنا کا قد دراز (۶ فٹ)، رنگ گورا، سینہ کشادہ، جسم گداز، ریش مبارک بہت گنجان و بہت خوبصورت، بھویں ہلکی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ آپؒ کا چہرۂ مبارک بارعب، پرشوکت اور نورانی تھا۔ ساتھ ہی ساتھ چہرہ انور پر ملاحت وسنجیدگی کے آثار نمایاں تھے نیز آپؒ جس مجمع میں ہوتے یکتا ویگانہ نظر آتے تھے۔

## لباس

حضرت مرشدنا ہمیشہ کلی دار کرتا، صدری، پاجامہ، لنگی اور چارتر کی ٹوپی یعنی چار کلی والی زیب تن فرماتے تھے۔ عصائے مبارک ہمیشہ ساتھ رکھتے اور سر پر عربی رومال باندھے رہتے۔ آپؒ لباس اوسط درجے کا پسند فرماتے نیز سفید اور بادامی رنگ کا کپڑا آپؒ کا پسندیدہ تھا۔ سردی کے موسم میں

شیروانی کبھی کبھی، زیادہ تر سوئیٹر اور کبھی کشمیری گاؤن بھی استعمال میں رہتا تھا۔ آپؒ لباس میں بھی مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ (جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی: ترمذی) کو ملحوظ رکھتے تھے۔ آپؒ عیدالفطر کے موقع پر عمامہ و عبا کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرماتے۔ بالخصوص نمازوں کی ادائیگی سے قبل ارشادالٰہی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اے بنی آدم، ہر نماز کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ ہوجایا کرو۔ اعراف:۳۱) کے مطابق اپنے کپڑوں کو آراستہ کر لیتے اور پورے اہتمام کے ساتھ مصلیٰ پر تشریف لے جاتے، نماز تہجد کے وقت تو کچھ زیادہ ہی اہتمام فرماتے تھے۔

(نوٹ:۔ ''بزم صوفیہ'' صفحہ ۴۹ پر چارترکی ٹوپی کے سلسلے میں درج ہے کہ شیخ زمانہ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چہیتے خلیفہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کے بعد سر پر کلاہ چارترکی مرحمت فرمائی۔ اس کلاہ چارترکی کی تصریح ''خزینۃ الاصفیاء'' کی حسب ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ مراد از کلاہ چارترکی چارترک است۔ اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ وسوائے ذات حق مقصود دیگر نداری (ذات حق کے سوا کوئی دوسری چیز مقصود نہیں ہے)، سوم ترک خورد وخواب مگر قدرے برائے سدرمق کہ از ضروریات است (کھانا پینا بھی مقصود نہیں ہے مگر اتنا ہی کھایا جائے جتنی ضروریات زندگی کے لئے)، چہارم ترک خواہش یعنی ہر چہ کہ بگوید خلاف آں کنی، وہر کہ ایں چہار چیز ترک کند پوشیدن کلاہ چارترکی بوئے سزاوار است (یعنی جو کچھ نفس کہے اس کے خلاف کرے اور جو شخص یہ چار چیز ترک کردے، چارترکی ٹوپی پہننا اس کے لائق ہے۔)

## شادی

حضرت مرشدناؒ کی شادی اعظم گڑھ سے ۱۵ کیلومیٹر دور سونوارے گاؤں (تحصیل رانی کی سرائے) کے جناب شیخ ممتاز احمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ شاہدہ خانم مدظلہا سے ۱۹۷۳ میں ۲۴ سال کی عمر

میں ہوئی۔ حضرت مرشدناؒ کا نکاح نانا جان شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے پڑھایا۔ حضرت مرشدناؒ کی اہلیہ محترمہ نیک طبیعت، مہمان نواز، تقویٰ شعار اور پرہیز گار خاتون ہیں۔

حضرت مرشدناؒ کی شادی کی بات تو قبل ہی طے ہو چکی تھی، لیکن شادی اچانک کرنی پڑی۔ چونکہ آپؒ کی والدہ محترمہ سخت علیل رہنے لگیں تھیں، ان کو کینسر کا موذی مرض لاحق ہو گیا تھا۔ والدہ محترمہ کے دل میں بہو کو دیکھنے کی آرزوئیں پیدا ہونے لگیں تھیں کہ کاش وہ اپنی بہو کو اپنی نظروں سے دیکھ لیتیں۔ نانا جان حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی لخت جگر کا بڑا ہی خیال رکھتے تھے، لہذا جلد از جلد بہو کو لانے کا ارادہ دل میں کر لیا۔ ایک دن کی بات ہے کہ حضرت مرشدناؒ کالج سے تشریف لائے تو مشفق و مربی حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک جوڑا کپڑا عنایت فرماتے ہوئے یہ حکم صادر فرمایا ''جاؤ کپڑے بدل لو''۔ حضرت مرشدناؒ نے تعمیل حکم کی اور نانا جان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت نانا جانؒ نے پھر فرمایا ''اپنی والدہ سے مل کر آؤ''۔ حضرتؒ والدہ محترمہ سے ملنے کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔ دروازے پر کار لگی ہوئی تھی۔ دونوں حضرات کار پر بیٹھے اور مذکورہ گاؤں کی طرف چلے۔ راستے میں ہی حضرت نانا جانؒ کو ایک مرید حنیف صاحب سے ملاقات ہو گئی، سلام و مصافحہ کے بعد حضرت نانا جانؒ نے حنیف صاحب سے ساتھ چلنے کو کہا۔ حنیف صاحب نے سفر کے مقصد کا اندازہ لگا لیا، وہ جلدی سے کہیں گئے اور رومال میں کچھ باندھ کر لے آئے۔ مذکورہ گاؤں پہنچنے کے بعد لڑکی کے والد صاحب کو بلا کر حضرت نانا جان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

> ''بھائی ہم نوشہ کو لے کر آئے ہیں، آپ لڑکی کو تیار کر لیں، میں نکاح پڑھا دوں گا اور رات میں ہی ہم اپنے ساتھ دلہن کو لے کر جائیں گے۔''

حضرت نانا جانؒ کے حکم کے مطابق دلہن کو جلد از جلد تیار کیا گیا، اس کے بعد حضرت نانا جانؒ نے نکاح پڑھا دیا اور حنیف صاحب نے چھوہارے تقسیم کر ڈالے۔ اس طرح بڑی ہی سادگی کے ساتھ

حضرت مرشدنا رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے۔ یہاں پر مجھے آقائے کائنات، حضور پاک ﷺ کی حدیث یاد آرہی ہے، جس کا مفہوم ہے کہ جس شادی میں کم خرچ ہو وہ شادی سب سے زیادہ بابرکت ہے۔ حضرت نانا جان" جب واپس ہونے لگے تو نوشہ کے ساتھ دلہن کو بھی رخصت کردیا گیا۔ اس طرح والدہ محترمہ کی خواہش پوری ہوئی اور انہوں نے بہو کو دیکھ لیا۔

**اولادیں**

حضرت مرشدنا کو اللہ رب العزت نے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

(۱) ڈاکٹر کاشف اسرار صاحب کی ولادت ۱۹ مارچ، ۱۹۷۵ کو ننیہال میں ہوئی۔ قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ نے ان کا نام رکھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ میں حاصل کی اور پھر ماتا گجری میڈیکل کالج، کشن گنج (بہار) سے ایم بی بی ایس ۲۰۰۳ء میں کیا۔ فی الوقت اعظم گڑھ میں قیام فرما ہیں۔ ڈاکٹر کاشف اسرار صاحب کی شادی جناب امتیاز احمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ سے ۲۴ دسمبر، ۲۰۰۵ کو ہوئی۔ الحمد للہ ایک بچی ۳ نومبر، ۲۰۰۶ کو پیدا ہوئی، جن کا نام ہبہ کاشف ہے اور ۲۴ اگست ۲۰۰۹ کو بچے کی ولادت ہوئی جن کا نام محمد ریحان اسرار خاں رکھا گیا۔

(۲) محترمہ فائزہ خانم کی شادی بھوپال کے محترم محمد انس خاں صاحب کے صاحبزادے جناب اسعد خاں (یوسف) صاحب سے ۲۲ دسمبر، ۱۹۹۶ کو ہوئی۔ محترم اسعد صاحب شارجہ میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ ایک بچہ محمد یونس خاں اور ایک بچی مریم ہے۔

(۳) محترمہ عائشہ خانم کی شادی پپلانی بھوپال کے ہی محترم محمد وحی صدیقی صاحب کے صاحبزادے جناب نجم الاسلام صدیقی صاحب سے ۲۲ دسمبر، ۱۹۹۶ء کو ہوئی۔ انہیں بھی ایک بچہ تشہد نجمی اور ایک بچی نبا نجمی ہے۔

(۴) محترمہ راضیہ خانم کی شادی محترم محی الدین صاحب کے صاحبزادے جناب محمد کلیم محی سے

۱۱مئی ۲۰۰۴ء کو ہوئی۔ محترم محی الدین صاحب کوٹہ راجستھان کے رہنے والے ہیں۔ جناب محمد کلیم محی صاحب بغرض تجارت بھوپال میں قیام فرما ہیں اور ان کو ایک بچی صفیہ کلیم ہے۔

(۵) محترمہ زینب خانم ابھی اپنی والدہ کے ساتھ ہیں اور وہ رشتہ ازدواج سے منسلک نہیں ہوئی ہیں۔

(۶) سب سے چھوٹے صاحبزادے محترم مصباح الحق صاحب ہیں، جنہوں نے حافظ رحمت اللہ صاحب کی نگرانی میں حفظ قرآن پاک کی تکمیل کی ہے۔

## حضرت مرشد گرامی

حضرت مرشدناؒ کے مرشد گرامی، قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نانا جان تھے۔ انہوں نے حضرت مرشدناؒ کی پرورش و پرداخت میں اہم اور نمایاں رول ادا کیا۔ دو سال کی عمر سے ہی اپنے نواسے کی ظاہری و باطنی نگہداشت کرتے رہے۔ آپؒ کی ولادت اوائل نومبر ۱۹۰۷ء مطابق اخیر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ میں سرائے میر کے قریب موضع چھتے پور، ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ آپؒ کے والد بزرگوا کا اسم گرامی حافظ عبدالستار خاں رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو بڑے ہی تقویٰ شعار تھے۔

حضرت مولانا موصوفؒ ۱۱ سال کی عمر میں ہی اپنے وطن نونار ی میں حفظ قرآن پاک سے فارغ ہوئے۔ بعدہ آپؒ نے مدرسہ ضیاء العلوم کانپور، مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور و مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور عالم و فاضل کی سند سے نوازے گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محض ۲۱ سال کی عمر میں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں بحیثیت استاذ آپؒ کی تقرری عمل میں آئی۔ عصری علوم کے تئیں جب آپؒ کی دلچسپی بڑھی تو آپؒ نے ۱۹۳۴ء میں میٹرک اور ۱۹۳۶ء میں طب کا امتحان بھی پاس کیا۔

حضرت نانا جان علیہ الرحمہ کو ابتدا میں تعلیم تصوف کے تئیں شکوک وشبہات دل میں کچھ زیادہ ہی

تھے۔ الٰہ آباد میں قیام کے دوران جون ۱۹۳۷ء میں شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علوی صاحب قدس سرہ العزیز سے ملاقات ہوئی اور تصوف کے تئیں جو شکوک وشبہات ذہن میں پرورش پا رہے تھے، وہ سب دور ہو گئے، جس کے بعد آپؒ نے حضرت حافظ صاحبؒ سے تعلیم تصوف کی شروعات کی۔ اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت حافظ صاحبؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بیعت کے بعد ہی آپؒ نے ملازمت چھوڑ دی اور واپس منگراواں چلے آئے، تین سال تک سخت مجاہدہ وریاضت کیا۔ اس درمیان ابتلا وآزمائش کی گھڑیاں آئیں، لیکن صبر وشکر کا پیکر بنے رہے اور تسلیم ورضا کو پیش نظر رکھا، جس کے نتیجے میں محض دو سال کے بعد ہی ۱۹۴۰ء میں خلافت واجازت بیعت سے سرفراز کئے گئے۔

۱۹۴۱ء میں شبلی نیشنل ہائی اسکول، اعظم گڑھ میں عربی کے استاذ کی حیثیت سے آپؒ کی تقرری عمل میں آئی اور ۱۹۶۹ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ تقریباً ۲۸ برسوں تک آپؒ نے بحسن وخوبی، ایمانداری ودیانتداری اور پابندی وقت کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیں۔ ایمانداری ودیانتداری اور پابندئ وقت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب حضرت مولانا علیہ الرحمہ اسکول جاتے تو انہیں دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیوں کا وقت ملا لیا کرتے تھے۔ جہاں آپؒ پابندیٔ وقت کے ساتھ اسکول جاتے تھے، وہیں آپؒ پابندئ وقت کے ساتھ معمولات کی ادائیگی بھی کرتے تھے۔ حضرتؒ کے یہاں مہمانوں کی بھی خوب آمد ہوتی تھی۔ لہٰذا آپؒ مہمانوں کی خوب خاطر ومدارات کرتے۔ نہ صرف آپؒ بلکہ آپؒ کا پورا گھرانہ مہمان نواز تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے ملازمت سے سبکدوشی کے بعد بھی اعظم گڑھ کو نہیں چھوڑا بلکہ یہیں کرائے کے مکان میں رحلت فرما جانے تک مقیم رہے۔

ابتدا میں حضرتؒ کے اعظم گڑھ شہر میں چند مرید تھے۔ تواضع پسند ہونے کی وجہ کر آپؒ ان مریدوں کو اپنے محلے کی مسجد میں آنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ خود مریدوں کے یہاں مسجد میں جا کر وظیفہ پڑھتے اور مراقبہ کرتے تھے۔ جب تبلیغی وتنظیمی سفر پر روانہ ہوتے تو پورے ساز وسامان کے ساتھ مہینے دو

مہینے اور تین تین مہینے کے لئے روانہ ہوتے تھے۔تبلیغی و تنظیمی دورے کے بعد آپؒ کے مریدین و معتقدین میں کافی اضافہ ہوا۔ بہار، بنگال، اترپردیش، دہلی، بمبئی، بنگلہ دیش اور پاکستان کے علاوہ دوسری ریاست و ممالک کے افراد بھی آپؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔آپؒ کے سامنے بڑے بڑے علمانے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور سلوک و تصوف کے رمز سے آشنا ہوئے۔آپؒ نے شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کی باتیں دیانت داری کے ساتھ لوگوں کو بتائیں۔آپؒ کے دست حق پرست پر کافی غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور گروہ اولیا میں شامل ہوئے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی پوری زندگی سنت سے معمور رہی۔آپؒ انتہائی سادگی پسند تھے، تواضع و عجز پیش نظر رکھتے تھے اور بلاضرورت گفتگو کرنے کے عادی نہیں تھے۔آپؒ نے خاموشی کو اپنی زندگی میں شامل کر رکھا تھا اور مَنْ صَمَتَ نَجیٰ (جس نے خاموشی اختیار کی نجات پائی: ترمذی) پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔جو بھی بات کرتے مختصر مگر جامع اور موثر انداز میں کرتے تھے۔سنت کے مطابق بعد نماز عشاء معمولات کی ادائیگی کے بعد جلد بستر پر چلے جاتے۔گرمی و سردی کا خیال کرتے ہوئے تہائی رات کو بیدار ہوتے اور تہجد و ذکر و اذکار اور دعاؤں کے ساتھ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

حضرت مولاناؒ جہاں ایک طرف حافظ قرآن اور عالم باعمل تھے، وہیں دوسری طرف بلند پایہ ادیب اور سیرت نگار بھی تھے۔انہوں نے اپنے پیرومرشد شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علوی علیہ الرحمہ کے حکم کے بعد ''سوانح حیات امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' تحریر کی اور پھر دوسری کتاب اپنے پیرومرشد کے وصال کے بعد ''سوانح حیات شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علویؒ'' تصنیف فرمائی۔اس کے علاوہ سلوک و تصوف کے موضوع پر کئی مضامین اور مقالے لکھے۔دونوں کتابیں مقبول عام ہوئیں اور تشنگان قلب و روح کے لئے اکسیر باطن ثابت ہوئیں۔دونوں کتابوں میں تزکیہ اور سلوک کی باتیں بھری پڑی ہیں۔تصوف کے تعلق سے تشنہ ذہن

افراد اس کتاب سے سیر حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے اذہان وقلوب کی تشویش اور اشکال کو دور کر سکتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ بھی تصوف کے تعلق سے لکھا وہ شرعی نقطہ نظر کو پیش نظر رکھ کر ہی لکھا۔ آپ ؒ کی تحریریں انفرادی اسلوب کی حامل ہیں اور علامہ شبلیؒ وعلامہ سید سلیمان ندویؒ کی جھلک اس میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت مولاناؒ بڑے ہی موثر انداز میں امت مسلمہ کو سرگرم عمل ہو جانے کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''زندہ قوموں کی کچھ خصوصیتیں ہیں، جن پر توجہ دینا ہمت کا کام ہے۔ ان کے نزدیک 'محال' اور 'مشکل' بے معنی لفظ لغت کی یادگار ہے۔ انہوں نے اس کو سمجھا اور ہر میدان میں ثبوت دیا...... تم اپنے ایمان اور حقیقت کو پیش کرنے کی اہلیت نہیں پاتے ہو، جب کہ دوسرے محال کو محال جانتے ہوئے کوشش کر کے حقیقت بنا رہے ہیں۔ چاند پر پہنچنے کا قصہ معلوم ہو چکا ہے۔ اعتقاد رکھنے والو! عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس وجود سے جانا، وہاں رہنا، پھر واپس آنا، کیا یہ خیال ہے یا ایمان کی حقیقت؟ اس جگہ پر اگر کوئی پوچھ بیٹھے کہ مشاہدہ پیش کرو گے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو کیا گردن جھکا کر ہٹ جانے سے جان بچ جائے گی یا زندگی اور ہمت کچھ غیرت دلائے گی؟

دوستو! خدا کا شکر ہے کہ بے نہایت نوازشوں اور نیک انعامات سے اس نے اہل اللہ کو نوازا، مگر شاہزادے کو بادشاہ کی نیابت اسی وقت ملتی ہے، جب وہ بیدار اور باہمت ہو۔ ورنہ وہ لائق میراث پدر کیوں کر ہے؟ اس مقام پر غیرت و ہمت کی کشاکش اگر دونوں ہوں تو بہت کچھ لا سکتی ہیں اور دلا سکتی ہیں۔

باتوں میں وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں۔ اٹھو اور سرگرم عمل ہو جاؤ۔ دیکھو روحانیت کا باب کیسے کھلتا ہے اور وہاں کا نگراں تمہارے لئے کیا تحفے لئے منتظر ہے۔''

حضرت مولاناؒ علیہ الرحمہ ذات پات کی عصبیت اور تفریق سے نفرت کرتے تھے اور امت مسلمہ کو

اتحاد و اتفاق کی دعوت و درس دیتے تھے۔ انہوں نے ایسی عصبیت کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا، گرچہ حضرتؒ کا یہ عمل عصبیت پسندوں کی تکلیف کا باعث بھلے ہی بنا ہو۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کی شادی کی بات زمین دار گھرانے میں طے ہوئی، متعینہ تاریخ کے مطابق چند احباب کے ساتھ نوشے کو لے کر لڑکی والے کے یہاں پہنچ گئے۔ اسی درمیان حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد حضرت الحاج صوفی اظہار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہدایت دی کہ فلاں گاؤں جا کر ہمارے ایک فلاں ضعیف مرید کو لے آیئے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صوفی صاحب سائیکل سے گئے اور اپنی سائیکل پر پیچھے بیٹھا کر اس ضعیف مرید کو لے آئے۔ یہ ضعیف مرید مہتر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ زمینداروں نے جب اس مہتر مرید کو حضرت علیہ الرحمہ کے ساتھ دیکھا تو ناک بھاؤں چڑھانے لگے اور ان کی پیشانی پر عصبیت کی لکیریں ابھر آئیں۔ کھانے کی شروعات ہوئی تو حضرت علیہ الرحمہ نے اس مہتر مرید کو اپنے ساتھ بٹھالیا اور اپنے ساتھ اپنی رکابی میں کھانے کا حکم صادر فرما دیا۔ وہ بے چارے پریشان کہ حضرت پیر صاحب کے ساتھ وہ بھی ان کی رکابی میں کیسے کھایا جائے۔ لیکن پیر و مرشد کا حکم تھا اور حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ تعمیل حکم میں اس ضعیف اور خوش نصیب مرید نے حضرتؒ کے ساتھ ان کی رکابی میں کھانا شروع کیا۔ حضرتؒ نے زمینداروں کے تیور کا اندازہ لگالیا تھا کہ وہ لوگ اس ضعیف مرید کو دیکھ کر ناک بھاؤں چڑھا رہے ہیں۔ لہٰذا حضرتؒ نے بھی اس بات کا عزم کر رکھا تھا اور پورے جلال میں تھے کہ کسی نے بھی اگر اونچ نیچ اور ذات پات کی بات نکالی تو آج بارات واپس جائے گی، لوگ واپس جائیں گے اور دولہا واپس جائے گا۔ بس زمین دار کرتے کیا، ساری اونچی برادری کے لوگ دیکھتے ہی رہے اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ کچھ بولے۔

بے شک حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور آقائے کائنات روحی فدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ دیئے گئے اس خطبے اور اسلامی تعلیمات کو کیسے فراموش کر سکتے تھے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ گورے کو

کالے پر کوئی برتری ہے بلکہ اللہ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ بڑی ہی حکمت و دانائی اور خوش اسلوبی کے ساتھ تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک دیہات میں پہنچے۔ اس دیہات کے مسلمان کثرت سے شراب نوشی اور لہوولعب میں مبتلا تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حکمت کے پیش نظر ایک چوپال میں جا کر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد آہستہ آہستہ لوگ آنے لگے اور شرف ملاقات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ آم کا زمانہ تھا۔ اس گاؤں میں آم کے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے۔ ایک دیہاتی ملاقات کے لئے آئے تو وہ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے آم لے کر آئے۔ حضرت مولاناؒ نے شوق سے آم کھانا شروع کیا۔ چوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی آم بہت پسند فرماتے تھے۔ جب دیہاتیوں نے دیکھا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ شرابی کبابی اور گنہگار کے ساتھ آم کھا رہے ہیں تو گاؤں کے اور دوسرے لوگ بھی آم لا کر حضرت مولاناؒ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آموں کے ڈھیر لگ گئے۔ بہر حال جو بھی حضرت مولاناؒ کو دیکھتا گرویدہ ہو جاتا، ان کا شیدائی ہو جاتا اور ان کی طبیعت خود بخود ان کی طرف مائل ہونے لگتی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاؤں کے کافی لوگ حضرتؒ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرتؒ خود بھی آم کھاتے رہے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے۔ لیکن اس درمیان کسی کو نہ کوئی بات کہی اور نہ کچھ سمجھایا۔ جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی آپ لوگوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی ہے۔ جب آپ لوگوں کو اعظم گڑھ آنا ہو تو ہم سے ملنے ضرور آیئے، ہم جامع مسجد کے قریب مکان میں رہتے ہیں۔ پھر اس گاؤں کے لوگ ایک ایک کر کے حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے لگے۔ آنے والوں کا یہ عالم تھا کہ جو بھی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ تائب ہو کر جاتا، اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کے آنسو بہاتا اور شراب نوشی ترک کرنے کا وعدہ کرتا۔ الحمد للہ اس گاؤں کی کایا پلٹ ہو گئی۔

لوگ شراب نوشی سے باز آئے، تائب ہوئے، ان کا رشتہ دین سے جڑا اور وہاں دین دار لوگ نظر آنے لگے، گھروں میں دین داخل ہوا اور ذکر وفکر کی صدائیں بلند ہوئیں۔

حضرت مولاناؒ علیہ الرحمہ نے پانچ مرتبہ حج بیت اللہ کیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے روضہ انور کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ ایک بار عراق کا بھی سفر کیا اور مقامات مقدسہ، بغداد، بصرہ، نجف اشرف، کربلا، نینوا، سلمان پاک اور کوفہ میں بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور فیض حاصل کیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے چھ افراد یعنی شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحبؒ (بخش پور، ٹھکماں، اعظم گڑھ، یوپی)، شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا قاری سید فصیح احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (استھانواں، نالندہ، بہار) شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا عضدالدین خاں صاحب مدظلہ العالی (علی گڑھ، یوپی)، شیخ الطریقت حضرت مولانا مخلص الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ، بنگلہ دیش) اور شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا آزاد رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ (دہلی) کو خلافت واجازت بیعت سے سرفراز کیا۔ حضرتؒ کے خلفا میں صاحبزادے شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا عضدالدین خاں صاحب مدظلہ العالی ماشاء اللہ بقید حیات ہیں، علی گڑھ میں مقیم ہیں اور شریعت و طریقت کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہندو بیرون ہند سفر کرتے ہیں۔

شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۷ محرم، ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری، ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر ہوا اور موضع منگراواں میں تدفین عمل میں آئی۔ منگراواں میں آپؒ کا مزار شریف مرجع خلائق خاص وعام ہے۔ آپؒ کے مزار شریف کے قریب میں ہی آپؒ کی اہلیہ محترمہ آسودۂ خاک ہیں۔ مزار شریف کے قریب ہی میں ایک مسجد اہل سلسلہ اور زائرین کے لئے تعمیر کر دی گئی ہے تاکہ کسی کو بھی دشواریوں کا سامنا نہ ہو۔

شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا آزاد رسول صاحب نور اللہ مرقدہ نے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل اپنے

پیر و مرشد حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح حیات تصنیف کی ہے۔ میں نے اس کتاب کے بعض جملے اور پیراگراف کو منتخب کر کے یہاں پر یکجا کر دیا ہے تا کہ حضرتؒ کی زندگی سمجھنے میں آسانی ہو۔ حضرت آزاد رسول صاحبؒ تحریر کرتے ہیں:

''حضرت والا حافظ تھے......صحیح تجوید کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے۔ اس لئے جب رمضان شریف میں آپ قرآن مجید سناتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ دریا جیسی روانی تھی کہ پڑھتے چلے جاتے۔ فرماتے ایک آدھ متشابہ ضرور لگتا ہے۔ ایک مرتبہ قرآن شریف سنانے کھڑے ہوئے تو خلاف توقع کئی متشابہ لگے۔ آپ نے جلدی سے سلام پھیر کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ آخری صف میں کچھ نوجوان بغیر وضو کے تراویح میں شریک ہو گئے ہیں۔ ان کو ہٹا دیا گیا تو پھر متشابہ نہیں لگا......حضرت والا کا قیام مختصر ہوتا تھا اس لئے اکثر تین دن پانچ دن یا سات دن میں قرآن شریف ختم کرنے کا پروگرام رہتا۔ ایک رکعت میں پانچ سات پارے پڑھے جاتے۔ لیکن حیرت ہے کہ مقتدیوں کو ذرا بھی گراں نہ گزرتا۔ نہ کسی پر نیند کا غلبہ ہوتا اور نہ کسی کو تھکن کا احساس ہوتا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آخری عشرہ کی ایک دو راتوں میں احباب کے اصرار پر کھڑے ہوئے تو ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھ دیا۔ مقتدیوں پر ایک خاص والہانہ کیفیت طاری رہی۔ قرآن شریف کے انوار دیر تک شفاف نورانی لہروں کی طرح نمودار رہے۔......مکہ معظّمہ میں حضرت والا کی قطب مدار سے ملاقات ہوئی۔ ......الٰہ آباد میں حضرت والا کو ایک مجذوب مٹھن شاہ کی صحبت بھی میسر آ گئی۔ شاہ صاحب بہت مہربان تھے، اکثر و بیشتر توجہ فرماتے رہتے جس کی وجہ سے راہ آسان ہو گئی۔......تعلیم شروع کرنے کے دو سال کے بعد ہی سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت کی اجازت مل گئی آپ کی ابھی چشتیہ سلسلہ کی شروعات تھی کہ ایک روز روحانی طور پر

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے ملاقات ہوئی۔...... سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت اور متوسلین کی تعلیم و تربیت میں عمر کے آخری حصہ تک سرگرم عمل رہے۔ کبھی بنگلہ دیش میں تو کبھی مدراس اور بنگلور میں تو کبھی ممبئی اور مالیگاؤں میں تو کبھی لاہور سندھ اور کراچی میں طالبوں کی تربیت میں مصروف دکھائی دیتے۔ نہ اپنے آرام کا خیال رہتا نہ صحت کی فکر۔...... اکثر فرماتے کہ حضرت قبلہ پیر صاحب کی عائد کردہ ذمہ داری سے خاطر خواہ سبکدوش نہیں ہوسکا۔ کل قیامت کے روز ان حضرات کی عائد کردہ ذمہ داری کے بارے میں کیا جواب دوں گا؟...... ایک بے تکلف ساتھی کہنے لگے کیا بات ہے مولوی صاحب آپ کافی دنوں سے سفر پر نہیں گئے۔ حضرت والا نے فرمایا کچھ ایسا ہی ہے۔ اب کی دفعہ ذرا بڑے لمبے سفر کا ارادہ ہے۔ وہ صاحب اس اشارے کو سمجھ نہ سکے کہ بلاوا آچکا ہے۔ انتظار ہے اب صرف چند دنوں کے مہمان ہیں۔ آخر اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف لوٹنے کا اور اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت آپہنچا۔...... حضرت والا کی زندگی میں نظم و ضبط کا جو اہتمام تھا اس کی مثال ملنی بہت مشکل ہے۔...... آپ بہت کریم الاخلاق تھے نئے لوگ جو حضرت والا سے ملتے ان سے آپ بہت خندہ پیشانی سے ملتے اور ان کے ذہنی اشکال کو دور کر کے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے۔...... حضرت والا چاہتے تھے کہ متوسلین میں سے ہر شخص کوئی نہ کوئی کام ضرور کرے تاکہ استغنا کے ساتھ سلسلہ کا کام کیا جاسکے۔ کوئی جھاڑ پھونک کی بات کرتا تو فرماتے کہ حضرت سید صاحبؒ کا نمونہ بنو کہ ایک نگاہ میں کام ہو جائے اور تعویذ لکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ حضرت والا سے اجنہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک روز احمد آباد کے سفر پر رات میں دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت والا نے کئی مرتبہ فرمایا بھئی اب بس کرو۔ اوروں کو بھی موقع دو۔ لوگ سمجھ نہ سکے۔

مطلب یہ تھا کہ دوسری مخلوق یعنی اجنہ وغیرہ بھی تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں
حضرت والا جہاں بھی جاتے وہاں کے صاحب خدمت ملاقات کے لئے حاضر
ہوتے۔ حضرت والا کی توجہ بہت زوداثر ہوتی۔ ایک دن فرمایا کہ توجہ کے وقت بہت
خیال رکھنا پڑتا ہے۔ مبادا طالب توجہ کا متحمل نہ ہوسکے اور روح پرواز کر جائے۔......
ایک جوگی نے سن رکھا تھا کہ صوفیوں کی صحبت میں انسان کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے۔
...... وہ حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے آیا۔ عصر کے بعد حضرت والا حسب
معمول جامع مسجد میں ایک گوشہ میں متوسلین کے سامنے بیٹھے تھے۔ مختصر سی گفتگو کے
بعد حضرت والا نے جوگی کو قلب کی توجہ دینی شروع کی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کا قلب
کھل گیا۔ وہ خوشی کے مارے مسجد میں ناچنے لگا۔ کہا اس وقت تو میں کہیں جارہا ہوں
پھر ملاقات کروں گا لیکن وہ دوبارہ نہ آسکا...... حضرت والا میں لطافت حد درجہ تھی۔
کوئی مریض قریب آکر بیٹھتا، وہ اپنے آپ اچھا ہو جاتا۔...... حضرت والا عالم
فاضل تھے، تھوڑی بہت انگریزی بھی جانتے تھے لیکن حقیقت میں حضرت والا کو اللہ
جل شانہ نے علم لدنی سے نوازا تھا...... شبلی منزل (دارالمصنفین) میں سید سلیمان
ندوی سے جو تصوف کے قائل نہیں تھے کئی دن تک حضرت والا سے تصوف پر بحث
رہی۔ پتہ چلا کہ موصوف پاکستان جانے کے بعد قائل ہو گئے۔...... حضرت والا ہمیشہ
ضبط و تحمل سے کام لیتے۔ متوسلین کے بارے میں باطنی انداز پر سب کچھ جانتے ہوئے
بھی ان سے اس انداز سے پیش آتے کہ انہیں اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا کہ حضرت والا
ان کی باطنی حالت سے باخبر ہیں۔...... سلسلہ کی تبلیغ واشاعت کا نقشہ ہمہ وقت
سامنے رہتا۔ خواہش ہوتی کہ حق کی تلاش میں بلاتفریق مذہب وملت جو لوگ بھی
سرگرداں ہیں ان کی کس طرح صحیح رہنمائی کی جائے۔...... ہمہ وقت خدا کی یاد میں
مشغول رہتے۔ کتنا ہی اہم کام ہوتا آپ بظاہر مصروف نظر آتے لیکن مجال ہے کہ ایک

لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل ہوئے ہوں۔ یادالٰہی سے دل سرشار رہتا اور معینہ اوراد وظائف کے اوقات کی حسب معمول پابندی ہوتی۔ عمر کا بیشتر حصہ کرایہ کے بوسیدہ مکان میں گزار دیا، مکان سے زیادہ مکین کی طرف توجہ تھی۔...... اپنی کمال قوت تاثیر سے طالب کو ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے اور برسوں کا کام تھوڑے دنوں میں کر دیتے اور مقامات عالیہ پر فائز فرما دیتے بلکہ دور دراز کے متوسلین بھی حضرت کی غائبانہ توجہ سے اعلیٰ اور بلند مقام پر فائز ہوتے۔...... حضرت والا میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک انسان کامل میں ہوتی ہیں۔ ایسی ہستیوں کا وجود و نایاب ہی نہیں عنقا ہے۔...... حضرت والا کھلی آنکھوں سے وہ باتیں مشاہدہ کر لیتے تھے جو دوسروں پر عام طور پر کیفیت اور استغراق میں ظاہر ہوتی ہیں۔ حضرت والا ایک دن کیفیت میں تھے فرمانے لگے اگر میں مٹی کو حکم دوں تو وہ گویا ہو جائے۔...... ایک مرتبہ حضرت والا بہار کے کسی موضع میں تبلیغ کے سلسلے میں ایک متوسل کے گھر پر پروگرام کے مطابق پہنچے۔ حسب معمول گھر والوں کے چہرے پر جیسی بشاشت ہونی چاہئے تھی وہ دکھائی نہیں دی۔ حضرت کے استفسار پر صاحب خانہ نے ایک طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ کمرہ اپنے آپ بند ہو گیا ہے، کھولنے کی ہر چند کوشش کی لیکن نہیں کھلا۔ یہ سن کر حضرت اٹھے کہ دیکھیں کہ کیا بات؟ کمرے کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچے تو کمرہ کھل گیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ ہم اسی کمرے میں قیام کریں گے۔ گھر والوں کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی۔...... اتباع سنت کو تمام ریاضت اور مجاہدات سے بہتر سمجھتے اور جو انوار و برکات اس سے ظاہر ہوں انہیں تمام فیوض سے افضل سمجھتے تھے اور جمعیت باطن اور دوام حضور کے مقابلے میں عام مشہور اذواق و مواجید کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے۔ فرماتے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایسے امور بہت کم ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ ہمارے طریقے کے

مجاہدات اور ریاضتیں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مطابق اور کتاب وسنت کے اتباع میں ہے اس لئے ہمارے طریقے کے اکابر کا ذوق اور وجدان بھی صحابہ کرامؓ کے مطابق ہے۔......حضرت قبلہ نے ایک دفعہ اپنے متوسلین سے اس سلسلہ میں بہت پُر درد اور پُر زور انداز میں فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کرامت کا ظہور ہوتو وہ خوشی کا مقام نہیں۔ یاد رکھو اولیاء اللہ کرامت کو حتی الوسع چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عارف کامل کرامت سے بھاگتا ہے کہ کہیں دل اس سے خوش نہ ہو، کیوں کہ اس کا دل میں جگہ پانا سم قاتل ہے۔ اپنی ہمت اور ارادے کو اس پر ختم نہ کرو کہ پانی پر چلنے لگو اور ہوا میں اڑنے لگو۔ کیوں کہ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کرتی ہیں بلکہ تم اپنی ہمت کی بازو سے اس بارگاہ کی طرف اڑو جس کی کہیں کوئی انتہا نہیں۔ منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا اس سے دل لگانا ہمت کی پستی اور عدم معرفت کی دلیل ہے۔''

## محبت مرشد

حضرت مرشد مکرم علیہ الرحمہ اپنے شیخ محترم، حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے بے انتہا عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ آپؒ اکثر و بیشتر اپنی مجلسوں میں اپنے پیر و مرشد اور روحانی پیشوا کے ارشادات، حالات و معمولات اور ان کے خصائل حمیدہ کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ حضرت مرشدنا اپنے شیخ محترم کا جب بھی نام لیتے یا تذکرہ فرماتے تو گویا اپنے شیخ محترم کے عشق میں ڈوبے نظر آتے تھے۔ چہرہ انور پر حزن و ملال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور اس شعر کے مصداق نظر آتے تھے:

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سا لاکھ سہی تو مگر کہاں

۱۹۹۴ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف کے موقع پر بعد نماز عصر حاضرین مجلس اور معتکفین

سے اپنے پیرو مرشد قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ'' حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے بارے میں فرمایا:

''مرشدنا دوران طالب علمی ہی سے کثرت مجاہدہ وریاضت کا اہتمام کرتے تھے۔ اکثر طلبا کھیل میں مشغول ہوتے اور آپؒ تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ کو قرآن پاک سے بے انتہا انسیت تھی۔ مرشدنا اساتذہ کرام کی نظروں میں ممتاز ومنفرد تھے اور شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ ہم عصر طلبا بھی بے انتہا محبت کرتے اور ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک شب میں پورا پورا قرآن پاک ختم کردیتے تھے۔ آپؒ سراپا سیرت محمدی ﷺ کے حامل تھے۔ پابندئ شریعت وسنت آپؒ کا شعار تھا۔ خاکساری وعاجزی طبیعت پر غالب تھی اور انکساری نصب العین تھا۔ آپؒ مریدین ومعتقدین اور متعلقین واحباب سے محبت فرماتے تھے اور مریدین ومعتقدین اور متعلقین واحباب بھی آپؒ پر فدا رہتے تھے۔''

## خدمت مرشد

حضرت مرشدنا نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے نانا جان اور پیرو مرشد علیہ الرحمہ کی تقریباً ۱۵ برسوں تک ایسی خدمت انجام دی کہ وہ مثالی ہے۔ حضرت نانا جانؒ جہاں اور جس مقام پر ہوتے آپؒ سایہ کی طرح ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ دن ہو یا رات ہمیشہ حجرہ کے دروازے پر خادم کی طرح کھڑے یا بیٹھے رہتے۔ حضرت نانا جانؒ جب شب میں بستر استراحت پر تشریف لے جاتے تو آپؒ حجرہ کے دروازے پر بیٹھ کر رات گزار دیتے۔ اس درمیان آپؒ کو شاید ہی کبھی جھپکی آئی ہو۔ آپؒ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کے سبب حضرت نانا جانؒ کے آواز لگانے پر حاضر نہ ہو پائیں۔ حضرت نانا جانؒ جب تہجد کے لئے اٹھتے تو آپ وضو کراتے اور مصلیٰ کو درست فرماتے تھے۔ حضرت نانا جانؒ وقفے وقفے سے حضرت مرشدنا کا نام لے کر پکارتے

تو فوراً اپنی بیداری کا ثبوت فراہم کرتے۔ دونوں بزرگوں کے درمیان بظاہر دوری اس وقت ہوتی جب کسی وجہ کر سفر میں ہوتے یا پھر اپنی ذمہ داریوں کے تحت دونوں حضرات کو کالج یا اسکول یا کہیں اور جانا ہوتا۔ لیکن روحانی طور پر دونوں میں علاحدگی نہیں ہوتی تھی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت نانا جانؒ کے حکم کے بعد جب سفر پر جاتے تو حضرت نانا جان تھوڑی تھوڑی دیر پر آپؒ کا نام لے کر پکارتے رہتے تھے۔ گھر کے لوگوں کو تعجب ہوتا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپؒ کا نام لے کر پکارتے رہتے ہیں۔ حضرت نانی جان رحمۃ اللہ علیہا کو بھی حیرت ہوتی مگر سوال کرنے کی ہمت نہیں کر پاتیں۔ حضرت مرشدنا سفر سے واپس تشریف لائے تو گھر کے لوگوں نے صورت حال سے واقفیت کرائی۔ حضرت مرشدنا نے ایک موقع پر حضرت نانا جانؒ سے پوچھ ہی ڈالا کہ ''آخر کیا وجہ ہے کہ غائبانہ میں میرا نام لے کر حضور پکارتے رہتے ہیں، جب کہ آپ حضور ہی مجھے سفر پر روانہ کرتے ہیں۔'' حضرت نانا جانؒ نے فرمایا ''ہم آپ کو اپنی ضرورت کے تحت نہیں پکارتے ہیں، بلکہ ہمارا روئے سخن تو اُن کی طرف ہوتا ہے دراصل ہم اُنہیں خبردار کرتے ہیں کہ ہم آپ کی طرف سے بے خبر نہیں ہیں۔'' (نوٹ: ''اُن'' سے مراد اجنہ کا بے راہ رو گروہ ہے۔)

## والد محترم

حضرت مرشدنا کے والد محترم حضرت الحاج صوفی اظہار الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (موضع نوادہ، ضلع اعظم گڑھ) انتہائی نیک طبیعت اور صالح فطرت کے حامل شخص تھے۔ آپؒ کا انتقال ۲۹ مارچ، ۲۰۰۸ کو تہجد کے وقت حالت سفر میں ہوا اور آپؒ کی تدفین اسی دن بعد نماز مغرب اعظم گڑھ شہر کے قبرستان (متصل جامعۃ الرشاد) میں اہلیہ محترمہ کے پہلو میں ہوئی۔ حضرت مرشدنا، والد بزرگوار کی حیات ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ عظیم المرتبت بیٹے کے وصال کا قلق پوری زندگی انہیں رہا۔ حضرت صوفی صاحبؒ بھی اپنے لختِ دل کے کمال تقویٰ اور مقامات جلیلہ کا خیال رکھتے ہوئے بڑا ہی ادب و احترام کا معاملہ رکھتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح ایک مرید اپنے پیر کے ساتھ

رکھتا ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے حضرت مرشدنا مولانا الحاج الشاہ اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ، حضرت الحاج احتشام الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الحاج ابصار الحق خاں صاحب اور حضرت الحاج احسان الحق خاں صاحب کے علاوہ تین بیٹیاں محترمہ فرحانہ خانم، محترمہ عذرا خانم اور محترمہ صبیحہ خانم عطا فرمائی تھیں۔ حضرت مرشدناؒ کے وصال فرما جانے کے بعد حضرتؒ کے منجھلے بھائی حضرت الحاج احتشام الحق خاں صاحبؒ کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ تعلیم یافتہ تھے۔ سلسلے کے معمولات کی ادائیگی میں پابندی اور استقامت سے کام لیتے تھے۔ مراقبہ اور ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے۔ فرائض کے ساتھ ساتھ تہجد گزار تھے اور نوافل کا اہتمام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مزاج میں سادگی، مہمان نوازی اور بے تکلفی عطا فرمائی تھی۔ جس سے بھی ملتے فراخ دلی کے ساتھ ملتے تھے۔ پیشے کے اعتبار سے لکڑی کے تاجر تھے۔ بعد میں انہوں نے جب کاشت کاری میں دلچسپی دکھائی تو پیداوار بھی اچھی خاصی ہونے لگی۔ اللہ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو بھی صبر و برداشت کا مادہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے حضرت مرشدناؒ کی والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد بچوں کی پرورش و پرداخت میں بڑے ہی صبر و رضا اور ہمت و عالی حوصلگی سے کام لیا۔ آپؒ ہومیو پیتھ کے بہترین اور دست شفا ڈاکٹر تھے۔ ہومیو پیتھ کی ہر مرض کی دوائیاں اپنے پاس موجود رکھتے تھے۔ خانقاہ میں آنے والے عقیدت مندوں یا اعتکاف کے موقع پر آنے والے مریدین و معتقدین کی طبیعت علیل ہونے پر انہیں شفقت و محبت کے ساتھ دوائیاں دیتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ کے وصال کے بعد جب لوگ آپؒ کے پاس اظہار تعزیت کے لئے پہنچتے تو آپؒ ہی سب کی تعزیت کرتے اور صبر و ہمت کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ کے وصال کے بعد حضرت مرشدناؒ کے مریدین و معتقدین کے نام اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے فرمایا:

''حضرت بابا صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ ایسے وقت میں ہمت اور صبر سے کام لیں، اللہ

پر توکل کریں۔ یادرکھیں ہمارے اوپر بزرگوں کا سایہ ہے۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ، حضرت حافظ حامد حسن علویؒ، نانا جان حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ اور ہمارے حضرت بابا صاحبؒ کا سایہ ہے۔ اپنے کام میں لگ جایئے، جس طرح سب لوگ کام کرتے رہے، محنت ومجاہدہ کرتے رہیں۔ اللہ مدد فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت بابا صاحبؒ کی مغفرت فرمائے اور انہیں کے صدقے اور طفیل میں اللہ ہماری مغفرت فرمادے۔ (آمین)

کوتاہی اور سستی اچھی چیز نہیں ہے۔ ہم کو اپنے کو کمزور اور سست نہیں بنانا ہے۔ شیطان کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس سے ہوشیار رہیں، آپس میں پیار ومحبت اور اخلاص سے رہیں کہ یہی سنت طریقہ ہے۔ جہاد افضل ہے اور نفس کا جہاد، جہاد اکبر ہے۔ احباب کو اللہ جل شانہ خدمت کا جذبہ اور محنت ومجاہدہ کی توفیق عطا کرے اور استقامت فرمائے۔ (آمین) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلیں۔ آپس میں تفرقہ سے بچیں۔ اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین) احباب جہاں ہوں، پیار ومحبت کے ساتھ مل جل کر رہیں، اکٹھا رہیں، اپنے اندر زیادہ سے زیادہ جوڑ پیدا کریں۔ حضرت بابا صاحبؒ کے بعد تو زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم مستعد وچاق اور چوبند رہیں۔ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہیں، آپس کے فتنے اور انتشار سے بچیں۔ اللہ ہدایت بخشے۔

آمین اللّٰھم آمین بحرمت سیدالمرسلین ﷺ''

## والدہ محترمہ

حضرت مرشدناؒ کی والدہ محترمہ کا اسم شریف محترمہ رضوانہ خانم تھا۔ آپؒ قرآن پاک کی حافظہ اور ولیہ کاملہ تھیں۔ مدرسہ محمدیہ الہٰ آباد سے حفظ قرآن پاک کی تکمیل کے بعد اپنے والد بزرگوار قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ظاہری

وباطنی حاصل کیں۔ اپنے صاحبزادے شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے نہایت ہی انسیت ومحبت فرماتی تھیں اور اپنے لاڈلے بیٹے پر رشک کرتی تھیں۔ آپؒ کے اکثر علیل رہنے کی وجہ کر حضرت مرشدناؒ کا عقد انتہائی سادگی کے ساتھ آپؒ کے انتقال سے چندروز قبل ہوا تا کہ آپؒ اپنی بہو کو دیکھ لیں اور آپؒ کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہو۔ حضرت مرشدناؒ اپنی والدہ سے بے انتہا محبت فرماتے اور اکرام وادب کے ساتھ ہمہ دم ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ فرماتے تھے کہ میری والدہؒ فجر کی نماز کے بعد ناشتہ بنانے تک یعنی گھر کی صفائی ستھرائی کے درمیان تقریباً تین چار پارے تلاوت فرمالیتی تھیں۔

کینسر کا مرض ہو جانے کی وجہ کر آپؒ کا وصال ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۷۳ء بروز جمعرات، بوقت عصر ہوا۔ تدفین اعظم گڑھ شہر کے قبرستان (متصل جامعۃ الرشاد) میں عمل میں آئی۔ جس وقت حضرت مرشدنا کی والدہؒ کا انتقال ہوا، اس وقت حضرتؒ کے چھوٹے بھائی حضرت احسان الحق خاں صاحب ڈھائی برس کے تھے اور حضرتؒ کی چھوٹی بہن پانچ سال کی تھیں۔ حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ان بچوں کی پرورش و پرداخت میں بڑی مشقت اٹھائی اور اپنے تمام تبلیغی و تنظیمی دورے منسوخ کردیئے تھے۔

وفات کے بعد حضرت مرشدناؒ نے خواب میں دیکھا کہ والدہ محترمہ جنت میں آرام سے ہیں اور ان کی کینسر کی بیماری بھی اچھی ہوگئی ہے۔ اماں جان سے پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

''میں پان میں کافور ملا کر کھاتی ہوں، اس سے کینسر کی یہ بیماری ٹھیک ہوگئی۔''

## نانی جان

حضرت مرشدناؒ کی نانی جان رحمۃ اللہ علیہا بڑی ہی نیک سیرت، پاک طینت، مہمان نواز اور خدمت گزار خاتون تھیں۔ بالخصوص احباب سلسلہ اور شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے مریدین ومعتقدین کی بھر پور ضیافت کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنی بڑی

صاحبزادی حضرت مرشدناؒ کی والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد اپنے نواسے اور نواسیوں کی بہتر ڈھنگ سے نگہداشت کی اور ان کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی۔ آپؒ نے حج وعمرہ بھی کیا۔ فرائض کے ساتھ سنن ونوافل بھی انجام دیتی تھیں۔ آپؒ کا انتقال ۹ نومبر ۱۹۸۴ء کو ہوا اور آپؒ کی تدفین شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ کے بازو میں منگراواں میں کی گئی۔

## دادی جان

حضرت مرشدناؒ کی دادی جان بھی تمام پوتوں میں حضرتؒ سے بے انتہا محبت وشفقت فرماتی تھیں۔ بڑی ہی خوبیوں کی مالک تھیں۔ جس سال مرشدناؒ کی دادی جان کا وصال ہوا، اس سال میں بھی حضرتؒ کی معیت میں اعتکاف میں تھا۔ جامع مسجد اعظم گڑھ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت مرشدناؒ نے پڑھائی۔ حضرت مرشدناؒ نے دادی جان سے متعلق فرمایا کہ ''دادی جان بڑی نیک اور ولیہ تھیں، مجھ سے بے انتہا محبت فرماتی تھیں۔''

## خلافت واجازت

حضرت مرشدناؒ نے عصری علوم سے فراغت کے بعد ۹ ماہ تک اتنی سخت محنت ومجاہدہ اور ریاضت کی کہ زمین سے پیٹھ تک نہیں لگائی، بس مراقبے کی حالت میں غنودگی کی کیفیت طاری ہوتی، نیند کا غلبہ ہوتا یا پھر جھپکی آتی۔ حضرت مرشدناؒ نے شیخ محترم قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ سے سلسلہ عالیہ مجددیہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عالیہ شاذلیہ کی تعلیمات حاصل کیں ـــ اسی ۹ ماہ کی ریاضت کے نتیجے میں اللہ کا کرم جوش میں آیا اور حضرت مرشدناؒ صرف ۲۴ سال کی عمر میں مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۳ء میں خلافت واجازت بیعت سے نوازے کئے گئے۔ حضرت مرشدناؒ نے اپنے شیخ محترم کی حیات میں کسی کو بھی بیعت نہیں کیا، بلکہ اجازت وخلافت کے باوجود آپؒ نے ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھا

کہ حضرت شیخ کی شخصیت بحر بیکراں ہے۔ جو بھی مرشدنا کے پاس بیعت کے لئے آتا فرماتے کہ حضرتؒ کی موجودگی میں یہ کام زیب نہیں دیتا۔

## خصائل حمیدہ

حضرت مرشدناؒ کی ذات گرامی خصائل حمیدہ کا مجموعہ تھی۔ آپؒ میں انسان دوستی، شرافت نفسی، ایثار، قربانی اور عجز وانکساری کا عنصر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سادگی آپؒ کا شعار تھا اور اخلاص وللّٰہیت کا جذبہ پوری طرح آپؒ کی ذات والا صفات میں موجزن تھا۔ ساتھ ہی آپؒ حلم و بردباری کے جذبہ سے سرشار تھے۔ اگر کسی مرید کے ذریعہ کوئی بات آپؒ کے مزاج یا آپؒ کی طبیعت کے خلاف سامنے آجاتی تو اس کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر لیتے اور ذرہ برابر بھی چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اور نہ ہی پیشانی پر شکن پڑتے تھے بلکہ آپؒ احسن طریقے سے اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ بلاشبہ آپؒ مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔

## اخلاق

حضرت مرشدناؒ نہایت نرم دل، منکسر المزاج، نرم گو، فراخ دل اور مجسمہ اخلاق نبوی تھے۔ جب بھی کوئی اجنبی یا غیر اجنبی آپؒ کی خدمت میں آتا تو آپؒ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آؤ: ترمذی) کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپؒ کے حسن اخلاق کا یہی وہ انداز تھا کہ جو بھی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اسے گرویدہ بنالیتا تھا اور آپؒ کے عقیدمندوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرا کر جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں اللہ کے بندوں نے جب آپؒ کے اخلاق عالیہ کی خوشبو سونگھی تو اسے حیات جاودانی نصیب ہوگئی اور وہ آپؒ کی ذات گرامی سے مستفیض و مستفید ہوئے۔ آپؒ کی مجلسوں میں ایسا شخص بھی آتا تھا، جو اپنے دل میں آپؒ کے لئے اخلاص نہیں رکھتا تھا، لیکن جب اسے آپؒ کی آشنائی ملتی تو اپنے آپ کو سراپا اخلاص و اخلاق نبوی کے پیکر مرشد برحق کے قدموں میں نچھاور کر دیتا تھا۔ بد خلقی سے آپؒ سخت

نفرت فرماتے تھے۔اپنے تو اپنے بیگانے بھی آپؒ کے اخلاق عالیہ کو دیکھ کر اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ ہر شخص یہ سمجھنے لگتا تھا کہ حضرتؒ مجھ سے ہی زیادہ محبت فرماتے ہیں۔الحمدللہ آپؒ اخلاق کے اس مقام پر فائز تھے، جس کے بارے میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا اِنَّ مِنْ اَخْیَرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (تم میں بہتر وہی لوگ ہیں جو تم میں اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر ہوں: بخاری):

اخلاق کا یہ عالم کہ ہر ایک سمجھتا ہے
جو مجھ سے تعلق ہے اوروں سے نہیں ایسا

## تواضع

حضرت مرشدناؒ حضور پاک ﷺ کی حدیث شریف مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ (جس نے اللہ کے لئے تواضع وخاکساری اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے اور جس نے خود کو بڑا سمجھا اللہ تعالیٰ اس کو پستی میں ڈال دیتا ہے۔بیہقی) کے پیش نظر اپنے قول وفعل اور عمل میں انتہا درجے کی خاکساری اور انکساری برتتے تھے۔تواضع وانکساری اس حد تک کہ اکثر مجالس میں اپنے مریدین ومعتقدین کی تعریف وتوصیف فرماتے ہوئے خود کو کمتر اور حقیر پیش کرتے تھے اور اس بات کا برملا اظہار فرماتے کہ ''آپ مجھ سے بہتر ہیں، آپ مجھ سے اچھے ہیں۔''اور فرماتے تھے کہ ''جب آپ بخش دیئے جائیں گے تو بخشنے والا شرم کھا کر استاد کو بھی بخش دے گا۔'' حضرت علیہ الرحمہ کبھی بھی اپنی بڑائی بیان نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی سے تعریف وتوصیف سننا پسند فرماتے تھے بلکہ ہمیشہ عاجزی وفروتنی کو پیش نظر رکھتے تھے اور اپنے کو اس طرح پیش کرتے تھے گویا آپؒ ایک عام آدمی ہیں جب کہ آپؒ کے مرتبے کا کیا کہنا یہ تو اللہ والے اور اہل قلب وجگر ہی جانتے ہیں کہ میرے پیر ومرشد شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ نے کتنے اعلیٰ مقام ومنصب پر فائز کیا تھا۔حقیقت تو یہ ہے کہ حضرتؒ کی مجلسوں میں آ کر فیض حاصل

کرنے والے اپنے وقت کے مشائخ کبار بھی زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے، مگر دنیا و مافیہا سے ماورا حضرتؒ کی ذات گرامی تواضع وانکساری اور خاکساری کا پیکر نظر آتی تھی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہیں فرماتے جس سے کوئی شان ٹپکتی ہو بلکہ کسی قسم کی شان کا شائبہ بھی نہ تھا۔ ایک مجلس میں آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''اگر آپ یہ کام کریں گے تو آپ اچھے ہو جائیں گے اور امید کرتا ہوں کہ آپ کی برکت سے ہم بھی اچھے ہو جائیں گے۔ آپ بخش دیئے جائیں گے تو بخشنے والا شرم کھا کر استاد کو بھی بخش دے گا۔ یہی لالچ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سب کی مغفرت فرمائے اور میری بھی۔''

تواضع جو بھی کرتا ہے خدا اونچا اٹھاتا ہے
تکبر کرنے والے کو خدا نیچے گراتا ہے

## تقویٰ و اتباع سنت

حضرت مرشدناؒ کے تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ آپؒ مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرتے اور سنت کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، اور گفتگو کا انداز و بیان مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ (جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی: ترمذی) کے مطابق تھا۔ آپؒ کی زندگی کے لمحات سرمو سنت سے خالی نہیں تھے، بلکہ عادات و اطوار سے عشق نبوی اور محبت رسول اللہ ﷺ ظاہر و عیاں ہوتا تھا۔ دیکھنے والا اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر یہ ضرور کہہ دیتا کہ واقعی حضرتؒ سیرت نبوی ﷺ اور سلف صالحین کے نمونہ ہیں۔ مخالف ہو یا معاندان کی زبان بھی حضرت کے کمال تقویٰ اور اتباع سنت کے لئے شاہد و گواہ تھی۔ آپؒ کی زبان مبارک پر جب بھی کائنات کے سردار، امت کے سرکار و آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک آتا تو آپؒ بے چین و مضطرب ہو جاتے تھے۔ آپؒ کی مجلس میں آقا و مولیٰ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے تھے کہ مجلس میں بیٹھنے والا ہر فرد آپؒ کے عشق ومحبت کا شاہد وگواہ بن جاتا تھا۔ اس حقیقت کا اعتراف صرف آپؒ کے عقیدت مند ہی نہیں بلکہ دوسرے حضرات بھی کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ حضرت مرشدنا میں عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ مکمل طور پر پائی جاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مرشدنا کی حضور پاک ﷺ سے محبت حضور پاک ﷺ کے اس فرمان لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتیٰ اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن (تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (حضور اکرم ﷺ) اس کے نزدیک اس کے بال بچوں اور اس کے باپ اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں: حدیث) کی عملی تفسیر تھی۔

حقیقی معنوں میں حضرت مرشدنا کی زندگی یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ (یہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں، یہ صالح لوگ ہیں: آل عمران۔۱۱۴) کے مطابق تھی۔

## عزم وتوکل

جیسا کہ قبل میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مرشدنا کو طالب علمی کے دوران این سی سی سے بھی دلچسپی تھی۔ این سی سی کا کیمپ کسی دور دراز گاؤں میں لگا، اس کیمپ میں حضرت مرشدنا کو بھی شریک ہونا تھا، اتفاق کی بات ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ پڑ گیا۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ کیمپ کے دوران این سی سی والوں کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے، اس کے بھی ضابطے اور روزانہ کے معمولات ہیں۔ حضرت مرشدنا نے پختہ دلی اور ایمانی قوت کے ساتھ اس بات کا عزم کیا کہ اب چاہے جو بھی ہو، سحری ملے یا نہ ملے، روزہ رکھنا ہی ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ پورے رمضان کا روزہ رکھنے کا ارادہ کرلیا۔ جب ارادہ نیک اور خالص جذبہ کے ساتھ ہو، رب العالمین پر توکل اور للّٰہیت ہو تو اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں کی حسن نیت کے اعتبار سے سارے معاملے طے کرتا ہے، اس راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کا دفاع کرتا ہے اور وہ خود حامی اور ناصر بن جاتا ہے۔ حضرت مرشدناؒ این سی سی کیمپ والے گاؤں میں پہنچے، سحر کا وقت ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ سحر کے وقت ایک لڑکا سحری لئے ہوئے آپؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور کہا:

''اس گاؤں میں میری اماں رہتی ہیں، جو آپ کی فلاں رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے یہ کھانا سحری کا آپ کے واسطے دیا ہے۔''

حضرت مرشدناؒ متعجب ہوئے اور حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ اس دور دراز گاؤں میں میرا رشتہ دار کہاں سے کوئی نکل آیا۔ لیکن درحقیقت یہ تو غیبی نعمت تھی، جسے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب بندے کے لئے انتظام کیا تھا، اور وہ رب جو سارے جہاں کا پالنہار ہے، کیوں نہ اپنے متوکل بندے کے ساتھ ایسا کرتا۔ چونکہ بندے نے توکل و عزم کر رکھا تھا کہ مولیٰ چاہے جو بھی ہو، سحری ملے یا نہ ملے، میں تو روزے رکھوں گا۔ حضرت مرشدناؒ نے اس نعمت غیبی پر شکریہ ادا کیا اور سحری کر لی۔ افطار کا بھی وقت آیا۔ پھر وہی لڑکا افطار لئے بابا حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلکہ یہ سلسلہ پورے رمضان تک قائم رہا کہ وہ لڑکا پابندئ وقت کے ساتھ افطار و سحری لے کر حاضر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح پورا رمضان اچھی طرح گزر گیا کہ نہ افطار کی فکر رہی اور نہ سحری کی۔ بہرحال اس عنایت و رحمت خداوندی پر حضرت مرشدناؒ شکر گزار ہوئے۔ عید کی نماز کے بعد حضرت مرشدناؒ کو یہ خیال ہوا کہ کیوں نہ اس خاتون رشتہ دار سے مل آیا جائے، جو ہمارے لئے اتنے اہتمام و انتظام کے ساتھ افطار و سحری بھیجا کرتی تھیں۔ بابا حضورؒ بغرض ملاقات اس گاؤں میں پہنچے اور پورا گاؤں چھان ڈالا لیکن نہ تو افطار و سحری لانے والے لڑکے سے ملاقات ہوئی اور نہ ہی اس لڑکے کی اماں سے۔ مختصر یہ کہ یہ سارا معاملہ اللہ پر توکل اور عزم کے نتیجے میں پیش آیا۔ اس لئے کہ جو بندہ اللہ پر بھروسہ کر لے اور یقین و اعتماد کے ساتھ عزم کر لے تو سارے معاملات آسانی کے ساتھ طے ہو جاتے اور سارے

حالات سدھر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا متوکل بن جاتا ہے اور حامی وناصر بھی۔

## معمولات

حضرت مرشدنا کے روزانہ کے معمولات اس طرح تھے کہ بعد نماز مغرب فاتحہ اور مراقبہ ضبط اوقات کے مطابق کرتے۔ پھر مریدین ومعتقدین کے درمیان اصلاحی ودینی گفتگو کرتے اور سوالوں کے جوابات مرحمت فرماتے تھے۔ بعد نماز عشاء درود شریف کے ورد میں تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹے لگتے، اس کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے۔ بعدہ پھر کبھی دینی ونورانی مجلس شروع ہو جاتی تو تقریباً شب کے کبھی گیارہ اور کبھی بارہ بج جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد سونے کا حکم فرما کر خود بھی آرام کے لئے چلے جاتے تھے۔ تہجد کے لئے موسم کے اعتبار سے تقریباً دو یا تین بجے اٹھتے اور فجر کی اذان سے قبل تک ذکرواذکار اور دعا واستغفار میں مشغول رہتے تھے۔ فجر کی اذان کے بعد مسجد تشریف لے جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے یا پھر کبھی خانقاہ میں ہی جماعت کا اہتمام کرتے اور اس کی امامت خود فرماتے تھے۔ بعد نماز فجر اشراق تک وظائف اور مراقبے میں مشغول رہتے تھے، اشراق کے بعد کبھی مریدین ومعتقدین سے گفتگو کرتے اور کبھی آرام فرماتے تھے۔ زوال سے قبل قبل چاشت کی نماز ادا کرنے کے بعد مراقبہ کرتے، بعدہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت جہر سے فرماتے، اس درمیان مریدین ومعتقدین وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ (اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اعراف:۲۰۴) کے حکم کے مطابق تلاوت قرآن کریم کی سماعت کرتے تھے۔ حضرت نوراللہ مرقدہ دوران تلاوت، قرآن پاک کی آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ سے جنت، مغفرت، اللہ کی رضا، رسول ﷺ کی محبت، شیطان سے پناہ، جہنم سے خلاصی، رحم وکرم، عفوودرگزر اور رحمت ورافت وغیرہ کی دعائیں فرماتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت اس انداز میں کرتے تھے کہ گویا قرآن پاک کے الفاظ سننے والوں کے قلوب میں اتر رہے ہوں۔ دوران تلاوت حضرتؒ خود

بھی روتے اور مریدین و معتقدین کو بھی رلاتے تھے ساتھ ہی خود حضرت مرشدنا اور مریدین و معتقدین پر ایسی کیفیت طاری رہتی تھی جو زبان بیان کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔ ان کیفیات کا ذکر تو وہی کر سکتا ہے جو صاحب دل ہو اور جو قلب صالح رکھتا ہو۔ میں کیا اور میری حقیقت کیا۔ بس مجھے تو چند بار ہی یہ شرف حاصل رہا، جسے میں زندگی میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ رب العزت سے مجھ جیسے کم مایہ اور گنہگار کی دعا ہے کہ وہ ہم تمام مریدین، معتقدین، متعلقین اور احباب سلسلہ کو اسی طرح قرآن پاک تلاوت کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، دربھنگہ، بہار) راقم کے نام اپنے مکتوب میں تلاوت قرآن پاک کے دوران کی کیفیت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"اللہ جل شانہ نے کرم کیا، فرصت کی صورت پیدا کر دی۔ میں فروری ۷۸ء میں حاضری کے لئے روانہ ہوا۔ جامع مسجد اعظم گڑھ پہنچا۔ مسجد میں میری ملاقات مؤذن صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے ہم لوگوں (میں، ماسٹر نور الہدیٰ اور ماسٹر قاسم) کو قیام گاہ پر پہنچایا۔ اس وقت حضرت قبلہ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ کھجور کھلایا گیا، پانی پلایا گیا، پھر پہلا حکم صادر فرمایا، جاؤ مسجد سے چاشت کی نماز پڑھ کر آؤ۔ میں بھی پڑھتا ہوں۔ ہم تینوں آدمی مسجد پہنچے، چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر پہنچے۔ دوسرا حکم ہوا کہ آنکھیں بند کر کے تلاوت قرآن پاک کی نیت کر لو۔ حکم پر عمل کیا گیا۔ حضرت قبلہ نے سورۂ مزمل کی تلاوت شروع کی۔ اس کی کیفیت الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تلاوت جب تک ہوتی رہی بند آنکھوں سے دیکھتا رہا کہ ناک، کان، آنکھ، منہ کے راستے نور میرے اندر داخل ہو رہا ہے۔ اللہ جل شانہ کا شکریہ ادا کیا۔"

بہر حال، خواہش مند افراد کو کبھی بعد نماز چاشت یا بعد نماز ظہر یا پھر فرصت کے مطابق بیعت کرتے

اور تعلیم و تربیت کے کاموں کو انجام دیتے تھے یا مریدین و حاضرین کے ساتھ دینی امور پر گفتگو کرتے اور سوالوں کے جوابات دیتے تھے۔

بعد نماز ظہر ضبط اوقات کے مطابق مراقبہ کرتے اور اس کے بعد کھانا تناول فرماتے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد سنت کے مطابق قیلولہ کرتے تھے۔ بعد نماز عصر استغفار اور اسمائے حسنہ کا ورد کرتے اور مراقبہ کے بعد مریدین و معتقدین اور حاضرین مجلس سے دینی و اصلاحی گفتگو یا خواہش مند حضرات کو بیعت کرتے تھے۔

حضرت مرشدنا کا معمول یہ بھی تھا کہ آپ بعد نماز فجر سورہ یٰسین اور ۳۳ آیتیں، بعد نماز ظہر سورہ جن، سورہ مزمل اور سورہ قیامۃ، بعد نماز عصر سورہ نبا اور نازعات، بعد نماز عشاء سورہ واقعہ، سورہ ملک، سورہ حاقہ اور ۳۳ آیتیں تلاوت فرماتے نیز جمعہ کے دن سورہ کہف، سورہ جن، سورہ مزمل اور سورہ قیامۃ کی تلاوت فرماتے تھے۔

جب باتیں حضرت کے معمولات کے متعلق چل رہی ہیں تو ایک بات عرض کرتا چلوں کہ حضرت والا کو ۱۹۸۷ء میں مثانہ میں پتھری کا عارضہ لاحق ہوا۔ حضرت مرشدنا شدت درد سے بے چین رہتے تھے، اتنا شدید درد ہوتا تھا کہ دسمبر اور جنوری کے مہینے میں بھی پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا۔ ڈاکٹروں نے نقاہت اور کمزوری کے پیش نظر حضرت کو آرام فرمانے کا مشورہ دیا کہ آپ بالکل ہی نہ چلیں، نہ پھریں، صرف اور صرف آرام فرمائیں۔ لیکن ڈاکٹروں کے مشورے کے باوجود حضرت مرشدنا کے معمولات میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا بلکہ حسب معمول فرائض و سنن اور نوافل کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، تلاوت قرآن پاک اور ذکر و مراقبہ ضبط اوقات کے مطابق انجام دیتے رہے۔ دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو کچھ ہوا ہی نہیں، بلکہ آپ قرآن پاک کی آیت کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (اللہ کے ولیوں کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ یونس:٦٢) کی حقیقی تفسیر تھے۔

حضرت مرشدناؒ نے ڈاکٹروں کے منع کرنے کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ حضرتؒ کی نقاہت اور کمزوری اور اس پر سے حضرتؒ کے معمولات کی ادائیگی کو دیکھ کر لوگ یہ کہنے پر مجبور تھے کہ حقیقتاً اللہ والوں کو کوئی درد اور ٹیس اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتی اور نہ ہی اللہ والوں کے راستے میں ڈاکٹروں اور حکما کے مشورے مانع و رکاوٹ بنتے ہیں۔ چونکہ خوف خدا اور عشق رسول ولیوں پر غالب رہتا ہے، وہ جانتے ہیں کہ قادر مطلق ہی حکیم ہے۔ اور یہی وہ یقین و اعتماد، خوف و خشیت اور محبت و عشق ہے جو ان کے سارے درد و ٹیس کو زائل کر دیتا ہے۔ اہل اللہ کا تو ایمان ہے کہ جس نے درد دیا ہے وہی دوا دے گا، جس نے مرض دیا ہے وہی شفا دے گا، جس نے تکلیف دی ہے وہی آرام دے گا۔ ان کا ایمان ہے کہ امراض لغزشوں و خطاؤں کی مغفرت کا ذریعہ ہیں۔ خطا و نسیان سے بچاؤ اور معافی کی بہترین صورت ہے۔ اللہ والے اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ٥ (میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ مومن:۴۴) کا نعرہ حق لگاتے ہوئے اپنے سارے معاملات کو اللہ رب العالمین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ حضرت مرشدناؒ نے بھی اپنی تکالیف اور درد کو اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ٥ (مومن:۴۴) کہہ کر مالک و حکیم اور خالق و رحیم کے سامنے رکھ دیا۔

جس پتھری کی وجہ کر حضرت مرشدناؒ کو شدت درد اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور درد و تکالیف نے کمزور و ناتواں بنا رکھا تھا، بالآخر اس کے آپریشن کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے۔ خدا کی قدرت کہئے کہ دہلی میں قیام کے دوران ہی پتھری بغیر سرجری کے ۲۳ دسمبر، ۱۹۸۷ کو خارج ہوگئی اور آپریشن کی نوبت نہیں آئی۔ مولائے کریم کا کرم کہئے کہ مریدین و معتقدین جن پریشانیوں اور کلفتوں سے دوچار تھے، پتھری نکل جانے کی خبر نے انہیں مسرت و شادمانی بخشی۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥ (اگر تم کو اللہ

تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس مرض کا کوئی ہٹانے والا نہیں ( بلکہ ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمائے اور وہ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔ یونس: ۱۰۷)

ملاحظہ فرمایئے حضرت مرشدنا کا مکتوب گرامی جو ''البیان'' مالی گاؤں کے ۱۵ جنوری، ۱۹۸۸ مطابق ۲۴ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ کے شمارہ میں شائع ہوا تھا:

محبی! السلام علیکم:

الحمدللہ بخیریت ہوں، دہلی کے قیام میں ۲۳ دسمبر، ۸۷ کو پتھر اپنے آپ بغیر آپریشن کے خارج ہوگیا۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے صحت بخشی، اس کا شکر و احسان ہے۔ اللہ جل شانہ آئندہ آنے والی بلاؤں اور بیماریوں کو دفع کردے اور ان سے حفاظت فرمائے۔ آمین

والسلام / اسرارالحق

حضرت مرشدنا کو میں نے دیکھا کہ آپؒ ان تکالیف اور شدت درد کے عالم میں بھی اپنے مریدین و معتقدین کی اصلاح، تعلیم و تربیت، معاملات و معمولات اور شریعت و سنت کی پابندی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ سفر و حضر میں بھی معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا بلکہ حسب سابق اپنے تمام معمولات کو پورے اہتمام و تندہی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ حضرتؒ کی زندگی میں کوئی چیز، کوئی بیماری اور حزن و غم مانع ورکاوٹ نہ بنی بلکہ حق و سچ تو یہی ہے کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## حج، عمرہ وزیارت

ہر مسلمان اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ مسلمانوں کا مرکز عقیدت ومحبت ''کعبہ شریف'' اور ''مدینہ منورہ'' ہے۔ کون مسلمان ہوگا، جس کے دل میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دیدار وزیارت کی خواہش واشتیاق نہ ہو، کون مسلمان ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے پیسے دیئے ہوں اور وہ حج کی سعادت حاصل نہ کرے۔ اور اس سے بڑا بدنصیب بھی کون ہوگا کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرے اور محسن انسانیت آقا ومولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت نہ کرے۔ بلکہ ہر وہ مسلمان جس کے پاس پیسے نہ ہوں تو وہ بھی حج بیت اللہ کا شوق وذوق اور تمنا وآرزو رکھتا ہے اور مدینہ کے تاجدار فخر کائنات حضور پاک ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کا مشتاق رہتا ہے۔ بلکہ ایسے نہ جانے کتنے بندگان خدا ہیں جو اپنی نگاہوں کو دیدار کعبہ سے ہٹانا نہیں چاہتے اور حضرت آقائے کائنات ﷺ کی گلیوں کے گرد وغبار کو سرمہ بناتے ہیں۔

حضرت مرشدناؒ قرآن کریم کی آیت مبارکہ وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا (لوگوں کو حج کرنے کے لئے اعلان کردو تاکہ وہ تیرے پاس پاپیادہ اور سوار ہوکر آئیں۔ حج: ۲۷) پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ بیشک آپؒ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی کہ آپؒ ۱۹۷۵ سے ۱۹۹۶ تک مسلسل بائیس مرتبہ حج بیت اللہ اور روضۂ اقدس آقائے نامدار فخر کائنات امام الانبیاء خاتم النبیین والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے اور ۱۹۸۱ سے ۱۹۹۶ تک سولہ مرتبہ عمرہ کیا۔ حضرت مرشدناؒ کے حج کے سلسلے میں حضرت نانا جان علیہ الرحمہ کا فرمایا ہوا جملہ صدفی صد صحیح ثابت ہوا۔ حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے مالی گاؤں میں ایک جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے ''اپنا ایک واقعہ'' دہرایا:

''مالی گاؤں کے لوگ ۱۹۷۵ء میں اعظم گڑھ گئے تھے تو نانا جان پیر ومرشد مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو ان کے ساتھ مالی گاؤں روانہ فرمایا، پھر

وہاں سے بمبئی جانے کے لئے کہا۔ اس سے پہلے یہ واقعہ ہوا کہ احمد آباد کے ایک صاحب نانا جان علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ ایک دن انہوں نے پوچھ لیا کہ اسرار صاحب نے حج کیا یا نہیں؟ وہ حج کرنے کب جائیں گے؟ نانا جان علیہ الرحمہ نے یہ بات سنی تو مہمان کو میرے ساتھ مسجد میں بھیج دیا اور خلاف معمول اپنے کمرے میں دیر تک خلوت اختیار کی۔ کمرہ کھول کر مہمان کو بلایا اور فرمایا کہ اسرار صاحب جب حج کرنا شروع کریں گے تو انشاء اللہ حج پر حج کرتے چلے جائیں گے۔ مسلسل حج کریں گے۔ پچاسوں حج کریں گے۔ آج یہ نانا جانؒ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ہم نے مسلسل بائیس حج کیے اور پندرہ بار عمرہ کرنے بھی گئے۔ مالی گاؤں سے ہی ہم پہلا حج کرنے کے واسطے بمبئی گئے تھے اور وہاں بغیر حج فارم بھرے ہی آخری ہوائی جہاز سے حج پر چلے گئے۔ یہ اللہ کا احسان تھا اور نانا جانؒ کی دعا کی قبولیت کا کھلا ثبوت۔" (ہفت روزہ "البیان" مالی گاؤں، مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۶ء، مطابق ۶ جمادی الاول، ۱۴۱۷ھ)

کائنات کے سردار رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ (جس نے میرے قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی) کی روشنی میں آپؒ ہمیشہ حضرت رسول پاک ﷺ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے مشتاق رہتے۔ آپؒ بے چین رہتے کہ کعبہ کا دیدار اور روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کسی طرح بھی ممکن ہو سکے۔ اس لئے کہ ایمان والوں کا مرکز عقیدت ومحبت کعبہ اور مدینہ ہی ہے، جہاں رحمت ونور کی بے انتہا بارش ہوتی ہے، جہاں انوار وبرکات کے سمندر بہتے ہیں، جہاں رحمت خداوندی کی عنایات عام ہیں، جہاں بخشش کی سند عطا کی جاتی ہے، جہاں مغفرت کی ضمانت دی جاتی ہے، جہاں عشق و محبت کی ہوائیں چلتی ہیں، جس کی گلی کوچوں سے جاں نثاری کی خوشبو ملتی ہے، جہاں نکہت ونور کے

خزانے لٹتے ہیں، جہاں بیمار قلوب و اجسام کو صحت و شفا نصیب ہوتی ہے — اس مدینے کی گلیوں اور ہواؤں پر قربان جائیے، جس کی ہوا میں اڑنے والے گرد و غبار بھی شفا کے لئے کافی ہیں۔ نہ جانے کون کون سے خزانے لٹتے ہیں، نہ جانے بے حد و بے حساب جہاں سب کچھ ملتے ہوں تو پھر ہمارے حضرتؒ کیوں نہ ان فیوض و برکات کے حصول کے لئے مضطرب و بے چین ہوتے۔ یہی وہ اضطراب تھا، یہی وہ بے چینی تھی جو حضرتؒ کو پے در پے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سفر پر آمادہ کرتی تھی۔ دراصل یہ سفر حضرتؒ کے عشق و محبت کی واضح علامت تھی۔

حضرت مرشدناؒ جب بھی حج بیت اللہ اور عمرہ شریف کے لئے سفر کا ارادہ فرماتے تو آپؒ کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کی کیفیت نمایاں نظر آتی اور ایسی کیفیت رہتی تھی کہ کس طرح جلد از جلد ارض مقدس پہنچ کر دیدار کعبہ سے اپنی آنکھوں کو جلا بخشیں اور دربار رسالت مآب ﷺ پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ لیکن جب واپسی کا ارادہ ہوتا تو کیفیت اس کے برعکس ہوتی۔ حضرتؒ پر اضمحلال کی کیفیت طاری رہتی اور حزن و ملال کے ساتھ طواف وداع کرتے اور حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت سے پُر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرتے تھے۔

حضرت مرشدناؒ ۱۹۹۰ تک تین مرتبہ نجف اشرف، کربلا معلیٰ، کاظمین، بابل، بصرہ، سلمان پاک اور بغداد شریف وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مرشدناؒ کے ان اسفار کا اگر جائزہ لیا جائے اور احاطہ تحریر میں لایا جائے تو ایک دفتر کی ضرورت پڑے گی۔ ان اسفار سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اسفار خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت اور اولیائے عظام سے عقیدت کی بنیاد پر ہی کیا کرتے تھے۔ آپؒ اکابرین امت اور شیوخ طریقت کے مزارات پر حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کرتے اور انہیں ادب و احترام کے ساتھ عقیدت و محبت کا خراج پیش کرتے تھے۔

حضرت مرشدناؒ نے ''حج'' سے متعلق فرمایا:

''حج ایک داستان عشق ہے۔ عاشق کے لئے محبوب کی جھلک اور محبوب کا در پانے کا ذریعہ ہے۔ عاشق ہی جانتا ہے کہ اسے کیا ملتا ہے۔ اس جذبے سے حج کرو کہ اس کے گھر اس کے در پر جارہا ہوں۔ آہ! اس کے گھر پر اس کے در پر لپٹ جاؤں گا، اس کے گھر کے والہانہ چکر لگاؤں گا، اس کے گھر جا کر اس کے چکر لگالینا، مجنوں کی طرح دوڑنا، محبوب کی جھلک ایک طواف میں نہ ملے، دس طوافوں میں بیس طوافوں میں ملے گی۔ حج اسی جذبے سے کرنا، انشاء اللہ بڑے فیوض و برکات کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی غیب سے وہاں پہنچادے، محروم نہ کرے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ جو وہاں جارہے ہیں۔ ہمیں بھی یا اللہ! ان کے صدقے میں لے چل۔ آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے امتی کھڑے ہوتے ہیں، حاضر ہوتے ہیں۔ اپنے حبیب ﷺ کو سلام کرتے ہیں تو آپ ﷺ جواب دیتے ہیں، چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔ باپ کا دل جس طرح بیٹے کو عمدہ کپڑے میں دیکھتا ہے، تو خوش ہوتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ اپنے اچھے امتی سے ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جب آدمی حج کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے، سر منڈاتا ہے، غسل کرتا ہے اور نئے کپڑے پہن کر پاکی کو ظاہر کرتا ہے۔ احرام عاشق کا لباس ہے۔ ایک بے سلی چادر میں ننگے سر، ننگے پیر، اپنے رب کے دربار میں پکار کر کہتا ہے لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں۔''

## تبلیغ کے لئے اسفار

حضرت مرشدناؒ نے شریعت وطریقت اور سلسلے کی تبلیغ واشاعت نیز تنظیم واہتمام کے لئے سعودی عرب، عراق، کویت، ، بحرین، متحدہ عرب امارات، مسقط، دوبئ، ملیشیا، پاکستان، امریکہ، برطانیہ، سنگاپور اور ہندوستان کی بیشتر ریاستوں، گاؤں، محلوں، گلی، کوچوں، کھیت اور کھلیانوں کا سفر کیا۔ ان

تمام جگہوں کے دورے اس بات کے شاہد وگواہ ہیں کہ حضرتؒ کے قلب میں شریعت وطریقت اور سلسلے سے بے انتہا محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شریعت وسنت کی تبلیغ واشاعت میں حائل رکاوٹوں کا آپؒ دفاع کرتے اور درپیش مسائل وپریشانیوں کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔

۱۹۸۵ء میں حضرت مرشدناؒ کے بہار وبنگال کا تبلیغی وتنظیمی دورہ ہوا تو اس سفر میں مجھے بھی حضرتؒ کی معیت کچھ دنوں تک حاصل رہی۔ میں نے دیکھا کہ کبھی بھی حضرت مرشدناؒ کے چہرے پر تھکن وسستی نظر نہیں آتی تھی، ہر لمحہ ہشاش وبشاش نظر آتے تھے اور چہرہ انور پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ یہ ناکارہ تھک جاتا تھا لیکن حضرتؒ مسلسل سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے تھے۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح اللہ کے بندے تک اللہ کا فرمان پہنچادیا جائے، اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام امت کو بتادیا جائے، بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھادیا جائے اور بگڑے ہوؤں کی اصلاح کی جائے۔ جو دین پر چلنا دشوار سمجھتے ہیں، ان کی اصلاح اس انداز میں کی جائے کہ ان کے لئے دین پر چلنا آسان ہوجائے، اللہ کے بندوں میں اللہ رب العزت کی بزرگی اور بڑائی پیدا ہوجائے۔ بندہ ڈرے تو صرف اللہ سے اور جھکے تو صرف اللہ کے سامنے۔ بندہ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآاِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم میری عبادت کرو۔ طٰہٰ:۱۴) پر اس طرح جم جائے کہ اس بندے کے پائے استقامت میں کوئی طاقت وقوت، رعب ودبدبہ، لالچ اور حرص وہوس لرزش پیدا نہ کرسکے۔ لو لگائے تو اللہ سے اور امیدیں وابستہ رکھے تو اللہ سے۔ دنیا کی کوئی شئے مومنانہ صفات وکردار اور بندے کی قلبی رمق کو ماند نہ کرسکے۔ اللہ کے بندوں میں اللہ کے حبیب اور آقائے کائنات تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بے شمار محبت پیدا ہوجائے اور خدائے پاک کے کلام وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور جس نے اپنے نفس کو روکا خواہشات سے۔ نازعات:۴۰) کے مطابق اپنے کو خواہشات نفسانی کی پیروی سے روکے اور نفس کو لگام کسے، یہاں تک کہ شریعت کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوجائے اور پوری طرح وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج (اور اللہ کی اطاعت

کرواور رسول کی اطاعت کرو۔تغابن :۱۳) پر گامزن ہو جائے۔حضرت کے سفر کا مقصد تھا کہ پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہواور شریعت وطریقت سے دنیائے انسانیت فیضیاب ہو۔دشمنان اسلام بھی محبان اسلام بن جائیں اور دشمنان رسول ﷺ کے دل میں عشق ومحبت کی شمع روشن کردی جائے۔دنیا سے شرک وبدعات کا استیصال ہو،کفر وضلالت کی چھائی ہوئی گھٹا ٹوپ بادلیں چھٹیں اور امت کا ہر فرد داعی اسلام اور شریعت وطریقت کا پیشوا بن کر فروغ اسلام کی کوششیں کرے۔

حضرتؒ چاہتے تھے کہ کفر وشرک کی وادیوں میں بھی کلمہ شہادت اور وحدہ لاشریک کا نعرہ حق بلند ہو، کفر وضلالت کی گھاٹیاں اور پرُخطر راستے بھی فخر کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے معمور ومنور ہو جائیں اور ہر فرد وبشر اَشْھَدُ اَن لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) کے نعرہ حق سے سرشار ہو جائے۔اور بندوں کی زبان پر کلمہ حق ہو لَااِلٰهَ اِلَااللّٰه مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) نیز امت محمد یہ ﷺ میں خلفائے راشدین، صحابہ کرام،شہدائے کربلا، بزرگان دین اور اولیائے صالحین کا ساجذبہ پیدا ہو جائے۔

حضرت مرشدناؒ جب بہار کے دورہ پر تھے تو میری آنکھوں نے عقیدتمندوں میں جذبات کا تموج اور مسرتوں کا تلاطم دیکھا۔اللہ اللہ کیا جذبہ تھا مریدین ومعتقدین میں۔مریدوں اور عقیدتمندوں کی نظریں اپنے شیخ کے روئے زیبا سے نہیں ہٹتی تھیں اور حضرت جہاں تشریف لے جاتے،لوگ مور وملخ کی طرح دوڑے چلے جاتے تھے۔حضرتؒ کا مشن تھا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ رب العزت کی عظمت وجبروت کا پھریرا بلند کریں۔بس اسی مشن کی خاطر آپؒ شہر وقریہ اور دور ودراز علاقوں کا دورہ کرتے۔انہیں تو اپنی خرابی صحت کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں رہتا۔خیال تھا تو اللہ کے دین کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کا،حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیغام حق کو اللہ کے بندوں تک

پہنچانے کا۔ حضرتؒ چاہتے تھے کہ اللہ کے بندوں میں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ٥ (اور ہم نے پیدا کیا جن اور انسان کو محض اپنی عبادت کے لئے۔ ذاریات:۵۶) کا پورا پورا احساس پیدا ہوجائے اور ان کے قلوب پر وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (اور ضرور خالص کرے گا اللہ مومنوں کو تم میں سے شہید بنائے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور ضرور خالص کرے گا مومنوں کو اور مٹادے گا کافروں کو۔ آل عمران: ۱۴۰،۱۴۱) نقش کالحجر ہوجائے۔

حضرت مرشدناؒ تبلیغی اسفار کے معاملے میں شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام سلمانی علیہ الرحمہ کی اس ہدایت کو بھی پیش نظر رکھتے تھے جو انہوں نے شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علوی علیہ الرحمہ کو کی تھی۔ حضرت حافظ صاحبؒ ایک مرتبہ تبلیغ کے سفر سے واپسی کے بعد غوث زماں قطب الارشاد امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ قدس سرہ العزیز کے پیرومرشد شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام سلمانی علیہ الرحمہ (پھر پھرا شریف ،مغربی بنگال) کی بارگاہ میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے حضرت حافظ صاحبؒ سے پوچھا ''کہاں گئے تھے؟'' عرض کیا ''تبلیغ میں۔'' پوچھا'' کتنے دن کے لئے ؟'' عرض کیا'' ایک مہینہ۔'' حضرت مولاناؒ نے فرمایا ''اوہوں۔ تبلیغ کے لئے کم سے کم تین چار مہینے نکالا کیجئے۔'' اس کے بعد حضرت حافظ صاحبؒ جب بھی سفر کے لئے نکلتے، دن تاریخ گنتے اور ایماالا جلین (دونوں مدتوں میں سے ایک) کو پورا کرنے کو ضروری جانتے۔ حضرت مرشدناؒ بھی اپنے بزرگوار حضرت حافظ صاحبؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغ کے لئے جب بھی نکلتے تو تین، چار مہینے یا اس سے زیادہ کے لئے نکلتے تھے۔ بہت ہی منظم طریقے سے حضرتؒ کا پروگرام ترتیب دے دیا جاتا تھا تاکہ طالبین کے ساتھ ساتھ مریدین، معتقدین، متوسلین اور احباب کو پریشانی اور دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے اور جس کو جہاں ملاقات کرنی ہو، وہاں آسانی کے ساتھ متعینہ تاریخ اور وقت کے مطابق پہنچ جائے۔ بعض علاقوں میں آٹھ،

دس روزہ قیام کا ارادہ رہتا تو وہاں کے مقامی منتظم اور ذمہ دار حضرات آپسی صلاح ومشورہ کے بعد علاقائی پروگرام بنا کر لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، دربھنگہ، بہار) کہتے ہیں کہ ''حضرت علیہ الرحمہ کے دورے کا پروگرام ۹ مہینہ کا بھی ترتیب دیا گیا اور سفر فرمایا۔'' ملاحظہ کے لئے پیش ہے حضرت مرشدنا کے دورے کا پنج ماہی پروگرام:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۴۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعہ مہانگری کے ذریعہ مالی گاؤں روانگی | |
| ۱۵۔۱۲۔۸۴ء | بروز سنیچر | مالی گاؤں میں آمد |
| ۱۵،۱۶،۱۷ اور ۱۸۔۱۲۔۸۴ء | بروز سنیچر، اتوار، پیر اور منگل مالی گاؤں میں چار روزہ قیام | |
| ۱۹۔۱۲۔۸۴ء | بروز بدھ | چالیس گاؤں آمد اور قیام |
| ۲۰۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعرات | برہان پور آمد اور قیام |
| ۲۱۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعہ | ملکا پور آمد |
| ۲۱ اور ۲۲۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعہ اور سنیچر | ملکا پور میں دوروزہ قیام |
| ۲۳۔۱۲۔۸۴ء | بروز اتوار | ناگپور روانگی بذریعہ ناگ پور دادر ایکسپریس |
| ۲۳ اور ۲۴۔۱۲۔۸۴ء | بروز اتوار اور پیر | ناگپور آمد اور دو روزہ قیام |
| ۲۴۔۱۲۔۸۴ء | بروز پیر | بھوپال روانگی بذریعہ چھتیس گڑھ ایکسپریس |
| ۲۵۔۱۲۔۸۴ء | بروز منگل | بھوپال آمد |
| ۲۶۔۱۲۔۸۴ء | بروز بدھ | جبل پور روانگی بذریعہ سدرن ایکسپریس اور قیام |
| ۲۷۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعرات | بُرہاڑ روانگی |
| ۲۷ اور ۲۸۔۱۲۔۸۴ء | بروز جمعرات اور جمعہ | بُرہاڑ آمد اور دو روزہ قیام |
| ۲۹۔۱۲۔۸۴ء | بروز سنیچر | اعظم گڑھ واپسی |

۲۹-۱۲-۸۴ء سے ۷-۱-۸۵ تک اعظم گڑھ میں دس روز قیام

| | | |
|---|---|---|
| ۸-۱-۸۵ء | بروز منگل | تھانہ (بمبئی) روانگی |
| ۹-۱-۸۵ء | بروز بدھ | تھانہ آمد اور قیام |
| ۱۰-۱-۸۵ء | بروز جمعرات | کڑکی (کوکن) آمد بذریعہ کار اور قیام |
| ۱۱-۱-۸۵ء | بروز جمعہ | دروٹنا (ضلع رائے گڑھ) آمد اور قیام |
| ۱۲-۱-۸۵ء | بروز سنیچر | بمبئی روانگی |
| ۱۲، ۱۳، اور ۱۴-۱-۸۵ء | بروز سنیچر، اتوار اور پیر | بمبئی آمد اور تین روزہ قیام |
| ۱۵-۱-۸۵ء | بروز منگل | کراچی (پاکستان) روانگی |
| ۱۵-۱-۸۵ء تا ۲۳-۱-۸۵ء | بروز منگل تا بدھ | کراچی آمد اور ۹ روزہ قیام کراچی ونواح کراچی |
| ۲۴-۱-۸۵ء | بروز جمعرات | لاہور روانگی |
| ۲۴-۱-۸۵ء تا ۳-۲-۸۵ء | بروز جمعرات تا اتوار | لاہور آمد اور گیارہ روزہ قیام لاہور ونواح لاہور |
| ۴-۲-۸۵ء | بروز پیر | کراچی واپسی |
| ۴-۲-۸۵ء تا ۸-۲-۸۵ء | بروز پیر تا جمعہ | کراچی آمد اور پانچ روزہ قیام |
| ۹-۲-۸۵ء | بروز سنیچر | عمرہ کے لئے جدہ روانگی |
| ۹-۲-۸۵ء تا ۲۳-۲-۸۵ء | بروز سنیچر تا سنیچر | سعودی عرب میں پندرہ روزہ قیام |
| ۲۴-۲-۸۵ء | بروز اتوار | جدہ سے بمبئی روانگی |
| ۲۴-۲-۸۵ء تا ۲۶-۲-۸۵ء | بروز اتوار، پیر اور منگل | بمبئی میں آمد اور قیام |
| ۲۶-۲-۸۵ء | بروز منگل | حیدرآباد روانگی بذریعہ میرج ایکسپریس |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۷-۲-۸۵ء | بروز بدھ | حیدرآباد میں آمد براہ گلبرگہ |
| ۲۷-۲-۸۵ء تا ۱-۳-۸۵ء | بروز بدھ تا جمعہ | حیدرآباد میں تین روزہ قیام |
| ۱-۳-۸۵ء | بروز جمعہ | بنگلور روانگی اور ۲-۳-۸۵ء کو آمد |
| ۲-۳-۸۵ء تا ۴-۳-۸۵ء | بروز سنیچر، اتوار اور پیر | بنگلور میں تین روزہ قیام |
| ۴-۳-۸۵ء | بروز پیر | ترچی (ترچناپلی) کے لئے روانگی |
| ۵-۳-۸۵ء تا ۲۵-۳-۸۵ء | بروز سنیچر تا پیر | ترچناپلی اور سارے صوبہ تمل ناڈ کے مراکز کا دورہ حکیم عبدالقدیم صاحب کے مشورہ کے مطابق |
| ۲۶-۳-۸۵ء | بروز پیر | مدراس کے لئے روانگی |
| ۲۶-۳-۸۵ء | بروز منگل شب میں | مدراس آمد |
| ۲۶-۳-۸۵ء اور ۲۷-۳-۸۵ء | بروز منگل اور بدھ | مدراس میں دوروزہ قیام |
| ۲۷-۳-۸۵ء | بروز بدھ | بھوپال کیلئے روانگی بذریعہ جی ٹی ایکسپریس |
| ۲۸-۳-۸۵ء | بروز جمعرات | بھوپال میں قیام |
| ۲۹-۳-۸۵ء | بروز جمعہ | گنج باسودہ کے لئے روانگی |
| ۲۹-۳-۸۵ء اور ۳۰-۳-۸۵ء | بروز جمعہ اور سنیچر | گنج باسودہ میں دوروزہ قیام |
| ۳۱-۳-۸۵ء | بروز اتوار صبح | بھوپال کے لئے روانگی |
| ۳۱-۳-۸۵ء تا ۲-۴-۸۵ء | بروز اتوار، پیر اور منگل | بھوپال میں تین روزہ قیام |
| ۳-۴-۸۵ء | بروز بدھ | شہر جموں (کشمیر) کے لئے روانگی بذریعہ جہلم ایکسپریس |
| ۴-۴-۸۵ء | بروز جمعرات | جموں آمد |
| ۴-۴-۸۵ء | بروز جمعرات | سری نگر روانگی بذریعہ ہوائی جہاز |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۔۴۔۸۵ءتا۱۰۔۴۔۸۵ء | بروز جمعرات تا بدھ | سری نگر میں قیام اور صوبۂ کشمیر کے مراکز کا دورہ جناب نیاز احمد صاحب کے مشورہ کے مطابق |
| ۱۱۔۴۔۸۵ء | بروز جمعرات | جموں روانگی اور آمد |
| ۱۱۔۴۔۸۵ء | بروز جمعرات | مرادآباد کے لئے روانگی |
| ۱۲۔۴۔۸۵ء | بروز جمعہ | مرادآباد آمد اور قیام |
| ۱۳۔۴۔۸۵ء | بروز سنیچر | بنارس کے لئے روانگی |
| ۱۴۔۴۔۸۵ء | بروز اتوار | بنارس سے اعظم گڑھ واپسی |

۱۴۔۴۔۸۵ءتا۲۲۔۴۔۸۵ء بروز اتوار تا پیر اعظم گڑھ میں ۹ روزہ قیام

| | | |
|---|---|---|
| ۲۲۔۴۔۸۵ء | بروز منگل شام میں | پٹنہ کے لئے روانگی |
| ۲۳۔۴۔۸۵ءتا۳۰۔۴۔۸۵ء | بروز بدھ تا منگل | شمالی بہار کا ۷ روزہ دورہ |
| ۱۔۵۔۸۵ءتا۱۰۔۵۔۸۵ء | بروز بدھ تا جمعہ | جنوبی بہار کا دورہ مع پورولیہ |
| ۱۰۔۵۔۸۵ء | بروز جمعہ | دھنباد سے بنڈیل شریف روانگی |
| ۱۱۔۵۔۸۵ء | بروز سنیچر | بنڈیل شریف آمد اور قیام |
| ۱۱۔۵۔۸۵ء | بروز سنیچر رات میں | کلکتہ کے لئے روانگی، آمد اور قیام |
| ۱۲۔۵۔۸۵ء | بروز اتوار | پٹنہ ہوکر اعظم گڑھ کے لئے روانگی |
| ۱۲۔۵۔۸۵ء | بروز اتوار شب میں | پٹنہ آمد اور قیام |
| ۱۳۔۵۔۸۵ء | بروز پیر | اعظم گڑھ کے لئے واپسی |

حضرت مرشدنا کے تبلیغی و تنظیمی دورہ کے مذکورہ پروگرام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس طرح شریعت و سنت اور سلوک و تصوف کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف اور کتنے متحرک تھے۔

## تعمیر خانقاہ کے مقاصد

خانقاہ کا تعلق دراصل ''صفہ'' سے ہے۔ ''صفہ'' اس چبوترے کا نام ہے، جہاں حضرت رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تعلیم دیتے تھے بلکہ بعض صحابہ اسی چبوترے پر رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے، جہاں ان کے لئے طعام وقیام کا نظم رہتا تھا، جہاں نفس کا تزکیہ، باطن کی اصلاح اور قلوب صیقل کئے جاتے تھے، جہاں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا جاتا تھا اور اصحاب صفہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی توجہ وعنایت خاص سے منازل لمحوں میں طے فرماتے تھے۔ حضرت سرکار مدینہ ﷺ نے جو تعلیم اصحاب صفہ کو دی تھی اور تزکیہ نفس واحتساب نفس کا جو طریقہ بتایا تھا، جس طرح علم وعمل سے مرصع اور مرقع کیا تھا، صبر وضبط کے جو طریقے بتائے تھے، زہد وقناعت کی جو تعلیمات دی تھیں، انہیں طور وطریقوں کو اہل خانقاہ نے اخذ کیا اور خانقاہوں کا قیام عمل میں لایا۔ حالانکہ اس مادیت کے دور میں کچھ ہی خانقاہ ایسی ملے گی جہاں خالص شریعت وطریقت کی تعلیم دی جاتی ہے، جہاں علم وعمل سے آراستہ کیا جاتا ہے، جہاں تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کیا جاتا ہے، جہاں سنت کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ بلکہ بیشتر خانقاہیں بیجا صوفیانہ رسوم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں۔ جہاں شریعت وطریقت کے بجائے بدعات وخرافات نے جگہ لے لی ہے۔ حقیقی صورت حال یہی ہے کہ خانقاہیں اب مجاوروں کی آماجگاہ بن کر رہ گئی ہیں۔ بہر حال آج جو خانقاہوں کی حالت ہے اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ بلکہ اسے تو پیٹ پالنے کا بہترین ذریعہ ووسیلہ بنالیا گیا ہے، جہاں شریعت وسنت کو مسخ کرنے کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جارہے ہیں اور نئی نئی باتیں بتائی جارہی ہیں۔

حضرت مرشدنا کی خانقاہ کا طرز عمل یہ تھا کہ یہاں اللہ کے بندوں کو علم وعمل سے آراستہ وپیراستہ کیا جاتا تھا اور آپ علیہ الرحمہ اپنی خانقاہ میں ''با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار'' (خدا کی محبت میں دیوانہ ہوجاؤ اور محمد ﷺ کی محبت میں ہوشیار رہو) کی تعلیم دیتے تھے۔ تزکیہ نفس کا وہی طریقہ بتاتے

جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی خانقاہوں کا طریقہ تھا۔ ذکر واذکار کا وہی طریقہ بتاتے تھے، جو مشائخین طریقت نے بتایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ جب بندہ لاالہ الااللہ کا ذکر کرے تو دنیا کی ساری چیزیں اسے ہیچ نظر آئیں اور ''لا'' کے کلہاڑے سے تمام غیر خداؤں کو ذبح کردے اور اپنے قلب میں ''اللہ'' کو داخل کرلے اور اس کی زبان اور اس کا قلب ''الا اللہ'' کا اقرار کرلے۔ اللہ کے بندوں کے قلوب جو زنگ آلود ہوگئے ہیں، اس کی صفائی نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اور کثرت ذکر کے ذریعہ کرائی جائے۔ ساتھ ہی فرمان رسول اللہ ﷺ اَکۡثِرُوۡا ذِکۡرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوۡلُوۡا اَنَّہٗ مَجۡنُوۡن (اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ لوگ تمہیں مجنون ودیوانہ کہنے لگیں: احمد ابن حبان) والی کیفیت پیدا ہوجائے۔ اور اللہ کے بندے کی ایک ایک سانس اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ ذکر اللہ میں اس طرح مشغول ہو کہ سرکش شیاطین بھاگتے نظر آئیں اور طالبین حق و بندگان خدا کی عبادت و ریاضت میں قَالَ اَنۡ تَعۡبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّکَ یَرَاکُ (فرمایا تم اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو تو سمجھو خدا تم کو دیکھ رہا ہے: مسلم) کی کیفیت پیدا ہونے لگے۔ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (ہدایت ہے متقیوں کے لئے جن لوگوں نے غیب پر ایمان لایا۔ بقرہ:۲،۳) پر یقین کامل کے ساتھ استقامت ہو۔ حضرت مرشدنا تو چاہتے تھے کہ بندگان خدا حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمان تَفَکَّرُوۡا فِیۡ آلَاءِ اللّٰہِ وَلَا تَتَفَکَّرُوۡا فِیۡ اللّٰہِ (اللہ کی آلائشوں میں غور کرو اور نہ غور کرو اللہ کی ذات میں: بیہقی) کی روشنی میں مراقبے ومحاسبے کریں، حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک لَاعِبَادَۃَ کَالتَّفَکُّرُ (خداوند قدوس کی قدرت اور حکمت میں غور وفکر کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے: ابن حبان) کے

مطابق زندگی گزاریں اور منکرانہ عادات واطوار کی جگہ مومنانہ صفات وشعار اختیار کریں۔ اللہ کے بندوں کا وہ جس جو مرچکا ہے اور اللہ سے غافل ہے کسی بھی طرح اللہ اللہ کرنے والا اور راتوں کو جگنے جگانے والا بن جائے نیز شب بیداری کے ذریعہ آخری حصے کی وہ نعمت عظمیٰ جو روزانہ معمول کے مطابق اللہ رب العزت اپنے بندوں کو تقسیم کرتا ہے، اللہ کے بندے اس نعمت عظمیٰ کے حامل بنیں۔ بلا تامل یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرتؒ کی خانقاہ کی حالت ایسی تھی کہ یہاں ہر دن عید اور ہر رات شب برأت نظر آتی تھی ۔ یہاں تساہلی اور کوتاہیوں کا ذرہ برابر دخل نہ تھا۔ حضرت مرشدناؒ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ورحیم ہے، اس کے قہار و جبار ہونے کو بھی بندہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھے تاکہ بندوں سے غلطیاں سرزد نہ ہوں اور وہ گناہوں کی طرف مائل نہ ہو نیز فرمان رسول اللہ ﷺ کے مطابق دنیا بقدر ضرورت کا مشتاق ہو۔

حضرت مرشدناؒ نے اسی دردوکرب اور منشا کے پیش نظر اعظم گڑھ، منگرانواں، بھوپال، دہلی، بمبئی، بنگلور، تھانہ، مالی گاؤں، ملکاپور، حیدرآباد، تمل ناڈ، کلکتہ، جمشید پور، چترپور، کراچی، لاہور، گیا، سیتا مڑھی اور بہار شریف وغیرہ مقامات پر خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ خانقاہوں کے تعمیراتی کاموں میں حضرت مرشدناؒ کے متوسلین، مریدین، معتقدین اور احباب پیش پیش رہتے تھے۔

مغربی بنگال میں واقع بنڈل شریف میں غوث زماں، قطب الارشاد شیخ الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب شیخ الطریقت حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ خانقاہ زائرین اور اہل سلسلہ کے لئے وقف ہے اور اسے سلسلہ کے تمام خلفاء اور ان کے مریدین کے لئے مرکز قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مرشدناؒ نے بھی اپنی حیات مبارکہ میں اعظم گڑھ میں خانقاہ اسراریہ (نزد جامع مسجد، محلہ آصف گنج، اعظم گڑھ) کا قیام عمل میں لایا۔ حضرت مرشدناؒ کے قیام کی وجہ سے آپؒ کے مریدین ومعتقدین اور احباب کے لئے اس خانقاہ کو مرکزیت حاصل تھی۔ اسی طرح حضرت مرشدناؒ نے مختلف مقامات پر خانقاہ کی تعمیر کروا کر

اسے ذیلی مرکز قرار دیا تا کہ سلوک وتصوف اور روحانیت کے متلاشی آسانی کے ساتھ وہاں آ کر فیضیاب ہوسکیں اور اپنی تشنگی دور کرسکیں بالخصوص اہل سلسلہ ایک جگہ جمع ہوکر یکسوئی کے ساتھ عبادت وریاضت میں مصروف رہیں اور ذکر اللہ کی زمزمہ سنجی سے خانقاہوں کی در ودیوار یں جھوم اٹھیں۔ (۱) خانقاہ اسراریہ اعظم گڑھ کے علاوہ جن مقامات پر خانقاہیں قائم کی گئیں، ان میں (۲) خانقاہ اسراریہ منگراواں شریف، مینھ نگر روڈ، مقام و پوسٹ منگراواں، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) (۳) خانقاہ اسراریہ، گلی نمبر۲۲، مکان نمبر ۳۷۰، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی، (۴) خانقاہ اسراریہ، ہمدرد نگر بی، نزد مسجد نبی کریمؐ علی گڑھ، (۵) خانقاہ اسراریہ، ریت گھاٹ، نزد مسجد کلو بوا، پرانا قلعہ، بھوپال، (۶) خانقاہ اسراریہ، سروے نمبر ۵۶/۲، شہید عبدالحمید روڈ، دیاناکہ کے پاس، مالی گاؤں، ضلع ناسک (مہاراشٹر)، (۷) خانقاہ اسراریہ، قریشی نگر، پارپیٹ، ملکاپور، ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر)، (۸) خانقاہ اسراریہ، ۴۴ سراج منزل، چوتھا مالہ، نزد اَلانا ہال، مورلینڈ روڈ، بمبئی (مہاراشٹر)، (۹) خانقاہ اسراریہ، چندنی سنی قبرستان، نیو پربھات نگر، ایم ایچ ہائی اسکول کے پیچھے، تھانے (ویسٹ) (مہاراشٹر)، (۱۰) خانقاہ اسراریہ، مکان نمبر ۱/۱۴ ۷-۳-۷ ایونک ہائی اسکول، املی بَن یاقوت پورہ، حیدرآباد (آندھراپردیش)، (۱۱) خانقاہ اسراریہ، اسراری منزل، محلّہ قلعہ، نظام آباد (آندھراپردیش)، (۱۲) خانقاہ اسراریہ، نزد پورہ مسجد، ترپپاتور، ضلع ویلور (تامل ناڈو)، (۱۳) خانقاہ اسراریہ، جامعہ محمدیہ، مقام و پوسٹ نان پور، ضلع سیتامڑھی (بہار)، (۱۴) خانقاہ اسراریہ، محلّہ بنولیا، بہار شریف، ضلع نالندہ (بہار)، (۱۵) خانقاہ اسراریہ، نزد ستارہ بیکری، آزاد نگر، سیوان ڈیہہ، بوکارو اسٹیل سیٹی (جھارکھنڈ)، (۱۶) خانقاہ اسراریہ، نزد جامع مسجد، مقام و پوسٹ چترپور، ضلع ہزاری باغ (جھارکھنڈ)، (۱۷) خانقاہ اسراریہ، ذاکر نگر، کپالی روڈ، جمشید پور (جھارکھنڈ)، (۱۸) خانقاہ اسراریہ، نمبر ۱۹، ٹیمپل اسٹریٹ، کلکتہ، (مغربی بنگال)، (۱۹) خانقاہ اسراریہ، بنگلور، (کرناٹک)، (۲۰) خانقاہ اسراریہ، کنال بنک، ہاؤسنگ سوسائٹی، عزیز پل، فتح گڑھ، لاہور (پاکستان) اور (۲۱)

خانقاہ اسراریہ، اے ۸۳، بنگوریا گوٹ، عزیز آباد نمبر۔۸، کراچی (پاکستان) قابل ذکر ہیں۔

دراصل ان خانقاہوں کی تعمیر کا مقصد خدا کے عشق و معرفت کا حصول، اتباع سنت، توجہ و نسبت صوفیہ کے ذریعہ تفقہ بالقلب کی صلاحیت پیدا کرنا اور دور دراز سے آنے والے طالبین حق کا ہمہ تن مصروف ہوکر مراقبہ و محاسبہ، ذکر و فکر، تسبیح و تہلیل اور اللہ اللہ کرنا تھا۔ بندگان خدا جب دور دراز سے حضرتؒ کی خانقاہ میں آتے تو آپؒ انہیں افتراق بین المسلمین اور مسلکی تضاد سے ہٹا کر:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

کا سبق دیتے تھے۔ اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومن آپس میں بھائی ہیں۔ حجرات:۱۰) کے مطابق اتحاد و یکجہتی، محبت و ہمدردی، رحمت و رافت، شفقت و اخوت اور اکرام مسلم کا آفاقی درس دیتے تھے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ہر ایک دوسرے کے حقوق و مراعات کا خیال رکھے، بلا تفریق مسلک و ذات ایک دوسرے کے غم میں شریک ہو اور رنج و الم کا مداوا بنے، اختلافات سے بچے، ممنوعات سے پرہیز کرے، دل آزاری و دل شکنی سے گریز کرے، دوسرے کے حقوق کو سلب نہ کرے، قربانی کا جذبہ رکھے، نفس کا تابع و غلام نہ بنے، کبر و غرور سے پرہیز کرے، اپنے کو کمتر جانے، دوسرے مسلمان بھائی کو اعلیٰ و افضل سمجھے، روح کے ارتقا کے لئے نفسانی خواہشات کو ترک کرے، ہر وہ عمل جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے اس پر عامل ہو، خود بھی سیدھی راہ پر چلے اور دوسروں کو بھی سیدھی راہ پر چلنے کی تلقین کرے، دین کی تبلیغ و اشاعت کے کاموں میں حکمت اور حسن تخاطب کا خیال رکھے۔ وہ کام بالکل ہی نہ کرے جو اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا سبب ہو۔ حضرت مرشدنا یہ بھی بتاتے تھے، کہ ہر انسان انسانیت کا احترام کرے اور اس بات کو بلا تفریق مذہب تسلیم کرے کہ دنیا کے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ لہٰذا ہر انسان کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرے اور انسانیت نوازی کو مقدم رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب، مسقط، دوبئی، عمان، متحدہ

عرب امارات، امریکہ، سنگاپور، ملیشیا، پاکستان اور ہندوستان کے لوگ جو برسوں سے اپنی روحانی تشنگی دور کرنا چاہتے تھے، جو حق کے متلاشی تھے، انہوں نے حضرتؒ کی خانقاہ کی طرف رخ کیا اور حضرت علیہ الرحمہ کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر اپنے قلب کی تشنگی دور کی۔ حضرت مرشدناؒ اپنی خانقاہ میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچانا) کا درس دیتے تھے اور ایسی عبرت آموز گفتگو فرماتے تھے کہ سارے حجابات اٹھ جاتے تھے۔

حضرت مرشدناؒ کی خانقاہ کی خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہاں رسوم صوفیہ مثلاً سماع، چادر پوشی، گنڈا اور تعویذ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ مروجہ غیر شرعی رسوم و عقائد کی بیخ کنی کے ساتھ شرک و بدعات سے بچنے کی پوری پوری تعلیم دی جاتی تھی۔

مجھے کہنے دیجئے کہ کسی بھی گلستاں کو اہمیت تبھی دی جائے گی جب اس میں مختلف اقسام اور مختلف رنگ کے پھول ہوں گے۔ حضرت مرشدناؒ کا گلستاں بھی اسی نہج کا تھا، حضرتؒ کی خانقاہ بھی اسی طرح کی تھی، جہاں مختلف قسم کے افراد تھے، جہاں مختلف شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ انجینئر بھی تھے، ڈاکٹر بھی تھے، کلرک بھی تھے، علما بھی تھے، جہلا بھی تھے، مزدوری کرنے والے افراد بھی تھے، بریلوی بھی تھے، دیوبندی بھی تھے، قاسمی بھی تھے اور مظاہری بھی تھے۔ جنہیں حضرتؒ نے تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دھاگے میں پرو رکھا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر تھا کہ سارے لوگوں نے اپنے عہدہ و منصب کو فراموش کر کے اخوت و محبت کی ایسی مثال قائم کی کہ وہ روشن علامت بن گئے۔ دیکھنے والا کہہ دیتا کہ یہ لوگ غوث زماں، شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ، حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں ہیں۔ حضرت کے مریدین و معتقدین صرف روحانیت کے رشتے ہی نہیں پہچانتے بلکہ وہ قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انسانیت کا درد بھی رکھتے ہیں۔ انہی سب وجوہات کی بنیاد پر

لوگ حضرت مرشدنا کی خانقاہ کی طرف مور وملخ کی طرح اس چشمہ شیریں سے فیضیاب ہونے کے لئے چلے آتے تھے۔

کل جو اصول وضابطے شیخ المشائخ حضرت صوفی فتح علی ویسی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام سلمانی رحمۃ اللہ علیہ، غوث زماں، قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الطریقت حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر صوفیہ کی خانقاہوں میں تھے، وہی اصول وضابطے اور وہی نظم وضبط اور اہتمام حضرت مرشدنا کی خانقاہ میں دیکھنے کو ملتے تھے۔ جس مشن کو لے کر اکابر صوفیہ چلے تھے اسی مشن پر حضرت بھی چلے۔ ایک مجلس میں اپنے سلسلہ کے "**بزرگوں کی تعریف وتوصیف**" میں حضرت مرشدنا رطب اللسان ہوئے:

> "اصل راہ حق کی رکاوٹوں اور حجابات کو صاف کرنے والی ہستیاں ہی صوفی کہلاتی ہیں یہ اپنے آقا اور اپنے خالق اور مالک اپنے معشوق اور محبوب کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر اپنے پیار، عشق اور فنا کے ذریعہ خود ان کو (اللہ تعالیٰ کو) اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ انہی مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں بنگال میں جنم لینے والے صوفی کامل ہمارے آقا اور رہبر حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، جنہوں نے اپنی محنت، مجاہدہ وریاضت اور فنا کے کمال کے ذریعہ اصل سکون حاصل کیا۔ انہوں نے محبت کی مشعل سے اپنے مریدین اور معتقدین کے سینوں کو روشن کر کے مولیٰ اور محبوب کے عشق کے راستوں کو روشن کر دیا کہ قیامت تک چلنے والا راہی بھی اس شاہرہ پر اندھیروں اور ظلمتوں کی وجہ سے بھٹک نہ سکے۔ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے پہلے اس روشن مشعل کو اپنے سچے پیرو اور مولیٰ کی راہ میں مکمل فانی اور مخلص شاگرد حضرت سید حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں عطا

کر کے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا، اس مقدس ہستی سے بھی ہزاروں تشنہ لبوں نے اپنی پیاس بجھائی، لاکھوں روحوں نے اپنی تڑپ اور بے چینی میں سکون پایا اور مولیٰ کے عشق کی راہ میں گامزن ہوئے، سب ہی سرفراز اور کامران ہوئے، جو بھی اس صحبت میں گیا اپنے دامن اور جھولیوں کو سکون اور اطمینان سے بھر لایا۔ یہ مقدس ہستی یوپی کے ضلع اعظم گڑھ کے کوہنڈہ نامی گاؤں میں تشریف فرما رہی ہے۔ زندگی کے آخر تک انسانیت کی بے پناہ خدمت انجام دیتے رہے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مخلص اور محبوب شاگرد حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں وہ روحانی مشعل عطا فرما دی۔ اس مخلص فقیر نے سارے عالم میں اس مشعل کو روشن کر دیا۔ مولیٰ اور محبوب اور عشق کے سچے عاشقین پروانوں کی طرح اس مشعل پر لپک پڑے، لاکھوں عشاق پروانوں نے تسکین حاصل کی اور مولیٰ کی رضا کے حامل بنے۔

لیکن دنیا کا دستور ہے کہ جو یہاں آتا ہے اسے جانا پڑتا ہے۔ اس امتحان کے گھر میں امتحان کی گھڑیاں گزار کر اپنے اصل مسکن کی طرف لوٹنا ضرور پڑتا ہے۔ چاہے ٹاپ کرنے والا ہو یا فیل کرنے والا۔ بہرحال اس مقدس ہستی نے ۳۰ جنوری، ۱۹۷۶ کو اس دار فانی سے کوچ کیا اور بزرگوں کی امانت اس روشن مشعل کو مجھ فقیر (حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ) کے ہاتھوں میں عطا کیا۔ بہرحال میں جیسا بھی ہوں یہ مشعل اللہ کی راہ کے مخلص فانیوں کی قربانیوں، نیند و راحت، دنیا و مافیہا سب کی قربانی سے روشن ہے۔ ادھر ان مخلصین کی فنا ہے، ادھر خالق نور السموات کی طرف سے عطا کیا ہوا بقا اور نور ہے اور اللہ جس نور کو روشن کرے، اس نور کو کون بجھا سکتا ہے؟ اس مشعل نور کو اٹھانے والے ہاتھ تبدیل ہو سکتے ہیں، مٹ

سکتے ہیں، لیکن یہ مشعل نور نہ گر سکتی ہے، نہ بجھ سکتی ہے اور نہ مٹ سکتی ہے۔ لہذا امن وآشتی، سکون وراحت چاہنے والو! مولیٰ کے طالبین وعاشقین کو یہ مشعل پکار رہی ہے کہ آؤ اپنی پیاس بجھالو، سکون واطمینان لے لو، بے چینی اور کرب سے نجات حاصل کرلو اور اپنے قلوب اور سینوں کو منور کرلو۔ اس نورانی مشعل کی پکار اور روشنی سارے عالم میں پھیل رہی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی چاند کی ٹھنڈک اور نور سے خدا تمام مخلوقات کو یکساں نور، روشنی اور اطمینان عطا کرتا ہے، ان کے نزدیک نہ کوئی ہندو ہوتا ہے نہ مسلمان، نہ سکھ ہوتا ہے نہ عیسائی، نہ پاپی ہوتا ہے، نہ گنہگار ہوتا ہے اور نہ پاکباز۔ اسی طرح خدا کی اس نعمت ورحمت اور دعوت وپکار کے لئے ایک پیغام ہوتا ہے اور ساری مخلوق اور انسانیت کے لئے ایک پیغام۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے اللہ کے چاہنے والے ہزاروں لوگ بلاتفریق مذہب وملت جوق درجوق اعظم گڑھ اسی حق کی تلاش میں آنے لگے ہیں اور آرہے ہیں اللہ جل شانہ مزید کو توفیق بخشے۔ واللہ الموفق واللہ المستعان علی ماتصفون۔"

حضرت مرشدناؒ کے ذریعہ خانقاہوں کا قیام اس مقصد کے تحت بھی ہوا کہ جماعت کے اندر تاسیس اور بقاہو، نظم وضبط ہو، تنظیم اور اہتمام ہو اور اس میں لوچ پیدا نہ ہو۔ حضرت مرشدناؒ کے پیرومرشد قطب الاقطاب الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جماعت کی تاسیس اس کی بقا، اس کا استحکام اور استواری نظم وضبط، تنظیم اور اہتمام سے ہے۔ اگر نظم وتنظیم اور اہتمام میں لوچ ہو اور اپنے اصول وضوابط اور اہتمام کے ساتھ قائم اور باقی نہ رہے تو شیرازے کے بکھرنے اور استحکام واستواری کے متزلزل ہونے اور بنیاد کے انہدام کا امکان ہے۔"

حضرت مرشدناؒ اپنی خانقاہ میں اس طرح کی تعلیم دیتے تھے کہ اللہ کے بندوں میں اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ

اللّٰهَ قِیٰماً وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے اور غور وفکر کرتے ہیں زمین وآسمان کی خالقت کے بارے میں۔آل عمران:۱۹۱) والی خصوصیت پیدا ہو جائے۔ اور جب اللہ کی تخلیقات پر غور و فکر کریں تو ان کی زبان ودل سے بے ساختہ نکل جائے رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً (اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں کیا۔آل عمران:۱۹۱)

پچھلے زمانہ کی خانقاہوں میں مجاہدے اور ریاضت کے تعلق سے پڑھنے اور سننے کو جو باتیں ملتی ہیں، ٹھیک اسی طرح کی باتیں حضرتؒ کی خانقاہ میں بھی ملتی تھیں، اور بار بار بے عملی کے روگ سے چھٹکارا دلانے کی سعی پیہم کی جاتی تھی، ذکر دوام کا سبق دیا جاتا تھا، نفسانیت کو کچل کر خدائے واحد کی بندگی اور خود سپردگی پر استقامت کی دعوت دی جاتی تھی۔ اللہ رب العزت کے لئے جان و مال اور وقت بلکہ دنیا کی تمام چیزوں کی قربانی کی دعوت کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کو ہی زندگی کا نصب العین بنا لینے پر لوگوں کو ابھارا جاتا تھا۔ بے عملی اور ناکارگی کے روگ سے بچنے کے طریقے بتائے جاتے تھے، سستی اور غفلت سے محفوظ رہنے کا سلیقہ سکھایا جاتا تھا۔ حضرتؒ کے پیر ومرشد شیخ المشائخ، قطب الاقطاب الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ بے عملی کے روگ سے خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بے عملی کا روگ انسان اور انسانیت کے لئے جتنا مہلک اور تباہ کن ہے اس کا اندازہ کھو چکنے والوں سے کیا جاسکتا ہے۔ کسی کا تخت گیا اور تاج۔ کوئی بخت نارسا کا شکوہ کر رہا ہے کوئی سب کھو کھا کر عضو مفلوج اور معطل بنا ہے۔ جس جگہ تقربات کی خوشیاں ہوتی تھیں اور ولایت ملتی تھی، جہاں کے اشاروں پر قیصر وکسریٰ الٹ پلٹ سکتے تھے اور ملک وملکوت کے تصرفات ممکن ہوتے، وہاں ممکن ہے آج افسوس کے سوا کچھ نہ ہو۔ یہ رونا ناخلفی اور بے عملی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ اللہ جل شانہ بے عملی اور

سستی سے بچائے۔سب میں حرکت عمل پیدا کرے کہ زمانے کا تقاضہ پورا کیا جاسکتا ہے اور ذمہ داری ادا ہو۔''

اس میں کوئی تعارض نہیں کہ مدارس اگر دارالعلم ہیں تو خانقاہیں دارالعمل۔قرآن پاک نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو فرض قرار دیا،سماج اور معاشرے کی اصلاح کے لئے جابجا راستے بتائے، معاملات و معاشرت کے تعلق سے بھی باتیں بتائیں،تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے اصول وضابطے بتائے بلکہ ہر وہ بات بتائی جو انسان اور انسانیت کی فلاح کے لئے ضروری ہے۔پھر ان باتوں پر چلنے والوں کے لئے کامیابی و کامرانی کی ضمانت دی اور انہیں سچا مومن اور مسلم قرار دیا۔ان فرائض، ان معاملات اور ان تمام اصول و ضابطے کی ادائیگی کی تفصیلات حدیثوں میں ملاحظہ کی جاتی ہیں۔چنانچہ حضرت رسول پاک ﷺ قرآن پاک کی مکمل طور پر عملی تفسیر تھے۔آپ ﷺ نے عملی نمونہ پیش کیا اور دنیائے انسانیت کی کامیابی و کامرانی کے لئے نقوش راہ متعین فرمایا۔حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے انہی طریقہ پر ہم اپنے تمام فرائض اور تمام معاملات کی انجام دہی کرتے ہیں اور انہی تمام باتوں کو مدارس اسلامیہ میں بتایا جاتا ہے اور وہ تمام تعلیمات مدارس اسلامیہ میں دی جاتی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بتائی ہیں۔اس میں کہیں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ مدارس اسلامیہ دینی قلعے ہیں—بیشک دین کے انہی قلعوں میں قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح پڑھائی اور بتائی جاتی ہے،فقہ کے رموز واوقاف سے واقفیت کرائی جاتی ہے اور زبان و ادب سے آشنا کرایا جاتا ہے۔تو اس میں بھی شک کی کہیں کوئی گنجائش نہیں کہ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پڑھ کر سناتے ہیں ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتے ہیں اور سکھلاتے ہیں ان کو کتاب اور حکمت۔جمعہ:۲) کی تعلیم وتربیت خانقاہوں میں دی جاتی ہے، پریکٹیکل خانقاہوں میں استقامت کے ساتھ کرایا جاتا ہے۔جس طرح علم کے حصول کے لئے مکتب و مدرسہ کی ضرورت محسوس کی گئی، اسی طرح پریکٹیکل اور عملی زندگی کے لئے خانقاہوں

کی ضرورت محسوس کی گئی ۔لہذا ہر دور میں علم کے حاصل کرنے والوں کو،تھیوری سیکھنے والوں کو پریکٹیکل کی ضرورت پڑی ہے ،تو جس نے تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل کیا،علم کے ساتھ عمل کو اختیار کیا، تزکیہ اور تصفیہ کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھا وہ یقیناً کاملیت کے درجے کو پہنچا، وہ اپنے وقت کا مجدد ہوا، قطب ہوا، عارف باللہ ہوا اور غوث ہوا۔ ذرا سوچئے کہ اگر کسی نے ٹکنیکل ادارہ میں داخلہ لیا ہو اور اسے صرف تھیوری بتادیا جائے تو کیا تھیوری کا جاننے والا پریکٹیکل کے میدان میں کورا ہوگا یا نہیں، جب تک کہ اسے پریکٹیکل نہ کرایا جائے ۔الحمد للہ ہمارے مرشد برحق کی خانقاہ میں تھیوری بھی تھی اور پریکٹیکل بھی تھا،علم بھی تھا اور عمل بھی تھا،تزکیہ بھی تھا اور تصفیہ بھی تھا۔

جب ہم سو، سوا سو سال قبل دینی اداروں پر غور کریں گے تو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ کل جتنے بھی دینی ادارے تھے وہ دراصل خانقاہیں ہی تھیں ۔ جہاں دینی علوم سے آراستہ کرنے کے بعد تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرایا جاتا تھا۔شریعت کے ساتھ طریقت ،معرفت اور حقیقت کی تعلیمات سے آشنا بھی کیا جاتا تھا۔ جب بڑے بڑے علمائے کرام کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حصول علم کے بعد شیوخ طریقت کی خدمت میں رہ کر کس طرح اپنی زندگی گزاری اور ان کی صحبت کو عزیز رکھا نیز لوگوں میں شریعت وطریقت کے اصولوں کو عام کیا اور اس کی تبلیغ وتشہیر کی۔

فضائل اعمال جلد اول صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴ اور ۳۴۵ پر اہل خانقاہ کے متعلق درج تحریریں آئینہ دار ہیں:

> ”حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں ۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آ کر ایک جگہ جمع

ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے، ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے، ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے برا کہہ لیں کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے، جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل جلالہ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں، جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں۔ ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی

قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے روشن اور منور ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔

چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسے چراغ۔"

## حضرت سید صاحبؒ کی بشارت

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، غوث زماں، قطب الارشاد، امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

> "انشاء اللہ یہ سلسلہ شرق سے غرب تک پھیلے گا۔ ظاہری اولاد تو نہیں ہے، انشاء اللہ باطنی اولاد ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہوگی۔"

الحمدللہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بشارت صحیح ثابت ہوئی۔ ان کی نگاہ بصیرت نے برسوں کا ملاحظہ فرمالیا تھا۔ حضرت مرشدنا کے اسفار اور دورے اس بشارت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضرت مرشدنا الحاج الشاہ مولانا اسرار الحق خاں صاحب نوراللہ مرقدہ نے ہندوستان ہی نہیں خلیجی ممالک کے علاوہ سنگاپور، ملیشیا، پاکستان اور امریکہ تک دین مبین کی تبلیغ اور سلسلے کی اشاعت کے لئے سفر کیا۔ الحمدللہ آج ہزاروں کی تعداد میں مریدین ومعتقدین حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی روحانی اولاد میں موجود ہیں، جو ہمارے مرشد برحق اور دوسرے خلفا کی کاوشوں اور کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ ہفت روزہ ''البیان'' (مورخہ ۱۳ ستمبر، ۱۹۹۶ء مطابق ۲۸ ربیع الثانی، ۱۴۱۷ھ) مالی گاؤں کے مطابق حضرتؒ کے مریدین ومعتقدین اور احباب کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے۔ علاوہ ازیں غیر مسلموں میں سے ایمان لانے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے۔ حضرت مرشدناؒ کے دل میں ایک ایسی تڑپ اللہ رب العزت نے ودیعت فرمائی تھی کہ ہمہ دم اسلام اور سلسلے کی تبلیغ واشاعت کے لئے مصروف عمل رہتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلہ شرق سے غرب تک پھیلا۔ حضرت مرشدناؒ نے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت وسنت کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی کو پانی کی طرح بہایا، راتوں کی نیند کھوئی، دن کا چین تج دیا، راحت وسکون کو بالائے طاق رکھ دیا اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو لے کر آگے بڑھتے رہے، کبھی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ آندھی، طوفان، بادوباراں اور سردی وگرمی میں یکساں سفر فرماتے تھے۔ جس مشعل کو بزرگوں نے حضرتؒ کے ہاتھوں میں عطا فرمایا تھا، اس مشعل کی روشنی دوسروں تک پہنچانے میں گریز نہیں کیا، جو امانت انہیں دی گئی تھی، اس امانت کا حق ادا کیا، جو روشنی انہیں عطا کی گئی تھی اس روشنی سے لوگوں کے ذہن ودل کو منور کیا — مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ شرق سے غرب تک مزید پھیلے گا اور پوری دنیا اس سے سیراب وفیضیاب ہوگی۔

## ملازمت

حضرت مرشدناؒ کی ملازمت اعظم گڑھ کے قریب ہی ایک ہائی اسکول میں بحیثیت عربی استاذ ہوئی۔ جب حضرت مرشدناؒ کے سبق پڑھانے کا وقت آتا تو حضرتؒ کے درس کے درمیان دیگر اساتذہ بھی آکر پیچھے والی بنچ پر بیٹھ جاتے اور حضرت مرشدناؒ کے درس سے مستفید ہوتے۔ اسکول کے وائس پرنسپل پنڈت جی نے اپنے بیٹے کا ایک مضمون عربی بھی رکھا، پنڈت جی کا بیٹا عربی بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ پڑھنے لگا۔ حضرت مرشدناؒ کے انداز درس نے پنڈت جی کے دل میں یہ امنگیں

پیدا کردی تھیں کہ جب ان کا بیٹا عربی پڑھ لے گا تو وہ سعودیہ آسانی سے چلا جائے گا۔ برملا پنڈت جی اس کا اظہار کرتے کہ "بھائی عربی پڑھ کر میرا لڑکا سعودیہ چلا جائے گا۔"

## ملازمت سے استعفیٰ

حضرت مرشدناؒ نے رشوت کے مطالبہ پر ایک سال کے بعد ٹیچر کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ محکمہ تعلیم کے کچھ افسران کے ذریعہ رشوت کا مطالبہ اس وقت کیا گیا جب ایک سال کے بعد ان کی تنخواہ کے تعین کا معاملہ سامنے آیا۔ اس مطالبہ کا باباحضورؒ نے سختی سے انکار کیا اور بعد میں پھر ایسی نوکری سے خود کو آزاد کر لیا۔ ایسے ماحول میں جہاں رشوت کا بازار گرم ہو اور بغیر رشوت کے کوئی کام نہ چلتا ہو اور پھر یہ وقت بھی کہ جب پریشانیاں دامن گیر ہوں، ابتلاء و آزمائش کا وقت ہو تو ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح معاملے کو طے کر لیا جائے۔ لیکن حضرت مرشدناؒ نے یہاں پر بھی حضور پاک ﷺ کی حدیث کو پیش نظر رکھا کہ "رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں" اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

## نگاہ مرد مومن

شاعر اسلام علامہ اقبالؒ کے شعر کا یہ مصرعہ:

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس واقعہ پر صادق آتا ہے جب حضرت مرشدناؒ جونپور میں کالج کی تعلیم کے سلسلے میں قیام فرما تھے۔ ایک روز ایک جگہ اپنے چند احباب کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی درمیان باباحضورؒ نے یہ محسوس کیا کہ کچھ لوگ نقشی دار کرتہ پہنے ہوئے آتے ہیں اور دیکھ کر واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ان کے اندر شرف ملاقات کا اشتیاق تو تھا لیکن کوئی ایسی چیز رکاوٹ بن رہی تھی یا حجاب تھا کہ وہ پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت مرشدناؒ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے بتایا

کہ حضورؒ یہ بڑے بدقسمت لوگ ہیں۔ حضرت مرشدنا نے تجسس بھرے لہجے میں فرمایا، کہو کیا بات ہے؟ مقامی احباب نے بتایا کہ قریب کے گاؤں میں طوائفوں کے کوٹھے ہیں۔ یہ جو نقشی دار کرتہ والے آرہے تھے، جارہے تھے، یہ طوائفوں کے کوٹھے پر ستار اور ہارمونیم بجاتے ہیں۔ یہ گاؤں ایسا ہے جہاں کوئی جماعت ان کی اصلاح کے لئے نہیں جاتی، کسی کی نظر اس گاؤں کی درستی کے لئے نہیں اٹھتی اور کوئی ہمت بھی نہیں کرپاتا۔ حضرت مرشدناؒ نے داعی برحق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چلو ہم چلتے ہیں۔ چلنے کی بات کا سننا تھا کہ سارے احباب یکے بادیگرے آہستہ آہستہ تھوڑی دیر میں کوئی نہ کوئی عذر بتا کر رخصت ہو گئے۔ لیکن ایک شخص جو مومنانہ صفات و کردار کا حامل تھا، اس نے کہا، میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حضرت مرشدناؒ اس طوائفوں والے گاؤں میں قدم رنجہ ہوئے، نظر مبارک اٹھی تو دیکھا کہ ہر طرف طوائفوں کے کوٹھے ہیں اور وہی نقشی دار کرتہ والے لوگ گھوم پھر رہے ہیں۔ حضرتؒ چوپال میں جا بیٹھے۔ حضرت کا بیٹھنا تھا کہ ایک ایک کر کے سارے جوان جمع ہونا شروع ہو گئے۔ بابا حضورؒ نے ان سے مزاح کے انداز میں باتیں شروع کیں، بات کا کیا کرنا تھا کہ ان نقشی دار کرتہ والوں کے دل میں حضرت مرشدناؒ کی محبت جاگ اٹھی، ان کے دلوں میں یہ نور پیوست کر گیا، ان کی ایمانی قوت بیدار ہوئی اور حقیقت کی کرید جگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان نقشی دار کرتہ والوں نے بہت ساری چیزیں حضرت مرشدناؒ کی خدمت بابرکت میں پیش کیں اور خوب خاطر و مدارات کیں۔ حضرت مرشدناؒ نے بھی ان نقشی دار کرتہ والوں کے ساتھ کھانا شروع کیا اور شام تک بس ہنسی و مزاح کی باتیں ہوتی رہیں، وہ لوگ بھی خوب لوٹ پوٹ ہوئے، ایک بھی بات اللہ اور رسول کی نہ ہوئی۔ نوجوانوں نے کہا کہ واہ بھئی یہ حضرت بھی بہت اچھے ہیں۔ شام میں حضرت مرشدناؒ اس گاؤں سے لوٹ آئے۔ لوٹتے وقت حضرت مرشدناؒ نے ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں نے میری بہت خدمت کی اور مہمان نوازی کا حق خوب ادا کیا۔ اب میری باری ہے کہ میں آپ کا میزبان بنوں اور آپ ہمارے گھر اعظم گڑھ تشریف لائیں۔ حضرتؒ کی

دعوت پر ان نقشی دار کرتہ والوں نے اعظم گڑھ آنا شروع کیا۔ کل جب حضرت مرشدناؒ نقشی دار کرتہ والے کے گاؤں گئے تھے تو صرف ہنسی مذاق ہوا تھا اور اللہ ورسول کی باتیں نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن آج جب اعظم گڑھ حضرت مرشدناؒ کی دعوت پر نقشی دار کرتہ والے لوگ آئے اور حضرت مرشدناؒ کی باتوں کو سنا تو خوب روئے، توبہ وانابت کی کیفیت پیدا ہوئی اور پھر دعا کی درخواست کی۔ اس کے بعد تو یہ ہوا کہ حضرت مرشدناؒ کے دربار میں اس گاؤں کے لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا، جو بھی آتا، حضرت مرشدناؒ کی باتوں کو سنتا، وہ خوب روتا، ان کے اندر توبہ وانابت کی کیفیت پیدا ہوجاتی، وہ دعا کے لئے درخواست کرتا اور کہتا بابا دعا کرو کہ ہم جس ناپاک دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ اس سے نجات دلادے اور ہم گناہوں سے بچ جائیں۔ حضرت مرشدناؒ کی دعاؤں کا اثر ہوا کہ ان نقشی دار کرتہ والوں نے ستار اور ہارمونیم بجانا چھوڑ دیا اور کسی نہ کسی روزگار سے جڑ گئے۔ اس گاؤں سے طوائفیں بھاگ گئیں اور گاؤں کا گاؤں سدھر گیا۔

الحمدللہ آج بھی اسی گاؤں کے رہنے والے جناب نثار بابا اور مختار احمد صاحب موجود ہیں، جو حضرت مرشدناؒ کے تربیت یافتہ ہیں، جن سے حالات کی آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جب ان کے تارِ نفس کو کوئی چھیڑتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کل نثار بابا اور مختار احمد صاحبان کیا تھے اور آج کیا ہوگئے۔ کل وہ محفلوں میں رونق بخشتے تھے اور آج وہ ذکر اللہ سے اپنے قلوب واذہان کو منور کررہے ہیں۔

## نظرِ کرم

طوائفوں کے کوٹھوں کو اپنی ساز سے رونق بخشنے والے نثار بابا کے پاس آسائش کی ساری چیزیں موجود تھیں لیکن ان کے پاس اگر نہیں تھا تو وہ دل کا چین وقرار۔ حضرت مرشدناؒ کی صحبت نے انہیں یہ بھی عطا کیا۔ دوسری ایک مصیبت ان کے پاس اور تھی جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی، وہ مصیبت تھی کالے جذام کی بیماری۔ اس بیماری نے ان کے جسم کو بے حس بنا رکھا تھا۔ پہلے یہ بیماری

ان کے دادا کو ہوئی، اس کے بعد ان کے والد کو اور پھر اس بیماری نے نثار بابا کو اپنے نرغے میں لیا۔ نثار بابا پریشان تھے، علاج و معالجہ سے تھک ہار چکے تھے، انہیں اس سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان کے دل میں یہ بات تھی کہ کسی اللہ والے کا دامن پکڑا جائے تاکہ اس بیماری سے نجات ملے۔ حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ کے وہ گرویدہ تو تھے ہی۔ موقع کو غنیمت جان کر نثار بابا ایک روز حضرت مرشدناؒ کے قدموں میں گر گئے اور قدموں کو پکڑ کر خوب رونے لگے کہ اگر آپ نظر کرم فرما دیں تو مجھے اس بیماری سے نجات مل جائے گی۔ بہر حال حضرت مرشدناؒ نے نظر کرم فرمایا اور نثار بابا کی بیماری کو سلب کر لیا۔

حضرت مرشدناؒ فرماتے تھے کہ اس بیماری کو سلب کرنے کے بعد خود میرا جسم ناکارہ ہو گیا، ظاہری طور پر تو جسم کی ساخت صحیح نظر آتی تھی لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ روحانی طور پر جسم سڑ گیا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ میری حالت کو دیکھ کر تکلیف محسوس کرتے تھے، انہوں نے پرُ ملال لہجے میں فرمایا کہ ''میرے قریب نہیں آیا کرو۔'' تین دنوں تک بابا حضور رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانا جانؒ کے قریب بھی نہیں گئے۔ بہر صورت روحانئین کی نظر عنایت ہوئی اور پھر حضرت مرشدناؒ کے جسم سے یہ اثرات زائل ہوئے۔

## الہامی نعت شریف

حضرت مرشدناؒ جس وقت جونپور کے کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس وقت اس کالج کے پرنسپل جناب محمد سعید خاں شفیقؔ بریلوی صاحب تھے، جو ایک اچھے استاد کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ ایک بار شفیقؔ بریلوی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نعت شریف سنا رہے ہیں۔ پوری نعت شریف جناب شفیقؔ بریلوی صاحب نے خواب میں سنی اور صبح اٹھ کر اسے قلمبند کر لیا۔ گویا درج ذیل نعت شریف ایک الہامی نعت شریف ہوئی۔

ایڈیٹر ''البیان'' مالی گاؤں، جناب محمد سعید صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ''حضرت مرشدنا کے ساتھ ایک سفر میں بہرائچ شریف کے ایک مشہور بزرگ حضرت غازی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری ہوئی تو اتفاق سے شفیق بریلوی صاحب سے بھی وہاں ملاقات ہوگئی۔ جناب شفیق بریلوی صاحب نے وہ نعت شریف حضرت مرشدنا کی فرمائش پر ہم لوگوں کو بھی سنائی۔ میں نے اس نعت کو قلم بند کرلیا۔ الحمدللہ ''البیان'' کے صفحات اس نعت پاک سے کئی بار مزین ہو چکے ہیں۔'':

## نعت شریف

مظہر اولیں ، خاتم المرسلیں | خاتم زندگی کے درخشاں نگیں!
ذات مولیٰ صفت نور ہی نور ہے | کوئی سایہ نہیں ، کوئی ثانی نہیں
عدل میں یہ کرم ، فہم میں یہ فسوں | جیت میں یہ اماں ، ہار میں یہ سکوں
کیا کروں آپ کہتے ہیں خود کو بشر | اور بشر کے لئے کوئی سجدہ نہیں
یہ نگاہ رسالت کا ہے معجزہ | غیر محسوس ، محسوس ہونے لگا
جو نظر سے پرے ، فہم سے دور تھا | ہوگیا وہ رگ جاں سے بھی قریں
رازدار جنوں ، محرم آگہی! | دل کی بیداریاں ، ذہن کی روشنی
آپؐ رہبر نہ ہوں تو یہ دنیا ہے کیا | ریگ زار گماں ، خار زار یقیں
آپؐ کی ہر نظر محرم راز ہے | آپؐ کی ہر ادا ، ایک اعجاز ہے
آپؐ کا ہر تکلم شکست گماں | آپؐ کا ہر تبسم یقیں آفریں
آپؐ ہیں اور بندہ نوازی بھی ہے | چشم دیدار جو کب سے پیاسی بھی ہے
پھر بھی ہمت نہیں ہے کہ میں دیکھ لوں | آپؐ کا اک نظر بھر کے روئے مبیں
کتنے صدیقؓ کتنے عمرؓ ہوگئے | کتنے عثمانؓ کتنے علیؓ بن گئے
پرتو حسن سے سب حسیں ہوگئے | ایک پل جو رہے آپؐ کے ہم نشیں

آپؐ محبوب حق آپؐ مطلوب رب — آپؐ مقصود کل آپؐ سب کی طلب
آپؐ جس کو ملے اس کو سب مل گیا — بحر و بر خشک و تر آسماں و زمیں
آپؐ سے واسطے خلد کے راستے — آپؐ سے نسبتیں زیست کی نعمتیں
اس کو دنیا و دیں کی ملی نعمتیں — آپؐ کے نقش پا پر جھکے جو جبیں
آپؐ کی مدحتیں اور میری زباں — آپؐ کی عظمتیں اور میرا بیاں
مرحبا مرحبا ، مرحبا مرحبا — آفریں آفریں ، آفریں آفریں

اس کو جو بھی ہو تادیب فرمایئے
اس کو اپنی نظر سے نہ ٹھکرایئے
آپؐ کے در کے ادنیٰ غلاموں میں ہے
آپؐ کا مدح خواں یہ شفیقؔ حزیں

## حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی باتیں مشہور ہیں۔ بابا حضور علیہ الرحمہ بھی جونپور میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مرشدناؒ شام کے وقت اپنے کالج کے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے گومتی ندی کے کنارے جاتے تھے۔ ایک روز کی بات ہے کہ حضرتؒ کی جونپور کے محلّہ سپاہ میں گومتی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شرقیہ کی تعمیر کردہ جھنجھری مسجد کے پاس بوقت عصر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے ساتھ گفتگو بھی ہوئی۔ وہاں پر موجود دوسرے لوگ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔

## کمیونسٹ کلکٹر

جونپور میں ہی حضرت مرشدناؒ کی ملاقات ایک دہریہ، کمیونسٹ ذہنیت کے پروردہ غیر مسلم کلکٹر سے

ہوئی۔ وہ اللہ اور ایشور کو نہیں مانتا تھا، وہ اس بات کا بھی قائل نہیں تھا کہ خدا ہے بلکہ وہ خدا کے وجود کا انکار کرتا تھا۔ جب حضرت مرشدناؒ سے اس کا تبادلہ خیال ہوا تو حضرت مرشدناؒ نے اسے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا مشورہ دیا۔ اس دہریہ کلکٹر نے حضرت مرشدناؒ کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا — اس کا دل اس میں اتنا لگا کہ اس نے پورے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ ڈالا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد پھر اس دہریہ اور کمیونسٹ کلکٹر کی ملاقات حضور والاؒ سے ہوئی۔ دوران ملاقات حضرت مرشدناؒ نے پوچھا کہ کیا آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ اس کلکٹر کا جواب اثبات میں تھا۔ باباحضورؒ نے پھر اسی کلکٹر کو یہ مشورہ دیا کہ اب آپ حدیث شریف کا ترجمہ پڑھ ڈالئے۔ حضرت والاؒ کا یہ جملہ سننا تھا کہ اس دہریہ کلکٹر نے کہا ''قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر تو میں 'لا الٰہ الا اللہ' کا قائل ہوگیا ہوں۔ آپ حدیث شریف پڑھوا کر مجھے 'محمد رسول اللہ' کا قائل کروانا چاہتے ہیں اور 'محمد رسول اللہ' پڑھانا چاہتے ہیں۔'' بہر کیف اس دہریہ نے حدیث شریف ترجمہ پڑھنے سے صرف معذوری ہی ظاہر نہیں کی بلکہ صاف انکار ہی کر دیا۔

## پنڈت جی

حضرت مرشدناؒ کے جونپور قیام کے دوران ایک روز ایک پنڈت جی آپؒ کے پاس بغرض ملاقات آئے اور ڈھیر سارے سوالات پنڈت جی نے کئے۔ حضرت مرشدناؒ نے جو تشفی بخش جواب پنڈت جی کو دیا تو اس سے وہ قائل ہوگئے۔ پنڈت جی نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کچھ پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ باباحضورؒ نے پنڈت جی سے فرمایا کہ آپ کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ قبول اسلام انہوں نے اس وقت کیا جب حضرت مرشدناؒ کے نانا جان قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ باحیات تھے۔ پنڈت جی کی بمبئی خانقاہ میں آمد ہوتی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پنڈت جی کی طرز رہائش اور طرز لباس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ لیکن اقرار

باللسان اور تصدیق بالقلب کا معاملہ ہو چکا تھا۔ بمبئی خانقاہ میں حضرت مرشدناؒ کے پیر ومرشد حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت قبول اسلام کے بعد بھی پنڈت جی کے رہن سہن میں تو کوئی فرق نہیں پڑا اور لباس بھی نہیں بدلا تو پھر وہ کیسے مسلمان ہوئے؟ حضرت مرشدناؒ کے پیر ومرشد حضرت نانا جانؒ نے سوالیہ لہجہ میں فرمایا ''بتاؤ بھائی جو شخص روزانہ چار سو مرتبہ 'لا الٰہ الا اللہ' پڑھتا ہو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟'' سوال پوچھنے والے شخص کو حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے سوال ہی میں جواب مل گیا۔

## پانڈے جی

حضرت مرشدناؒ کے متوسلین اور عقیدتمندوں میں غیر مسلم حضرات بھی تھے۔ بہتوں نے اسلام قبول کیا اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے اور ان کو ان کی کھوئی ہوئی متاع حیات ملی۔ ان ہی میں سے ایک عقیدتمند پانڈے جی بھی تھے۔ وہ حضرت والاؒ سے بمبئی خانقاہ ملنے آیا کرتے تھے اور وہ سلسلے کی تعلیمات سے وابستہ تھے۔ پانڈے جی بمبئی اسٹیٹ ٹرانسپورٹ میں ڈرائیور تھے اور ڈبل ڈیکر بس چلاتے تھے۔ ان کا یقین بڑا مستحکم اور اعتماد بڑا ہی پختہ تھا۔ وہ روزانہ کے معمولات میں مغرب کا فاتحہ پڑھ کر مراقبہ کر کے گاڑی چلاتے تھے۔ لوگوں کو یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ یہ نیند کی حالت میں گاڑی چلاتے ہیں۔ لہذا خطرہ ہو جانے کے پیش نظر ان کی شکایت بمبئی اسٹیٹ ٹرانسپورٹ آفس میں کی گئی۔ مجسٹریٹ کا کہنا تھا کہ جب ان کی آنکھ بند رہتی ہے تو گاڑی ٹھیک چلتی ہے اور جب یہ آنکھ کھول کر گاڑی چلاتے ہیں تو ان سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ حضرت مرشدناؒ نے پانڈے جی کے بارے میں فرمایا:

> ''سچید انند نامی ایک پنڈت بڑے بڑے بالوں والا خود کو لالہ کہتا تھا۔ بمبئی خانقاہ میں ملنے آیا کرتا تھا۔ وہ بی ایس ٹی یعنی بمبئی اسٹیٹ ٹرانسپورٹ کا ڈرائیور تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ اسی ڈپارٹمنٹ کا مجسٹریٹ اور کچھ دوسرے افسران مجھ سے ملنے آ گئے اور

اسی دن اتفاق سے سچد انند پانڈے بھی آ پہنچا۔ مجسٹریٹ نے بغور اسے دیکھا اور کہنے لگا کہ حضور یہ تو بی ایس ٹی کا ڈرائیور ہے۔ آپ کے پاس بھی آتا ہے۔ میں نے کہا آتا ہے۔ دھیان گیان کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اس کا ایک بہت ہی دلچسپ مقدمہ میرے پاس ہے۔ یہ ڈبل ڈیکر بس چلاتا ہے اور شام کو بھری بمبئی میں سوتا رہتا ہے۔ بس میلوں دور چلی جاتی ہے لیکن آج تک کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔ کنڈکٹر وِسل دیتا ہے تو روک دیتا ہے۔ گھنٹی ہونے پر چلا دیتا ہے۔ میلوں دور سوتے ہوئے چلا جاتا ہے۔ ہم نے جیپ دوڑا کر چیک کیا۔ کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سونے پر بھول نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جاگتے ہوئے بھول کر دیتا ہے۔ ایک دن دوسرے روٹ پر چلا گیا، میں نے پوچھا آپ کس روٹ پر ہیں۔ جواب نہیں دے سکا۔ آج سو نہیں رہا تھا۔ تعجب اس بات پر ہے کہ سوئے ہوئے بھول نہیں ہوتی بلکہ جاگتے ہوئے بھول کر دیتا ہے۔ اب یہاں دیکھ لیا ہے تو مقدمہ سنبھال لوں گا — میں نے پانڈے جی کو بلا کر سوال کیا کیوں جی سو سو کر بس چلاتے ہو۔ کہا سرکار سوتا نہیں ہوں۔ فاتحہ پڑھ کر مراقبہ کی نیت کر کے اسٹیرنگ پر بیٹھ جاتا ہوں اور آنکھ بند کر لیتا ہوں۔''

## گروہ اجنہ کا سامنا

جس طرح انسانوں میں شریف اور رذیل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اجنہ میں بھی شریف رذیل ہوتے ہیں۔ ایک بار حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ کو اجنہ کے بے راہ اور رذیل گروہ کا سامنا کرنا پڑا۔ معاملہ روحانی پیچیدگی کے ازالہ کا تھا۔ حالات نازک ہو گئے تھے اور معاملہ سنگین ہو گیا تھا۔ آپؒ معاملے کے ازالہ کے لئے جامع مسجد میں طویل مراقبے میں بیٹھ گئے۔ حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ اپنے حجرہ میں پریشان ہیں۔ کبھی سر کو پکڑتے اور کبھی کروٹ بدلتے۔ یہاں تک کہ حاضرین

سے فرماتے:

''دیکھو اسرار کیا کر رہے ہیں، آہ! میری جوان اولاد کہیں اس پیچیدگی کی نذر نہ ہو جائے۔''

حاضرین میں سے جب کوئی مرید مسجد کی طرف جانے لگتے تو فوراً ہی فرماتے:

''اچھا جانے دو، میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت سید صاحبؒ (حضرت سید عبدالباری شاہ صاحبؒ) اور دوسرے اکابر ہر محاذ پر ان کے ساتھ موجود ہیں۔''

## حضرت مرشدناؒ کا ذکر خاص

مرحوم پروفیسر مطیع الرحمٰن صاحب (پٹنہ کالج، پٹنہ) قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ کے مرید تھے۔ انہوں نے ۵۸۰ صفحات پر مشتمل ''آئینہ ویسی'' کی تصنیف اپنے پیرومرشد کی اس خواہش کے احترام میں کی کہ ولی اللّٰہی سلسلے کے تمام بزرگوں کے حالات کہیں نہ کہیں مل جاتے ہیں۔ لیکن حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کے بزرگوں کے حالات قلم بند نہیں ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں حضرت صوفی فتح علی ویسی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے سلسلے کے بزرگوں کے حالات قلم بند ہیں۔ کتاب ہذا میں بعض جگہوں پر پروفیسر صاحب مرحوم نے حضرت مرشدناؒ کی تعریف و توصیف فرمائی ہے اور ان کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مرشدناؒ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی صرف زیارت ہی نصیب نہیں ہوئی بلکہ گفتگو بھی ہوئی۔ ان کے دست حق پرست پر کئی غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے بہت سے علاقوں میں دینی و تبلیغی کام بھی کئے اور لوگوں کو سلسلہ سے وابستہ کیا۔ یہاں تک کہ اپنے پیرومرشد کی اجازت سے متوسلین کی ابتدائی تعلیم و تربیت فرماتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مرشدناؒ سے ان کے شیخ محترم حضرت مولانا

محمد سعید خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کو اتنی محبت والفت تھی کہ آخری وقت میں فرماتے تھے کہ ''اسرار آجاتے تو آرام سے سوجاتا۔'' جب اس کیفیت کی اطلاع حضرت مرشدنا کو ملی تو بمبئی سے فوراً واپس تشریف لائے اور اس کے دو تین ہی دنوں کے بعد حضرت مرشدنا کے پیر ومرشد کا وصال ہوگیا۔ وصال کے وقت حضرت مرشدنا کی حاضری رہی اور اس آخری وقت میں بھی حضرت مرشدنا کو خلوت میں بار بار بلاتے رہے اور بار بار کمرہ بند کرنے کا حکم صادر فرماتے رہے۔ البتہ تفتیش حال کے لئے حضرت مرشدنا کی نانی جان رحمۃ اللہ علیہا کمرے میں ایک دو بار تشریف لے گئیں۔

پروفیسر مطیع الرحمٰن صاحب مرحوم ''آئینہ ویسی'' صفحہ ۳۶۷ تا ۳۶۸ کے حاشیہ پر اور صفحہ ۵۵۱ پر تحریر کرتے ہیں:

''محترم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں، بی اے، بی ایڈ اعلیٰ حضرت پیر ومرشد مدظلہ کی بڑی صاحبزادی مرحومہ کے فرزند رشید، پھول پور، ضلع اعظم گڑھ سے اتر نوادہ کے رہنے والے نہایت ہی صالح اور لائق و فائق نوجوان ہیں۔ بچپن ہی سے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے ساتھ رہے اور فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ بی اے اور بی ایڈ کے امتحانات پاس کرنے کے بعد شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ میں ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی امتیازی خصوصیت کے باعث کالج میں نیشنل کیڈٹ کور کے اعلیٰ ترین عہدہ پر پہنچ گئے تھے۔ فوج میں کمیشن کے لئے انتخاب ہو چکا تھا۔ لیکن والدہ مرحومہ کی مخالفت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول نہ کر سکے۔ اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم آدم اللہ فیوضہ اور آپ کے متوسلین مہمانوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، عبادت و ریاضت، خدمت، سادگی، تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بہرائچ، جون پور،

بمبئی، کلکتہ اور اعظم گڑھ میں آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ اس نو جوانی میں سیکڑوں آدمی آپ کی کوششوں سے راہ راست پر آ کر اعلیٰ حضرت کے متوسلین میں شامل ہوئے ہیں۔ کئی آدمی آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ چند سال قبل جون پور کے محلہ سپاہ میں گومتی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شرقیہ کی تعمیر کردہ جھنجھری مسجد کے پاس عصر کے وقت آپ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ گفتگو بھی ہوئی۔ آپ کے تمام ساتھیوں اور پاس میں کام کرنے والی ایک دھوبن بھی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو گومتی کی سطح آب پر دیکھا اور دھوبن سخت متعجب ہوئی۔''

''مئی ۱۹۷۳ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا اعظم گڑھ میں وصال ہوا۔ اس سے چند روز قبل آپ کی شادی شرعی طور پر نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے حکم سے متوسلین کی ابتدائی تعلیم اسرار بابو کے ذریعہ ہوتی ہے۔''

''اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے بڑے نواسے محترم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ اس سال حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۶ جنوری، ۱۹۷۶ء کو اعظم گڑھ واپس آئے۔ سفر حج پر روانگی سے قبل عرب مسجد، مدن پورہ، بمبئی۔۸ میں ایک آدمی اور اس مبارک و مسعود سفر سے واپسی کے بعد اس مسجد میں ۱۳ آدمی موصوف کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں سے اکثر مراٹھی نوجوان ہیں۔''

اسی ''آئینہ ویسی'' کے صفحہ ۵۵٦ کے حاشیہ پر مذکور ہے:

''میری ہدایت پر میرے ایک عزیز بھائی نے جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب

محترم سے عرب مسجد مدن پورہ، بمبئی۔ ۸ میں ملاقات کرکے مجھے مطلع کیا کہ اسرار بابو ۳۰ تک اعظم گڑھ روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اعظم گڑھ سے محمد ریاض صاحب موزے والے بمبئی پہنچے اوران سے اسرار بابو محترم نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خیروعافیت دریافت کیا۔ ریاض صاحب نے بتلایا کہ اعلیٰ حضرت فرمارہے تھے کہ ''اسرار آجاتے تو آرام سے سوجاتا۔'' اسرار بابو بمبئی میں کچھ اور قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے ''آرام سے سوجاتا'' کے الفاظ معلوم کرکے فوراً اعظم گڑھ روانہ ہوئے اور وہاں ۲۶ جنوری کو پہنچے۔''

مصنف مرحوم اسی صفحہ پر اپنے پیر و مرشد شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ کے مکتوب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اپنے آخری خط میں بھی جو انہوں نے ۲۵ جنوری کوروانہ کیا تھا حضرت مرشدنا کی آمد کی اطلاع دی کہ:

''الحمدللہ بخیریت ہوں۔ کل ۲۶ کو اسرار اعظم گڑھ پہنچ رہے ہیں۔''

مرحوم پروفیسر صاحب نے کتاب ہذا میں ہی صفحہ ۵۵ پر شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت نزاع کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس موقع پر بھی حضرت مرشدنا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو جمعرات ۲۹ جنوری تک کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن جمعہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری، ۱۹۷۶ء کو صبح ۸ بجے طبیعت کی خرابی کا حال بتلایا۔ ریاحی درد کے باعث جسم کے بالائی حصہ میں سر مبارک تک سخت تکلیف تھی۔ کئی بار اسرار بابو سے تیل مالش کرایا۔ اسی درمیان میں قے ہوئی۔ جس سے کچھ سکون ہوا۔ مولانا اسلم جیراج پوری مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر معظم صاحب نے آکر دیکھا، دوا تجویز کی، لیکن ریاحی درد کی جو دوا قبل سے زیر استعمال رہتی تھی،

اس کی ایک خوراک کھایا۔ ساڑھے دس بجے سونف کھایا۔ گیارہ بجے اگر بتی اور لوبان جلانے کو کہا۔ اندازہ ہے کہ اسی وقت سے فرشتوں اور روحانین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جمعہ کے بعد بند کمرے میں کئی بار ہاتھ پھیلاتے تھے اور سینہ مبارک تک لاتے تھے۔ اس درمیان میں باربار کمرہ بند کرنے کا حکم دیا اور بار بار اسرار کو اپنے پاس بلاتے رہے۔ کمرہ میں ایک دوبار حضرت عالیہ مدظلہا بھی تفتیش حال کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ عصر کے وقت تک یہی حال رہا۔ چار بجے جب جامع مسجد میں موذن نے اذان پکارا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ختم کر کے اشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلَ اللّٰہ پر پہنچا کہ روح پاک جسد عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔‘‘

## لطائف عشرہ کی اجازت

اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کی تخلیق کی تو اسے ایک دائرہ کے اندر رکھا۔ اس دائرہ کو ’’دائرہ امکان‘‘ کہا جاتا ہے۔ ’’دائرہ امکان‘‘ دو حصوں میں منقسم ہے اور ’’عرش‘‘ دونوں حصوں کو تقسیم کرتا ہے۔ اوپر کے حصے کو ’’عالم امر‘‘ کہا جاتا ہے اور نیچے کے حصے کو ’’عالم خلق‘‘ کہا جاتا ہے۔ پہلا حصہ ’’عالم امر‘‘ انتہائی لطیف اور نورانی ہے اور اس ’’عالم امر‘‘ کی تخلیق اللہ رب العزت کے ’’کن‘‘ کہہ دینے سے ہوگئی۔ اور دوسرا حصہ ’’عالم خلق‘‘ کثیف اور ظلماتی ہے اور اس ’’عالم خلق‘‘ کی تخلیق آہستہ آہستہ ہوئی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ رب العزت نے آسمان وزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اہل سلوک وتصوف کے مطابق حضرت انسان ’’عالم امر‘‘ کے پانچ لطیفوں یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور ’’عالم خلق‘‘ کے پانچ لطیفوں یعنی نفس، خاک، باد، ما، نار کا مجموعہ ہے۔ اسی مجموعے کی بنیاد پر حضرت انسان کو مخلوقات میں اشرف مخلوق کا درجہ عطا کیا گیا۔ ’’عالم امر‘‘ اور ’’عالم خلق‘‘ کے ان ہی لطیفوں کو ’’لطائف عشرہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل مکتوبات مجددؒ کے علاوہ اور بھی بزرگوں کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور

دوسرے بزرگوں نے پوری تحقیق وجستجو کے بعد ان دس لطیفوں پر پورا روحانی نظام مرتب کر ڈالا تاکہ طالبین طریقت اور سالکین معرفت آسانی کے ساتھ روحانی سفر طے کرسکیں۔ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے ''عالم امر'' کی پانچ لطیف اور نورانی چیزوں کو انسان کے ظلماتی قالب میں رکھ کر اسے جسمانی لذتوں کا فریفتہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت انسان اپنے قرب الٰہی کے لطف کو بھول گیا اور اصل کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ گئی اور بیزاری بڑھی۔ اسی قرب الٰہی کے لطف کو، جس سے انسان بیزار ہو گیا ہے، بے توجہی برتی ہے، خود کو دنیاوی لذتوں کا خوگر بنا دیا ہے، خواہشات کی پیروی میں نعمت عظمٰی کو بھلا دیا ہے اور گناہوں میں زندگی بسر کر رہا ہے، حاصل کرنے کے لئے حضرات صوفیائے کرام اور سالکین طریقت طالبین کو سخت محنت ومجاہدہ اور ریاضت کراتے ہیں۔ انسان کی بداعمالیوں کی وجہ کر ''عالم امر'' کے لطائف پر جو داغ اور دھبے پڑ جاتے ہیں، اس کی روشنی جو ماند ہوئی ہے اور اس کے باطن کا نور جو پھیکا پڑا ہے۔ حضرات صوفیائے کرام اس کی صفائی ذکر و ذکر دوام، تسبیح وتہلیل، تقویٰ وپرہیزگاری، زہد وقناعت، توکل ورضا اور مراقبہ ومحاسبہ کے ذریعہ کراتے ہیں اور اس پر توجہ ونسبت ڈالتے ہیں تاکہ لطائف عشرہ ذکر الٰہی سے معمور وباطن منور ہو جائے نیز ان دسوں لطائف کے مقامات طالبین طریقت کو بتاتے ہیں۔ حضرت مرشدناؒ نے لطائف عشرہ کی تعلیم کی اجازت جن حضرات کو مرحمت فرمائی تھی ان میں (۱) الحاج مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، ضلع دربھنگہ، بہار)، (۲) حاجی بدر الحق صاحب مرحوم (سابق پیش امام چترپور جامع مسجد، ضلع رام گڑھ، جھارکھنڈ)، (۳) حاجی ماسٹر عبد الحق صاحب (ملکہ پور، بلڈانہ، مہاراشٹر)، (۴) الحاج محمد وحی صدیقی صاحب (پپلانی، بھوپال، مدھیہ پردیش)، (۵) جناب رفیع احمد صاحب (ہیڈ صاحب) (بھوپال) (۶) الحاج احتشام الحق خاں صاحبؒ (اعظم گڑھ، اتر پردیش) اور (۷) الحاج احمد محی الدین صاحب (بنگلور) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

قطب الاقطاب شیخ المشائخ الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ نے جن لوگوں کو لطائف

عشرہ کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی ان میں سے (۱) حاجی منیر عالم صاحبؒ (وارث علی گنج، نوادہ، بہار)، (۲) حاجی ولی محمد صاحبؒ (رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار)، (۳) الحاج ڈاکٹر پیر محمد تمکیلی صاحبؒ (مالی گاؤں، ناسک، مہاراشٹر)، (۴) حاجی ابوالحسن صاحبؒ (مؤذن صاحب، بہارشریف، نالندہ)، (۵) سید شریف الحسن صاحب (بھوپال) اور (۶) حاجی محفوظ عالم صاحب (گیا، بہار) اپنے شیخ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ سے وابستہ ہو گئے اور حضرت مرشدناؒ کے مریدین اور متوسلین کو لطائف عشرہ کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت مرشدناؒ نے سید شریف الحسن صاحب (بھوپال) کی ساری نسبتیں اس بنیاد پر سلب کر لی تھیں کہ انہوں نے بلا اجازت بیعت کرنا شروع کر دیا تھا۔ لطائف عشرہ کی تعلیم کے اجازت یافتہ افراد کے جو نام مجھ تک پہنچے، میں نے درج کر دیا۔ اگر کہیں کا نام چھوٹا ہو تو معذرت چاہتا ہوں۔

## جن کو تعلیم کی اجازت

ایسے متعدد علمائے کرام و صوفیائے عظام اور بزرگان دین گزرے ہیں، جن سے اجنہ نے دینی علوم و تعلیم طریقت حاصل کی ہیں۔ بڑے بڑے دینی مدارس اور خانقاہیں اس بات کی گواہ ہیں کہ جہاں باضابطہ طور پر اجنہ آتے اور اپنے اساتذہ کے درس میں شامل ہوتے تھے۔ ویسے بہت سے صوفیائے کرام بھی ہیں، جہاں اجنہ آ کر زانوئے تلمذ تہہ کرتے اور تعلیم طریقت حاصل کرتے تھے۔ آج بھی ایسے بہت سے مدارس و خانقاہیں ہیں اور ایسے اساتذہ و شیوخ طریقت ہیں، جن کے دست مبارک پر اجنہ نے باضابطہ بیعت کی ہے اور تعلیم طریقت کے حصول میں کوشاں ہیں نیز دینی علوم حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت مرشدناؒ کا ایک مکتوب گرامی بنام الحاج مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، جالے، دربھنگہ) سے ایسا ہی کچھ پتہ چلتا ہے، جس میں حضرت مرشدناؒ نے مولوی صاحب کو اجنہ کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ازیں قبل حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے تمام مریدوں میں مولوی

صاحب کو سب سے پہلے دس لطیفے کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی کیوں کہ ان کے حالات دیگر مریدوں سے کچھ الگ تھے۔

بہر حال، جب میں نے مولوی معین الدین صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ نے کچھ دیکھا یا محسوس کیا تو مولوی معین صاحب نے فرمایا کہ ''ایسا کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔'' البتہ انہوں نے یہ بتایا کہ ''دربھنگہ ضلع میں واقع موضع ارئی کی چھوٹی مسجد میں ہم لوگ ہفتہ میں ایک روز شب بیداری کرتے تھے۔ مسجد کے بغل میں اتر جانب ملاح لوگ رہتے ہیں۔ ان ملاحوں کا مقامی لوگوں سے کہنا تھا کہ شب بیداری والی شب میں ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ اجلی پگڑی اور اجلے لباس والوں سے مسجد کا صحن بھرا رہتا ہے۔'' مولوی صاحب نے بتایا کہ ''ان ملاحوں سے ہماری براہ راست ملاقات اور بات نہیں ہوئی بلکہ ان ملاحوں نے وہاں کے مسلمانوں کو یہ بات بتائی۔'' انہوں نے ایک بات اور بتائی کہ ''موضع راڑھی ضلع دربھنگہ کے منشی عبداللطیف صاحب حضرت مرشدنا سے بیعت دوگھرا (دربھنگہ، بہار) میں ہوئے۔ حضرت مرشدنا کے تشریف لے جانے کے چند دنوں کے بعد دوگھرا پہنچے اور میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ مراقبہ میں بہت رونے لگے، تسلی دینے پر چپ ہوئے۔ ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے گھر کا غسل خانہ خود بخود اندر سے بند ہو جاتا ہے اور گھر پر مٹی کا ڈھیلا برسایا جاتا ہے، جس کی وجہ کر ہم تمام گھر والے پریشان ہیں۔'' مولوی صاحب نے منشی جی سے کہا اگر اب ایسا ہو تو آپ کہہ دیں گے کہ ''اگر کچھ سیکھنا ہو تو دوگھرا جا کر سیکھو، اپنی شرارت بند کرو، ورنہ شکایت اعظم گڑھ چلی جائے گی۔'' اس کے بعد ایسا ہوا کہ غسل خانے کا دروازہ بند ہونے کی شکایت پھر کبھی نہیں ملی اور نہ ہی مٹی کا ڈھیلا برسانے کی شکایت ملی۔ انہوں نے بتایا کہ ''اسی طرح کی اور بھی جگہوں سے شکایتیں ملتی رہتی تھیں۔ ان شکایتوں کی خاطر میں وہاں کا ارادہ کرتا یا پروگرام بناتا یا پھر وہاں پہنچ جاتا تو حالات سدھر جاتے تھے''— مختصر یہ کہ حضرت مرشدنا نے اپنی نگاہ بصیرت اور کشف سے سارے حالات کو ملاحظہ کیا ہوگا اور انہی حالات کے پیش نظر مولوی معین

صاحب کو اجنہ کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔ درج ہے حضرت مرشدنا کا مکتوب گرامی:

محبی! السلام علیکم

الحمدللہ بخیریت ہوں۔ اللہ جل شانہ آسانی کرے...... اللہ جل شانہ غفلت سے بچائے اور ذکر دوام کی توفیق سے نوازے۔ آمین

کام بڑھتا رہے۔ قدم رکے نہیں۔ آپ حضرات سے اللہ جل شانہ بے پناہ کام لے اور بے پناہ مخلوقات کو راہ ہدایت پر لگائے۔ آمین۔ ہوسکتا ہے، جن لوگ بھی طالب ہوں۔ ان کو معمولات بتایا جائے، لیکن قلب و روح دو لطیفہ سے زیادہ تعلیم نہ دی جائے۔ اللہ جل شانہ آسانی کرے اور تمام مخلوقات میں سلسلہ کو عام کرے۔ بڑھتے ہوئے نیپال تک جانا ہے اور اس کی آخری سرحد پر کام تمام کرنا ہے۔ نئی جگہوں کا بھی پروگرام بنانا چاہیے۔ اللہ جل شانہ سلسلہ کو بے پناہ فروغ عطا کرے۔ آمین۔

والسلام / اسرارالحق / ٨٠۔٦۔٦

## اعزاز واکرام

یہ بات تحریر کی جاچکی ہے کہ حضرت مرشدنا کو کالج کے زمانے میں فوجی ٹریننگ کی تنظیم این سی سی سے دلچسپی ہوئی تو پنڈاری گلیشیئر نامی ہمالیہ پہاڑ کی برف پوش اونچی چوٹی کو سر کیا اور انعام واعزاز سے نوازے گئے۔ بعد ازاں کمانڈر نے کہا:

”اس طالب علم میں ہزاروں کی قیادت کرنے کی صلاحیت پوشیدہ ہے۔“

الحمدللہ یہ بات سامنے آئی کہ آپؒ نے روحانیت کے متوالوں اور ولیوں کے عظیم گروہ کی قیادت و سیادت کی۔ زمانۂ طالب علمی کو دیکھا جائے تو اساتذہ کرام بھی آپؒ کا لحاظ وخیال رکھتے اور پیار و محبت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؒ کے ہم عصر طلبا بھی بڑے ہی مؤدب رہتے،

آپؒ کی معیت میں مراقبے کرتے اور درود شریف کی مجلس میں شامل ہوتے تھے۔ادب واحترام اوراعزاز واکرام کے تعلق سے ایسے کئی واقعات ہیں جو صفحہ قرطاس پر لائے جانے کے متقاضی ہیں۔لیکن میں صرف ایک دوواقعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول قطب زماں شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب نوراللہ مرقدہ جلیل القدر عالم دین، عارف باللہ اور سلوک وطریقت کے عظیم رہبر تھے، جن کی عزت و احترام حضرت مرشدناؒ بے انتہا کرتے تھے۔ان کی بے نفسی کی مثالیں دیتے تھے،وہ بڑے ہی خاموش طبع بزرگ تھے،کم خوردن، کم گفتن،کم خفتن پر ان کا عمل ہمیشہ رہا۔احتراماً حضرت مرشدناؒ کی مراقبہ کی مجلس میں پیچھے بیٹھ جاتے تھے۔حضرت مولانا موصوفؒ حضرت مرشدناؒ کی معیت میں اعتکاف کی غرض سے اعظم گڑھ کے محلّہ آصف گنج کی مسجد تشریف لاتے تھے۔حضرت مرشدناؒ کے کسی مرید کو اگر ''حزب البحر یا درود سیف'' کی اجازت درکار ہوتی تو فرماتے ''جاؤ مولوی صاحب سے اجازت لے لو اور سیکھ لو''۔دوسری طرف شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب نوراللہ مرقدہ بھی حضرت مرشدناؒ کا بڑا ہی ادب واحترام کرتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ کی باتوں کو اور مشوروں کو نظر انداز تک نہیں کرتے تھے، جب کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ الطریقت میں شمار ہوتا تھا۔اس کے باوجود انہوں نے ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱ فروری،۱۹۸۲ بروز جمعرات بعد نماز چاشت مدرسہ فیض العلوم، بخش پور (یوپی) کے قریب مسجد فیضی کی بنیاد حضرت مرشدناؒ سے ہی رکھوائی اور اس مسجد کا افتتاح بھی ۲۴ شعبان المعظم، ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۴ اپریل، ۱۹۸۷ء کو حضرتؒ سے جمعہ کی نماز کی امامت سے کرایا۔اس مبارک و مسعود موقع پر موجود جم غفیر سے باباحضورؒ نے بصیرت افروز اور رقت آمیز خطاب بھی فرمایا۔حضرت مرشدناؒ کے خطاب اور رقت آمیز خطبہ ودعا کے دوران کون سی آنکھیں تھیں جو اشک بار نہ ہوئی ہوں، کون سا

دل ہوگا جو رو یا نہ ہو، کون سا ضمیر ہوگا جس کے اندر احساس زیاں پیدا نہ ہوا ہو۔ حقیقت میں یہ سارا معاملہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ والا تھا کہ جو اللہ کے لئے تواضع اختیا کرتا ہے، اللہ رب العزت اسے اونچا مقام عطا فرماتا ہے۔

قطب زماں شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنے صاحبزادے شیخ الطریقت الحاج صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی کو، بابا حضور علیہ الرحمہ کے مرید ہونے کے باوجود، خلافت و اجازت بیعت حضرت مرشدنا کے مشورے کے بعد ہی دی۔ حالاں کہ حضرت مولاناؒ نے ان سے قبل کئی افراد کو خلافت و اجازت بیعت دے دی تھی۔ حضرت مرشدناؒ کے تئیں یہ ادب و احترام ہی تھا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے حضرت مرشدناؒ کے مشورے کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اپنے صاحبزادے کو خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اپنے صاحبزادے شیخ الطریقت الحاج صوفی ابومعالم خاں صاحب دامت برکاتہم کو لکھے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اسرار صاحب نے مجھے ایک مشورہ دیا ہے کہ اپنے کسی ایک لڑکے کو کم سے کم بیعت کی اجازت دے دیں تاکہ آئندہ سلسلے کی خدمت ان سے ہوتی رہے اور اہل سلسلہ کی آمد و رفت، خاطر و تواضع جاری اور قائم رہے۔ میں نے تمہارا نام لیا تو فرمایا کہ ان کو مرید کر کے بیعت کی اجازت دے دیں۔ اس لئے میں جو لکھ رہا ہوں اسے قبول کریں۔ میں نے تم کو سلسلہ عالیہ مجددیہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، سلسلہ عالیہ شاذلیہ میں مرید کیا۔ تم کہو میں نے قبول کیا اور اختیار کیا۔ پھر میں نے تم کو ان پانچوں سلسلوں میں بیعت لینے اور مرید کرنے کی اجازت دی۔ جو ان سلسلوں کی تعلیم باقی ہے، وہ مجھ سے اور اسرار صاحب سے پوری کرتے رہو۔ پھر ملاقات ہونے پر زبانی بھی بیعت کرلوں گا اور بیعت کی اجازت دے دوں

گا۔ زندگی کا بھروسہ نہیں اس لئے ملاقات کا انتظار نہیں کیا۔"

حضرت مولانا موصوفؒ سنگاپور کے اپنے ایک مرید کو ۱۱ فروری ۱۹۹۲ء کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"۹ فروری کو پیر اسرار صاحب سنگاپور پہنچے ہوں گے۔ وہاں سے کہیں اور جائیں گے۔ پھر ۱۸ فروری کو سنگاپور سے واپس آئیں گے۔ ملاقات ہو سکے تو بہتر ہے۔ خاطر بات خوب عزت کریں گے۔ میرے کسی عزیز رشتہ دار کے سوال کو پورا نہ کر سکیں گے تو مجھے کوئی آپ سے ناراضگی نہ ہوگی...... پیرومرشد اسرار صاحب سے ملاقات ہوئی ہو تو لکھئے گا، جو کچھ بات چیت خاطر بات والی آپ کئے ہوں کچھ اس سے بھی آگاہ کریں گے۔"

عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت، کثیر کتابوں کے مصنف، ندوۃ العلماء کے ناظم، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ کے ایک جلسے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت مرشدناؒ کو بھی اس جلسے میں دعوت دی گئی تھی۔ دعوت کے مطابق حضرت مرشدناؒ تشریف لے گئے۔ حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مرشدناؒ کو جو اعزاز بخشا وہ حضرت مرشدناؒ کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

"حضرت مولانا علی میاں ندوی دارالمصنفین میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر) میں ان کے پوتوں کی عمر کا ہوں گا، اٹھ کھڑے ہوگئے۔ میں نے کہا بیٹھئے، فرمایا جب تک آپ نہیں بیٹھیں گے، میں نہیں بیٹھوں گا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی، میں نے کہا حضرت خاموشی ہے، لوگوں کو نصیحت کی باتیں کہئے تا کہ لوگوں کو فیض ہو، رونے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، فرمایا میں آپ کے سامنے نصیحت کی باتیں کروں،

ہم سب کو چل کر آپ کی خانقاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کر کے فیض حاصل کرنا چاہئے اور اپنے قلبوں کو صاف کرنا چاہئے۔ بہر حال انہوں نے ذرے کو آسمان پر چڑھا دیا، یہ ان کی ذرہ نوازی تھی، ان کا مقام بہت بلند ہے ۵۰، ۶۰ سال علمی حلقے میں ممتاز و مشہور علما کی صف میں ہونے کے باوجود اپنے کو طالب علم سمجھتے رہے۔''

بقول شاعر:

یہ رمز بے بصیرت ہے ترے رتبے کو کیا جانے
جو ہم رتبہ ہو تیرا وہ ترے رتبے کو پہچانے

حضرت مرشدنا تبلیغی و تنظیمی دورے پر ناگپور تشریف لے گئے۔ حضرت کی آمد کی اطلاع مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو مولانا موصوف اپنے معتقدین واحباب کے ساتھ حضرت مرشدنا کی خدمت میں تشریف لا کر شرف مصافحہ سے فیضیاب ہوئے اور دونوں بزرگوں کے درمیان دینی امور پر گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''سنت کے انداز میں جس طرح حضرت مرشدنا نے اولیاء اللہ کے سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کی۔ اس کی مقبولیت ہم آج دیکھ رہے ہیں۔''

مدینہ شریف میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ سے ملاقات کے بعد حضرت مرشدنا نے چلنے کی اجازت چاہی تو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ نے فرمایا:

''تشریف رکھئے، دل کو سکون محسوس ہوتا ہے۔''

اسی طرح عالم اسلام کے مشہور و معروف قاری حضرت عبدالباسط صاحب نے بھی حضرت مرشدنا سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا اور امام کعبہ سے بھی شرف ملاقات رہی۔

## نظریۂ تصوف

تصوف نام ہے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا، تہذیب ظاہر اور تطہیر باطن کا، شریعت اور طریقت کی ہم آہنگی کا، اتباع شریعت اور سنت کا، اپنی انانیت کو اپنے پیروں تلے کچل دینے کا اور اپنے اخلاق و اعمال کی اصلاح کا۔ اگر حاملین تصوف شریعت اور سنت کے مطابق عمل نہ کریں تو وہ تصوف ہی نہیں بلکہ اسے ڈھونگ اور غیر اسلامی تصوف قرار دیا جائے گا۔ تصوف کا دم بھرنے والے ہزاروں پیران طریقت ہیں لیکن جائزہ کے بعد ان کی زندگی شریعت و سنت سے بالکل ہی عاری نظر آتی ہے۔ نہ ان کی زندگی میں اتباع سنت ہے اور نہ محبت رسول اللہ ﷺ کا جذبہ اور نہ ہی ان کے دل میں عشق رسول اللہ ﷺ کی سوزش و تڑپ ہے۔ آج کچھ ایسے بھی صوفی ہیں جو شریعت و طریقت کو دو الگ الگ راستے سمجھتے ہیں اور ارباب معرفت و سالکین طریقت کے لئے ظاہر میں شریعت کی اتباع کو ضروری نہیں جانتے۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی کا ایک اقتباس:

> ''اس نعمت عظمیٰ کا حاصل ہونا سرور اولین و آخرین، خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کی پیروی سے وابستہ ہے، سالک جب تک اپنے کو شریعت میں بالکل گم نہ کر دے اور اپنی زندگی کو بالکل شریعت کے مطابق نہ بنالے اس نعمت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔''

---

اسی طرح حضرت مرشدنا نے بھی ایک مجلس میں کائنات کے آقا ''حضور پاک ﷺ کی محبت'' سے متعلق فرمایا:

> ''جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت قلب میں جان سے بھی زیادہ بڑھ نہ جائے گی تب تک آپ کی کامل اتباع نہیں ہو سکتی اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نہ ہوگی اللہ کی محبت کامل نہیں ہوگی اور محبت تقریر کرنے سے کبھی نہ آئے گی، لمبی چوڑی باتیں کرنے سے کبھی نہ آئے گی۔ اس کے لئے اپنی خواہشات و مرضیات، دنیاوی

تعلقات اور چیزوں کی محبت کو باطن سے نکالنا ہوگا، ''لا'' کے ذریعہ سب کی نفی کرنی ہوگی، ''لا الہٰ'' کی تلوار سے سب کو کاٹ ڈالنا ہوگا اور جب اللہ کے حبیب ﷺ کی واقعی محبت ہمارے قلوب میں ہمارے اقوال سے، ہماری اولاد سے، ہماری بیوی سے اور ہماری تمام چیزوں سے بڑھ کر نہ آئے گی تب تک رسول اللہ ﷺ کی اتباع کامل طور پر نہیں ہو سکے گی اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع نہیں ہوتی، اس وقت تک اللہ کی محبت حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ نے راستہ بتلا دیا کہ اگر تم لوگ میری محبت چاہتے ہو تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرو اور اتباع بغیر محبت کے نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت کامل طور پر قلوب میں پیوست ہو اور ایسی پیوست ہو کہ اللہ کے حبیب ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اور جو آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کا طریق ہے، اس پر پوری طرح عمل ہو سکے، جب عمل ہو سکے گا تو انشاء اللہ العزیز اللہ کی محبت آسمان سے بارش سے بھی زیادہ تیز برس کر ہمارے قلوب میں آئے گی اور معرفت الٰہیہ حاصل ہوگی۔''

---

اعتکاف کے موقع پر ایک مجلس میں ''خواہشات کی مخالفت راہ طریقت کا پہلا سبق'' قرار دیتے ہوئے حضرت مرشدنؒا نے فرمایا:

خواہشات کی مخالفت راہ طریقت کا پہلا سبق ہے۔ جب اس عمل کے ساتھ انسان آگے بڑھتا ہے تو وہ تمام کمالات ایک مرید کو نصیب ہوتے ہیں جو ہم سے پہلے لوگوں کو نصیب ہوئے ہیں اور نفس کا مکمل تزکیہ ہو جاتا ہے۔''

حضرت مرشدناؒ کے یہاں جو سلسلہ ہے وہ دراصل سلسلہ مجددیہ ہے اور اندراج النہایت فی البدایت کے اصولوں پر گامزن ہے، اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عالیہ شاذلیہ کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، امام الطریقت حضرت

سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ چاروں سلاسل کو بھی اندراج النہایت فی البدایت کے اصولوں پر رائج کیا۔

اس سلسلے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں رسوم صوفیہ ممنوع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرُ انوار کے قریب بنڈل شریف (مغربی بنگال) میں حضرت سید صاحبؒ کے خلیفہ عارف باللہ، شیخ الطریقت حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کی تعمیر کروائی تو خانقاہ کے دروازے پر یہ جملہ کندہ کروادیا کہ ''یہ خانقاہ زائرین کے لئے وقف ہے، اس میں رسوم صوفیہ مثل سماع وغیرہ کی اجازت نہیں۔'' الحمدللہ، پوری زندگی حضرت مرشدناؒ بھی انہی اصولوں پر کاربند رہے۔ ملاحظہ فرمائیے رسوم صوفیہ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کا ایک حصہ:

> ''سماع ورقص وسرود فی الحقیقت لہو ولعب میں داخل ہے...... اور اس کی حرمت کے بارے میں آیتیں، حدیثیں اور فقہی روایات اس کثرت سے ہیں کہ اس کا شمار بھی بمشکل ہے...... کسی زمانہ میں بھی کسی فقیہ نے سرود اور رقص کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے...... اور صوفیوں کا عمل حلت وحرمت میں کوئی سند نہیں، یہی بہت ہے کہ ہم ان کو معذور رکھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ یہاں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانہ کے کچھ صوفی اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کرکے سرود ورقص کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس کو اطاعت وعبادت سمجھے ہوئے ہیں۔ آہ، وہ یہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنا دین لہو ولعب بنالیا۔''

اور ایسے صوفیہ حضرات جنہوں نے سماع ونغمہ کو اپنا شیوہ حیات بنالیا ہے، آگے چل کر ان لوگوں کے

تعلق سے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماتم کناں ہیں:

''افسوس اس طائفہ صوفیہ میں بہت ایسے ہیں جو اپنی بے چینی کا علاج سماع ونغمہ اور وجد وتواجد میں ڈھونڈتے ہیں اور اپنے محبوب کو نغموں کے پردوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔اس لئے رقص ورقاصی کو انہوں نے اپنا طریقہ بنالیا ہے۔حالانکہ انہوں نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں شفا نہیں رکھی......کاش ان پر نماز کی حقیقت کا ایک شمہ بھی منکشف ہوجاتا تو ہرگز وہ سماع ونغمہ کا دم نہ بھرتے۔ برادران عزیز! جتنا فرق نماز اور نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز سے حاصل ہونے والے کمالات ونغمہ سے پیدا ہونے والے احوال میں سمجھو۔بس عاقل کو اشارہ کافی ہے۔''

حضرت مرشدناؒ جب بیعت سے فارغ ہوتے تو سب سے پہلے یہی فرماتے کہ آپ لوگ بلاناغہ پانچ وقتوں کی نماز باجماعت ادا کریں، سنتوں کا اہتمام کریں اور نوافل پر مداومت کریں۔ بعدہ وضاحت کے ساتھ وظائف اور معمولات کے متعلق فرماتے کہ کس وقت کون سی چیز پڑھنی ہے اور کون سا وظیفہ پڑھنا ہے۔اور فرماتے کہ اگر موقع نہ ہو تو چلتے پھرتے متعینہ وقت پر وظیفہ کو پورا کرلیں۔اگر یہ بھی موقع نہ ہو تو چند ہی تسبیح کے دانے پڑھ لیں۔وقت کی پابندی کا خیال ضرور رکھیں۔یہ بھی موقع نہ ہو اور ایک وقت میں پورا نہ ہوسکے تو دوسرے وقت میں پورا کرلیں۔لیکن معمولات کی ادائیگی میں یکسانیت رکھنے کی کوشش کریں۔

حضرت مرشدناؒ کے نزدیک تزکیہ نفس کے لئے ضروری تھا اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُالدِّیْن ِوَمَنْ اَقَامَھَا اَقَامَ الدِّیْن وَمَنْ تَرَکَھَا ھَدَمَ الدِّیْن (نماز دین کا ستون ہے،جس نے نماز قائم کیا گویا اس نے دین کو قائم کیا،جس نے نماز چھوڑ دیا گویا اس نے دین کو ڈھادیا۔) لیکن آج کچھ ایسے بھی پیران طریقت ہیں جو کہتے ہیں کہ نماز کیا اور نماز کی حقیقت کیا؟

حضرت مرشدناؒ تصوف کے ان مقاصد کو بندگان خدا کے دلوں میں اس طرح بیٹھادینا چاہتے تھے کہ

وہ دین وشریعت سے نہ پھرے اور اپنے دل کو اپنا آئینہ بنالے۔ ان میں لَاالٰہَ اِلَّااللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کی صحیح سمجھ پیدا ہوجائے۔ اورکلمہ کے دونوں جز کواچھی طرح سمجھ لیں۔ پہلے جز کے مطابق حق تعالیٰ جل شانہ کی معبودیت کا اقرار اور غیر اللہ کی نفی ہو۔ دوسرے جز کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے کا اقرار ہوجائے۔ نیز بندۂ خدا کے قلب میں ایمان ورسالت کی قبولیت ومحبت کی تخم ریزی کردی جائے اور جب اس کا قلب اس تخم کوقبول کرلے گا تو یقیناً وہ زبان حال سے اقرار کرے گا اور کہے گا اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاشْھَدُاَنَّ مُحَمَّداًعَبْدُہٗ وَرَسُولُہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں)۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ خدا مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِداً فَقَدْ کَفَرَ (جس نے نماز کوترک کیا جان بوجھ کرپس اس نے کفر کیا) کے خوف سے اَلصَّلوٰۃُ عِمَادُالدِّیْن (نماز دین کا ستون ہے) پراستقامت کے ساتھ جم جائے گا۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِی فَقَدْ اَحَبَّنِیْ (جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی) کو حرز جان بنالے گا اور اپنی زندگی کوشریعت وسنت کے تابع کردے گا۔ محبت رسول اور عشق رسول ﷺ میں اس قدر دیوانہ اور مستانہ ہوگا کہ وہ اللہ کا ولی، اللہ کا محبوب اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا عاشق بن جائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ''ہر فضیلت آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی اور ہر کمال آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے۔ مثلاً سنت نبوی ﷺ کے اتباع کے طور پر دوپہر کا سونا کروڑوں رات جاگنے سے بہتر اور افضل ہے جب کہ یہ شب بیداری شریعت کی پیروی کے بغیر ہو۔''

تصوف وہی صحیح ہے جو دنیوی آلائشوں سے پاک وصاف ہو، جس میں مروجہ رسوم وعقائد، شرک و

بدعات کا دخل نہ ہواور جہاں کفر ونفاق اور ضلالت وگمراہی کی رسائی نہ ہو، توحید ورسالت کی پیروی نصب العین ہو، نفس کی غلامی نہ ہو، توکل وقناعت ہو، حسن اخلاق کی موتیاں بکھیری جاتی ہوں، غم گساری و چارہ سازی کی جاتی ہو، عیب جوئی وغیبت، بغض وحسد، عجب وخود پسندی کو کچلا جاتا ہو، مقام بندگی اور بے نفسی کا طریقہ بتایا جاتا ہو، مادیت نہیں عبدیت کی تعلیم دی جاتی ہو، تعلق باللہ کے ساتھ ساتھ خدمت خلق ہو، خلوت وجلوت یکساں ہو، ریاونمود سے پاک ہو، معاملات اور معمولات کی پابندی ہواور مردم سازی کے ساتھ ساتھ انسانیت نوازی ہو۔ جب یہ چیزیں اہل تصوف اور ارباب معرفت میں ہوں گی توان کا ظاہر پاک وباطن روشن ہوگا، ان کے اندر تطہیر قلب کے ساتھ ساتھ تہذیب نفس بھی ہوگی، انہیں محبوب کا وصل حاصل ہوگا، ان کا نفس اللہ ورسول کا مطیع وفرمانبردار بن جائے گا اوران کے نفس سے دنیا کی ہوس جاتی رہے گی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے فرزند جو چیز کل کام آنے والی ہے، وہ صرف صاحب شریعت ﷺ کی پیروی ہے۔ باقی احوال وکیفیات اور علوم ومعارف اور اشارات اگراس پیروی کے ساتھ ہوں تو خیراور خوب ورنہ سوائے خرابی اوراستدراج کے کچھ نہیں۔''

امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف میں فرمایا:

''تصوف اصل میں تصور ہےاوراحسان کادوسرا نام ہے۔''

امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ جملے کی تصدیق حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف سے ہوجاتی ہے جس میں اللہ کے حبیب آقائے دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّکَ یَرَاکَ۔ (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے احسان کے متعلق دریافت کیا تو حضور اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم خداوند قدوس کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ

رہے ہواور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے: مسلم):

عبادت کرنا حق کی دیکھ کر یہ شان احساں ہے
وگرنہ اپنے بندوں پر خدا ہر طرح نگراں ہے

اہل سلوک ومعرفت اسی ''احسان'' والی کیفیت کو پانے کے لئے اپنے مریدین ومعتقدین کو کثرت سے مجاہدہ وریاضت کراتے ہیں تا کہ قلب صیقل ہواور ظاہر و باطن روشن ومنور ہو جائے اور اللہ کے بندے اللہ کی بندگی اسی طرح بجالائیں جس طرح انہیں بندگی کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی کہ عبادت و ریاضت میں، اعمال واقوال میں اور افعال وکردار میں احسان والی کیفیت پیدا ہو جائے اور اپنے آپ کو اللہ واس کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا کر دے۔ حضرت مرشدناؒ نے ''فنا کی مثال'' اس طرح پیش کی:

''فنا کی مثال اس تار کی ہے جس میں بجلی گزر گئی تو وہ خود بخود بجلی بن گیا۔ جب تک راستے میں پڑا ہوا تھا کوئی بھی اسے اٹھا کر توڑتا مروڑتا تھا لیکن جب اس نے اپنے کو بجلی کے حوالے کر دیا تو وہی تار اب خود بجلی بن گیا جو شخص پہلے اسے توڑتا مروڑتا تھا اب اسے ہاتھ سے چھونے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا اور اگر نادانی سے تار کو ذرا سی انگلی بڑھا کر چھولے تو جھٹکا کھا کر دور جا گرے، ہوسکتا ہے کہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح انسان جب تک اپنے رب سے دور رہتا ہے، اپنے آقا سے دور رہتا ہے، اس کی حیثیت ایک جانور سے بھی بدتر ہو جاتی ہے لیکن وہی انسان جب حضرت رحمٰن میں فنا ہو جاتا ہے تو وہی انسان اس درجے کو پہنچ جاتا ہے، جس کے بارے میں حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ رب دو جہاں کا ارشاد ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد بندہ جب نفل عبادتوں کے ذریعہ میرا قرب تلاش کرتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا

ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے گویا انسان حضرت رحمٰن کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور اس مقام فنا پر پہنچ جاتا ہے جہاں پہنچ کر انسان اشرف المخلوقات بن جاتا ہے۔''

کچھ صوفیائے خام نے شریعت وطریقت کو ایک دوسرے کی ضد قرار دے کر اور دو الگ الگ راستے بتا کر سیدھے سادھے عوام کو گمراہ کر دیا تھا۔ غوث زماں حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت وطریقت کی ہم آہنگی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''شریعت نام ہے سفر کرنا ظاہر سے باطن کی طرف اور طریقت نام ہے سفر کرنا باطن سے ظاہر کی طرف۔''

دراصل حضرت مرشدناؒ کے نزدیک حصول معرفت کے لئے قرآن پاک کی آیات کریمہ وَاَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور جو کوئی ڈرا ہوا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اس نے اپنے نفس کو خواہش سے۔ عبس: ۴۰) اور قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (فرما دیجئے میرے محبوب! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ آل عمران: ۳۱) تھیں۔ تصوف میں اللہ کا خوف اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سب سے بڑی دولت ہے۔ اگر اس میں تھوڑی سی بھی کوتاہی برتی گئی تو تصوف وسلوک کا عظیم سرمایہ ضائع ہو جائے گا اور فریب نفس اپنے شکنجے میں کس لے گا، جس کے نتیجے میں دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ایک ایسی بھٹی ہے جو انسانوں کے کھوٹ کو جلا کر کندن بنا دیتی ہے۔ اور وہی انسان کندن بن کر ولیوں اور اللہ والوں کی شکل میں سامنے آ جاتا ہے، جس سے آسمان وزمین والے محبت کرتے ہیں اور اس کی حقیقت مرجع کی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے، اللہ کی مرضی سے کرتا ہے اور اس کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ اس کی سانسیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتیں اور اس کی دھڑکنیں ''الا اللہ'' کا ضرب لگاتی ہیں۔

تصوف کے متعلق شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تصوف اصل میں اِلَّااِنۡ تَطَوَّعَ کا مظہر ہے کہ جس میں فرائض کے بعد نوافل کی اتباع ہوتی ہے اور تقرب بالفرائض یا نوافل کا حصول، اس کی غایت اور موضوع بحث، انسان بہ حیثیت اصلاح وارشاد — اس لئے تصوف نام ہوا ایسے طریق اصلاح کا جس میں انسان کی تربیت، تزکیہ اور تحلیہ کے ساتھ کی جائے، راہ تقرب کا سالک بنایا جائے اور اجمالی ایمانیات کو تفصیلی یقینیات کرائی جائیں، شہود اور مشاہدہ سے یا رنگ ظلال میں غیوب اور مغائبہ کے ایسے استحکام اور استقرار کے ساتھ کہ گویا دیدو شنید باتیں ہیں، جو نصوص، حکم اور ہادئ برحق کے بیان کے مطابق ہوں سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ط (ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھا دیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی اور یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے۔ حٰمٓ السجدہ: ۵۳)''

حضرت مرشدناؒ نے ''تصوف'' پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مجلس میں فرمایا:

''جس طرح جسم کو مادی غذا کی ضرورت ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح روح کو روحانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ روحانی تسکین ہی اصل سکون اور تسکین کا باعث ہوتی ہے، مذہب عبادت اور پوجا اسی روحانی پیاس اور کرب سے سکون اور تسکین پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ جس طرح جسم ظاہری طور پر اعضا کا ڈھانچہ ہوتا ہے، اس کی اصل اور جان روح ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح دھرموں اور مذہبوں میں پوجا اور عبادت میں تعبد کا انداز ہوتا ہے اور اس کی اصل اس کی روحانیت ہوتی ہے جو اس کا تصوف کہلاتا ہے۔ عوام کا تہوار میلہ ٹھیلہ یا جملہ عبادات تعبد کا انداز رکھتی ہے اور خواص کا منصب ان

تعبدات کے ساتھ ساتھ محنت ومجاہدہ وریاضت تزکیہ تحلیہ نفس ذکر واذکار کے ذریعہ خدا کے تقرب اور ولایت کا انداز پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ معزز مقدس ہستیاں نبی اور رسول تو نہیں ہوتیں لیکن وہ نبی کے نائب اور خلیفہ ضرور ہوتے ہیں۔ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت اور رسالت کا سلسلہ اللہ جل شانہ نے بند کر دیا اور ساری مخلوق پر آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت، آپ ﷺ کے لائے ہوئے اصولوں کو فرض اور واجب قرار دیا، آپ ﷺ کی اقتدا کو اپنی محبت ورضا کا ذریعہ بنایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہہ دیجئے اے میرے محبوب کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ جل شانہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ آل عمران: ۳۱) اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ جل شانہ کی رضا اور محبت کا واحد ذریعہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی ہے۔''

مختصر یہ کہ کچھ صوفیائے خام نے تصوف کو رسوم میں جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور اصل چیز جو اتباع سنت ہے، تزکیہ واحسان ہے، وہ ختم ہوتی نظر آ رہی ہے بلکہ صرف سماع، قوالی، چادر پوشی اور بزرگوں کے مزارات پر تعویذ اور گنڈوں کی دکان سجانے کو ہی تصوف کا اصل نام دے رکھا ہے۔ درحقیقت اسے مجاوری کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ غلط رسوم کا خوگر بننا ہرگز تصوف نہیں ہو سکتا۔ ایسے رسوم سے بچنا چاہئے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور شریعت وسنت کو ہی حرز جان بنانا چاہئے۔ ورنہ ہلاکت وبربادی کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ اللّٰھم احفظنا منھم

دوسری طرف بہت سے ایسے ناقدین ہیں، جنہوں نے تصوف وسلوک کو بالکل ہی کالعدم اور باطل قرار دے دیا ہے اور اس کی رد میں ہزاروں صفحات سیاہ کر چکے ہیں مزید یہ کہ تصوف کو دین میں زیادتی تصور کرتے ہیں۔ تصوف سے متعلق ''دارالعلوم دیوبند'' کا ایک فتویٰ میری نظر سے ''تزکیہ

نفوس'' (جلد نمبر۔۱، شمارہ نمبر۔۳، جولائی، اگست، ستمبر، ۱۹۹۹ء) میں گزرا تو میری خواہش ہوئی کہ اسے بھی اس میں شامل کرلیا جائے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام حسب ذیل مسئلے کے بارے میں:

(۱) تصوف کیا ہے؟ کیا اس کا حاصل کرنا فرض عین ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے فرض عین بتلایا ہے؟ بعض علما یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کہاں اہل تصوف تھے؟ کہاں کسی کے مرید تھے؟

(۲) کیا کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری ہے؟ شیخ کیسا ہونا چاہئے؟ شیخ میں کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟ اور شیخ کامل کی پہچان کیا ہے؟ اس کی علامات کیا ہیں؟ کیا شیخ کے بغیر روحانی علاج نہیں ہوسکتا ہے؟

(۳) شیخ کے مرید پر آداب کیا ہیں؟ اور شیخ کو اپنے مرید کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے؟

(۴) اگر تصوف کوئی چیز نہیں ہے، شیخ سے مرید ہونا کوئی چیز نہیں ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ وغیرہم شیخ کی حیثیت سے اپنے مریدین کو جو تعلیم دیتے تھے وہ کیا چیز تھی؟ اور ہم ان کو اولیا وصدیقین میں سے مانتے ہیں، یہ اولیا اور صدیقین میں سے کیسے ہوئے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی ر مولانا دین محمد رامام مسجد رانجن باڑی، پوسٹ مہابلیشور، ضلع ستارہ، مہاراشٹر

۳۳ رالف                الجواب وباللہ التوفیق

(۱) اس کا پہلا درجہ تصحیح معاملہ فیما بینی وبین الناس اور تصحیح معاملہ فیما بینی وبین الخلق ہے اور حسب شرائط اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے، جس طرح عبادات

اپنے شرائط و قیود کے ساتھ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس کے بعد اس کا اعلیٰ مرتبہ نسبت حضوری مع اللہ اور مرتبۂ احسان ہے اور اس کے حصول کے اسباب کا امتثال بھی حسب حیثیت ہر مسلمان پر واجب علی العین ہے۔ بعد ائمہ اربعہ سب کے سب تصوف اور احسان کے مرتبہ اعلیٰ پر فائض بلا ریب تھے اور اس کی تحصیل کے لئے ہر شخص پر عرفی مریدی لازم نہیں ہے۔

(۲ تا ۴) اس کا جواب بھی اجمالاً (۱) کے جواب میں آ چکا۔ باقی اس کی تفصیل اور اس میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا رسالہ ''القول الجمیل'' اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا رسالہ ''ارشاد الطالبین'' دیکھئے۔ تفصیل اور استدلال کے ساتھ بیان کرنے کے لئے اوراق استفتاء کافی نہیں۔ اس لئے خود بعض کتابوں کے مطالعے کے لئے عرض کیا گیا۔

البتہ اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ تصحیح معاملہ اور نسبت احسان عادتاً رذائل باطنیہ اور قلبیہ کے ازالہ کے بغیر معتذر ہیں اور یہی رذائل قلبیہ باطنیہ، امراض باطنیہ اور روحانیہ ہیں۔ اس لئے ان کا علاج بھی باطنیہ و روحانیہ ہوگا۔ اس لئے کہ جیسا مرض ہوتا ہے ویسا ہی اس کا علاج ہوتا ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ علاج روحانیہ کے لئے طبیب بھی روحانی چاہئے اور اس طبیب روحانی کو شیخ و مصلح و محقق امراض باطنیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم عند الکل ہے کہ عادتاً بغیر طبیب محقق کے صحت عین الامراض نہیں ہوتی۔ اس لئے طبیب روحانی محقق کی جستجو بھی لازمی ہوگی اور اس کی پہچان کرنا بھی لازمی ہوگی۔ مصلح شیخ محقق کی پہچان یہ ہے کہ وہ جلوت و خلوت میں پورے متبع سنت ہوں اور اصلاح امت پر حریص ہوں اور ان کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آئے اور دین کی

جانب کشش بڑھے۔ جتنے شیخ کامل گزرے ہیں اور جن کا ذکر سوال میں مذکور ہے سب ان صفات سے متصف تھے۔

فقط، واللہ اعلم
کتبہ، العبد نظام الدین
مفتی دارالعلوم دیوبند۔۲۲۔۱۔۱۴۰۷ھ

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی کتاب ''مالابدمنہ'' میں اس بات کی بھی تردید فرمائی کہ حقیقت وطریقت، شریعت کے خلاف ہے بلکہ ایسی بات کہنا جہالت وکفر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شریعت کی حقیقت اور مغز اولیاء اللہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی جاسکتی ہے بلکہ ان کی خدمتوں میں ہی جا کر رنگ لاتی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نفس سے رذائل دور ہو جاتے ہیں اور خرابیاں مٹ جاتی ہیں، نیز نفس کو ''مطمئنہ'' کا مقام ومرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس درجے کو پہنچ جاتا ہے کہ بندگی اور عبادت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت آقائے کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے باطنی نور کو اولیاء اللہ کے سینوں میں تلاش کرنا چاہئے اور اسی نور سے اپنے سینوں کو منور وروشن کرنا چاہئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ صحیح وغلط اور اچھی وبری چیزوں کی تمیز مومنانہ فراست سے کر سکے گا۔ حضرت قاضی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> شریعت کی حقیقت اور مغز کو اولیاء اللہ کی خدمتوں میں تلاش کرنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ حقیقت (وطریقت) شریعت کے خلاف ہے۔ یہ بات سراسر جہالت اور کفر ہے بلکہ یہی شریعت ہے جو کہ اولیاء اللہ کی خدمتوں میں جا کر رنگ لاتی ہے۔ جب دل علوم ظاہری حق تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں کے تعلق سے پاک ہو جاتا ہے اور نفس کی تمام خرابیاں دور ہو کر نفس مطمئنہ کے درجے میں پہنچ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی بندگی میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے تو شریعت اس کے حق میں بامغز حقیقت ہو جاتی ہے۔
> ......رسول اللہ ﷺ کے باطنی نور کو اولیاء اللہ کے سینوں سے ڈھونڈھنا چاہئے اور اسی

نور سے اپنے سینوں کو روشن کرنا چاہئے تا کہ ہر اچھی اور بری چیز صحیح فراست سے معلوم ہو جائے۔''

حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے خانقاہ اعظم گڑھ میں اپنے بیان کے دوران ان نکتہ چینیوں کی زبردست مدافعت کی جنہوں نے ''تصوف اور اہل تصوف'' پر رہبانیت کا الزام عائد کیا ہے۔ انہوں نے مدلل انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ طعن وطنز اس شخص (جو تصوف کو بدنام کر رہے ہیں) پر ہونا چاہئے نہ کہ امام الاتقیاء والاصفیاء ﷺ کی جماعت پر۔ اور یاد رکھنا کہ یہ اعتراض امام الاتقیاء والاصفیاء ﷺ تک پہنچ جائے گا اور یہی تمہاری ہلاکت و بربادی کا باعث بن جائے گا۔ بابا حضور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مشائخ کے ان مجاہدات پر کج فہموں نے جوگ تپ اور رہبانیت کا الزام لگایا اور کہا کہ یہ تو دوسرے دین سے لی ہوئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ کیا الفاظ نشست کے انداز کی یکسانیت سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعبدات دوسرے مذاہب سے لئے گئے ہیں؟ کیا ہندوؤں کا برت عیسائیوں کا فاسٹ (Fast) اور یہودیوں کا فاسٹ اور اسلامی روزہ ایک ہو سکتا ہے؟ کیا ان کی پرارتھنا پوجا اور عیسائیوں کی Prayer نماز ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے کیرتن بھجن اور رام رام سیتا رام رام کا جپ اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا ذکر ایک ہو سکتا ہے؟ کیا تمہاری جرأت ہے کہ یہ کہو یا کہہ سکو کہ یہ سب روزہ نماز ذکر واذکار ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں سے لئے گئے ہیں؟ کیا تم کہہ سکو گے کہ قرآن جو خالص اللہ جل علیٰ کا کلام ہے، رامائن، گیتا اور بدھ کے قول کی طرح ہو سکتا ہے یا ان سے اخذ کیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں اگر اس طرح کا خیال بھی پیدا ہوا تو کفر ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان مشائخ کے معمولات اسلام کے اچھوتے معمولات ہیں۔ جن کا مبدا و ماخذ قرآن

شریف ہے جو اللہ کے نبی سیدنا محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے اور آپ ﷺ کی سنت ہے۔ جان لو کہ سنت کی تین قسمیں ہیں سنہ بالفعل، سنہ بالقول اور سنہ بالتقلید۔ ان کے تمام معمولات، انداز، حرکات وسکنات، اقوال وافعال حضرت سیدنا محمد ﷺ کی سنت کے مطابق ہیں۔ تمہیں ان کا مراقبہ سمجھ میں نہیں آتا۔ دھیان اور Concentration سے مشابہت دیتے ہو۔ حدیث اٹھا کر دیکھو کہ ایک ساعت کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے، ان کی نیت تقرب الٰہی ہے، ان کا طریق تزکیہ نفس ہے، ان کا رہن سہن خالص اتباع سنت ہے، ان کی ہر سانس ذکر سے معمور ہے، ان کے قلب کی ہر دھڑکن اپنے مولیٰ اور محبوب کی یاد سے بے چین ہے، ان کا رگ وریشہ اور جسم کا رواں رواں اللہ جل شانہ کی یاد میں چور ہے۔ حب واخلاص ان کا مسلک ہے اور وہ لوگ حضرت سیدنا محمد ﷺ کی تمام سنتوں کو دانتوں سے پکڑنے والے ہیں۔ حضرت سیدنا محمد ﷺ ان کے امام اور پیشوا ہیں اور جب کوئی شخص اپنے امام اور پیشوا کے طریق سے ایک انچ بھی ہٹا ہوا ہوتا ہے تو گویا وہ جماعت وطریقے سے ہٹا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے ہٹے ہوئے لوگوں کی مثال بنا کر اس پاک گروہ پر طنز وطعن کرنا، کیا ان کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہ ہوگا؟ ان کی مثال راتوں کو کم سونے والی اور سحر کے وقت استغفار کرنے والی ہے۔ (ترجمہ) ''رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ اور سحر میں (استغفار) بخشش مانگا کرتے تھے۔'' (قرآن)

اگر کوئی ظالم رات بھر سوتا رہے اور اپنے مولیٰ سے مغفرت نہ چاہے اور اپنے کو اس پاک گروہ سے بھی وابستہ بتائے اور یہ کہے کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کی پیروی ان کا مشن ہے، کوئی شخص ان کی سنتوں کو پامال کرے اور پھر اپنے کو ان سے وابستہ بتائے اور ایسے کو مثال بنا کر کوئی طنز وطعن کرے تو یہ ناانصافی ہوگی۔ طعن وطنز اس شخص

پر ہونا چاہیے نہ کہ امام الاتقیاء والاصفیاء ﷺ کی جماعت پر۔ اور یاد رکھنا کہ یہ اعتراض امام الاتقیاء والاصفیاء ﷺ تک پہنچ جائے گا اور تمہاری ہلاکت و بربادی کا باعث بن جائے گا۔ کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور اسلام کے اصولوں کو پامال کرتا ہے تو یہ اس کا عیب ہے، اسلام کا عیب نہیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر کوئی شخص چوغہ پہن کر اور سجادے پر بیٹھ کر تصوف کے اصولوں کو پامال کرتا ہے تو یہ اس کا عیب ہے تصوف کا عیب نہیں۔ تصوف اور صوفیہ کو امام الاصفیاء حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے معیار پر پرکھا جانا چاہئے۔ جو جتنا قریب امام الاصفیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ جو جس قدر اپنے امام کے انداز سے دور ہے، وہ اسی قدر اس جماعت سے دور ہے۔ ایسی دوری رکھنے والوں کو معیار بنا کر اور نام نہاد صوفیوں اور من مانا کرنے والوں کو صوفی کہہ کر اس پاک گروہ کا مذاق اڑانا ظلم ہے۔''

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ نے تزکیہ نفس کو تہذیب واخلاق کا وسیع اور مستحکم نظام قرار دیتے ہوئے تصوف وسلوک اور اہل خانقاہ کے بارے میں اپنی کتاب میں درج ذیل باتیں تحریر کی ہیں:

''تزکیہ نفس اور تہذیب واخلاق کا وسیع اور مستحکم نظام، جس نے بعد کی صدیوں میں مستقل علم اور فن کی شکل اختیار کر لی، اس میں ایسے میدان کار پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں مسلم معاشرہ میں ایمان وعمل صالح کی روح پھونکی اور بارہا میدان جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس گروہ کی افادیت سے اور اس کی خدمات سے انکار یا تو وہ شخص کرے گا جس کی تاریخ اسلام پر نظر نہیں یا جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔''

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"یہ وہ گروہ ہے، جہاں پناہ ملتی ہے، دل کی بے چینی، دماغ کی الجھن دور ہوتی ہے۔ غذا، دوا، محبت، عزت و قدر سب کچھ ملتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں تصوف کے ایسے ہزار ہا درخت تھے، جن کی چھاؤں میں تھکے ہارے مسافر اور بھولے بھٹکے قافلے آرام پاتے تھے اور نئی زندگی اور تازگی حاصل کرتے تھے۔"

سطور بالا میں، میں نے حضرت مرشدنا کے نظریہ تصوف وسلوک پر بزرگوں کے افکار وخیالات کے ساتھ روشنی ڈالنے کی حقیری کوشش کی ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ ہوگا جو حضرت مرشدنا کے نظریہ تصوف پر تحقیق وجستجو کے بعد روشنی ڈالے گا۔

بہرحال، آج تصوف وسلوک اور حاملین تصوف وسلوک پر جس قدر تنقیدیں کی جارہی ہیں، ان کے خلاف کتابوں کے ذخائر تیار کرائے جارہے ہیں بلکہ روز بروز ان کے خلاف ریشہ دوانیاں بڑھتی جارہی ہیں، ان پر مسلکی عصبیت کے تیر برسائے جارہے ہیں، ساتھ ہی جس انداز میں تصوف و سلوک کو غیر اسلامی قرار دیا جارہا ہے وہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے علاوہ دوسرے ممالک گواہ ہیں کہ حاملین سلوک وتصوف نے جہاں اور جس مقام پر قدم رکھا، اس علاقے اور خطے کو شریعت وطریقت کی خوشبو سے معطر کردیا۔ ہزاروں سینے ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ شرک و بدعات پر "لاالٰہ" کی تلوار چلائی اور "الا اللہ" سے قلوب کو منور کردیا۔ تنقیدوں کے تیر برسانے کے بجائے ہمیں حقیقت کی آنکھیں کھولنی چاہئیں ـــ میں اس سے قبل تحریر کرچکا ہوں کہ کچھ افراد ایسے ہیں جنھوں نے مجاوری اور گنڈہ وتعویذ کو تصوف کا نام دے رکھا ہے اور جن کی وجہ کر ہی تصوف بدنام ہورہا ہے، جنھوں نے شریعت وطریقت کی تعلیمات کو فراموش کردیا اور جاہ طلبی کو اپنا شیوہ بنالیا، جنھوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی اور وہ مادیت کی آغوش میں چلے گئے۔ نہ تو ان کے پاس اسلامیات ہے اور نہ ہی دینیات، نہ ہی ایمانیات ہے اور نہ ہی یقینیات بلکہ وہ تو مال وزر کے پروردہ ہوگئے۔ انہوں نے تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کے سارے

اصولوں کو فراموش کر دیا، انہوں نے شکم پروری کو فقر و استغناء پر ترجیح دے ڈالی اور طرح طرح کے حیلے و بہانے اور ڈھونگ رچ کر تصوف، تزکیہ نفس اور احسان کو بدنام کر ڈالا۔ ایسے افراد کے لئے نہ تو کبھی تصوف کے ماننے والوں کے پاس جگہ رہی اور نہ آج ہے اور نہ کل رہے گی۔ کل بھی ان پر تنقیدیں کی گئیں، انہیں باز رہنے کو کہا گیا اور حق و صداقت کے راستے پر چلنے کی دعوت دی گئی اور آج بھی انہیں اسی بات کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس میں تصوف و تزکیہ کا کیا قصور؟

پروفیسر محسن عثمانی ندوی صاحب مدظلہ (شعبہ عربی، ڈین فیکلٹی آف فارن لینگویجیز، انگلش اینڈ فارن لینگویجیز یونیورسیٹی، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۷ (اے پی) نے اپنے مضمون ''تصوف تطہیر باطن کا دوسرا نام،، میں تصوف اور حاملین تصوف پر روشنی ڈالتے ہوئے تصوف اور اہل تصوف پر نکتہ چینی اور اعتراضات کرنے والوں کو اس انداز میں جواب دیا ہے:

''آنکھ پر تعصب کی پٹی باندھ کر تصوف پر اعتراضات کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ تصوف کی اصطلاح قرن اول میں نہیں پائی جاتی تھی اس لئے ہم تصوف کو نہیں مانتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح قرن اول میں اگر نہیں ملتی ہے تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ آج فقہ کا لفظ ہم جس مفہوم میں بولتے ہیں قرن اول میں یہ لفظ اس مفہوم میں نہیں بولا جاتا تھا۔ لیکن ہم فقہ اسلامی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ آج جس کیفیت کو ہم تصوف کا نام دیتے ہیں حدیث میں اس کے لئے احسان اور قرآن میں تزکیہ کا لفظ آیا ہے۔ اسلام اور ایمان کی طرح احسان یا تزکیہ نفس بھی نبوت کے عطیات میں سے ایک عطیہ ہے۔ اگر اسلام اور ایمان سے دنیا خالی نہیں تو احسان یا تزکیہ نفس سے بھی دنیا نہ کبھی خالی ہوئی ہے اور نہ خالی ہوگی۔ تصوف بھی حقیقت احسان کا دوسرا نام ہے۔ اب ہم صوم و صلوٰۃ کے بجائے روزہ و نماز کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

اس لئے کوئی حرج نہیں کہ احسان کے بجائے تصوف کا لفظ ہم استعمال کریں۔"

الفاظ کے پھندے میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

## اعتکاف

اتر پردیش کا ضلع اعظم گڑھ بید علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا مولد و مسکن رہا ہے۔ان علما و صوفیہ نے اپنے علم و عمل سے نہ صرف اس سرزمین کو سیراب کیا بلکہ عالمی سطح پر اپنے علم و عمل کے لافانی نقوش و تاثرات مرتب کئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اہم و نمایاں کردار ادا کیا۔کبھی وہ زمانہ تھا جب اعظم گڑھ دار المصنفین ،علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب تھا۔ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس شہر کو عارف باللہ شیخ الطریقت الحاج الشاہ حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات والاصفات سے منسوب کیا جانے لگا۔

اعظم شاہ کے نام پر بسے اس شہر کی جامع مسجد بھی تاریخی اہمیت کی حامل ہے، جسے اعظم شاہ نے خود تعمیر کرایا تھا۔مگر اس مسجد کو اس وقت شہرت دوام حاصل ہوئی جب اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ الطریقت الحاج ،الشاہ حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ رمضان المبارک میں اس میں اعتکاف فرمانے لگے۔ جب رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آتا تو حضرت مرشدناؒ اعظم گڑھ میں قیام فرماتے تھے،تمام سرگرمیاں اور سارے سفر منسوخ کردیئے جاتے تھے اور حضرت مرشدناؒ کی معیت میں رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے لئے مریدین ،متوسلین اور معتقدین کا تانتا بندھا ہوا رہتا تھا۔لوگ جوق در جوق آتے اور جاتے تھے۔ پورے رمضان شریف میں روزانہ قرآن پاک کے دس پارے تراویح اور تہجد میں پڑھے جاتے تھے۔ رمضان کے پہلے عشرہ کے بعد دوسرے عشرہ میں کسی ایک شب تراویح میں ایک ختم قرآن شریف کا اہتمام شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد موضع منگراواں میں کیا جاتا تھا۔اس دوران عجب نورانی کیفیت طاری رہتی تھی، بڑا ہی روح پرور منظر ہوتا تھا،حصول فیض کے لئے آنے والے لوگوں کے چہرے منور وروشن نظر آتے تھے،ایک ایک لمحہ اللہ رب العزت کی یاد میں گزرتا تھا،شاید ہی کوئی لمحہ ایسا ہو جو رب ذوالجلال کی یاد سے غافل ہو۔ بعد نماز تہجد حضرت مرشدناؒ رقت آمیز دعا فرماتے تھے،کافی دیر تک کبھی ہاتھ اٹھا کر کبھی سربسجود دعائیں فرماتے تھے،خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رلاتے تھے۔ پورا رمضان یہ سلسلہ جاری رہتا تھا،اصلاح امت اور مریدین ومعتقدین کے اندر استقامت کی دعائیں فرماتے تھے،رب ذوالجلال سے مغفرت کی بھیک مانگتے تھے،رب العالمین سے بندوں کو اپنے گھر اور خاتم النبیین ،امام الانبیا، آقائے کائنات،محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے در کا ذرہ بنالینے اور اس ذرہ کو زندگی کی رمق اور ہیرے کی چمک عطا کرنے کی دعائیں کرتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ اور احباب روتے ، بلکتے، سسکتے اور انتہائی عاجزی وانکساری اور ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنے آنسوؤں کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے تھے اور حاضرین حضرت مرشدناؒ کی دعاؤں پر آمین آمین کہتے جاتے تھے۔

بعد نماز تہجد حضرت مرشدناؒ کی رقت آمیز دعاؤں کے بعد لوگ ذکر واذکار میں مشغول ہوجاتے، یہاں تک کہ وقت سحر ہوجاتا،سحری کے لئے دسترخوان لگادیا جاتا،سحری سے فراغت کے بعد نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ معتکفین فجر کی نماز ادا کرتے،جن کو وظیفہ پڑھنا ہوتا وظیفہ پڑھتے یا پھر آرام فرماتے ،ٹھیک چاشت کے وقت لوگ بیدار ہوتے، حضرت مرشدناؒ اور معتکفین چاشت کی نماز ادا کرتے۔ بعدہ حضرت مرشدناؒ کبھی آرام فرماتے اور کبھی مریدین کے درمیان اصلاحی ودینی باتیں اور نصیحتیں فرماتے۔کبھی بعد نماز ظہر یا عصر بھی تزکیہ نفس، انشراح صدر،تصوف وسلوک اور دوسرے دینی امور پر نصیحت آموز گفتگو فرماتے۔

افطار کا وقت بڑا ہی عجیب اور روح پرور منظر پیش کرتا تھا۔ دسترخوان پر لوگ بابا حضورؒ کی معیت میں

اللہ کی طرف لولگائے، دلوں میں مغفرت کی آرزو لئے اور اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (روزہ میرے لئے اور اس کا بدلہ میں ہوں: بخاری) پر یقین کامل کے ساتھ افطار کرتے تھے۔ بعد نماز مغرب وظائف و مراقبہ اور دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان لگادیا جاتا۔ کھانے سے فراغت کے بعد عشاء کی نماز وتراویح ادا کی جاتی تھی اور پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد قیام لیل شروع ہوجاتا تھا۔ پھر اخیر عشرہ میں شب ۲۷ یا ۲۹ کو ایک ختم قرآن پاک کا اہتمام کیا جاتا تھا اور پورے اہتمام کے ساتھ شب قدر کی تلاش میں حاضرین اس طرح کوشاں نظر آتے تھے کہ نہ ان پر نیند کا غلبہ ہوتا اور نہ روزے کا اثر بلکہ شب قدر کی فضیلت و عظمت کو پانے کے لئے اپنے آپ کو نچھاور کردیتے تھے، کسی میں بھی کاہلی و سستی نظر نہیں آتی تھی۔ بلکہ ہر شخص اپنے قلب میں خوف خدا بسا کر یقین کامل کے ساتھ شب قدر کی فضیلت اور برکت کا امیدوار نظر آتا تھا۔ حقیقت میں مُتَحَابُّوْنَ فِیْ اللّٰہِ کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ ایسا منظر کہ مختلف زبان کے جاننے والے لوگ، مختلف رنگ و انداز، عمر کے فرق سے بے نیاز ہوکر اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومن آپس میں بھائی ہیں۔ حجرات: ۱۰) پر عمل پیرا نظر آتے تھے۔

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ سنت کے مطابق رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، اسی طرح حضرت مرشدناؒ بھی سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اعتکاف فرماتے تھے۔ دوران اعتکاف عبادت و ریاضت کا ایسا ماحول رہتا تھا کہ کوئی قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں تو کوئی مراقبہ، کوئی گریہ وزاری کر رہے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلب گار ہیں تو کوئی اپنے کئے ہوئے پر شرمسار۔ گویا کہ ہر شخص ہمہ دم یاد الٰہی میں محو و مستغرق نظر آتے تھے۔

میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ ایک وہ وقت تھا، جب حضرت مرشدناؒ نے اپنا دوسرا اعتکاف ۱۹۷۸ء میں بنڈل شریف (مغربی بنگال) میں غوث زماں امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کی مسجد میں کیا تھا تو ان کے ساتھ صرف نو (۹) افراد تھے۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ اعظم گڑھ کی جامع مسجد میں اعتکاف کے موقع پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نظر آتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مرشدنا کی ذات گرامی وہ شمع تھی کہ لوگ دور دراز سے پروانے کی طرح سفر کی مشقتوں کو جھیلتے ہوئے حضرتؒ کی معیت میں اعتکاف کرنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے دوڑے چلے آتے تھے۔

حضرت مرشدنا نور اللہ مرقدہ نے سب سے پہلا اعتکاف ۱۹۷۷ء میں مسجد نبوی ﷺ میں کیا اور مسجد نبوی ﷺ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء میں بنڈل شریف میں واقع امام الطریقت حضرت سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ یہاں بھی مریدین و معتقدین کی اچھی خاصی تعداد رہی۔ پھر ۱۹۸۱ء میں بھوپال (مدھیہ پردیش) کی جامع مسجد ''تاج المساجد'' میں اعتکاف کیا، جہاں تقریباً ۱۴۵ اشخاص شریک رہے۔ اس کے بعد ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۷ء تک مسلسل اعظم گڑھ کی جامع مسجد میں سنت کے مطابق اعتکاف کا اہتمام کرتے رہے، جہاں ہر اعتکاف کے موقع پر مریدین و معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ کبھی کبھی مریدین، معتقدین کی تعداد پانچ سو، چھ سو، اور سات سو سے زائد تک پہنچ جاتی تھی۔ پوری مسجد معتکفین سے بھری رہتی، باضابطہ صحن میں شامیانہ لگا دیا جاتا اور معتکفین کے آرام و راحت کے لئے ہر قسم کی کوششیں کی جاتیں۔

حضرت مرشدنا نے ایک اعتکاف کے موقع پر ''تمام مریدین کو وصیت'' کرتے ہوئے فرمایا:

> ''میں تمام مریدین کو وصیت کرتا ہوں کہ نمونہ عمل بنو، محنت و مجاہدے کے ساتھ سلسلے کے معمولات کو پابندئ اوقات کے ساتھ پورا کرتے رہو۔ لوگ تم کو دیکھ کر پہچانیں گے کہ تمہارے پیر کیسے ہیں۔ اگر تم نیک رہو گے تو لوگ جانیں گے کہ تمہارے پیر صاحب بھی نیک اور صالح ہیں۔ ہمارے پاس بمبئی کے ایک مرید سید عبداللطیف

آئے (جواب امریکہ میں مقیم ہیں)، انہوں نے سترہ دنوں تک قیام کیا اور سات دن تک ان کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان کو پاس انفاس کا طریقہ بتایا۔ (پاس انفاس سانس کا ذکر ہوتا ہے۔) چشتیہ میں طریقہ ہے کہ جو سانس باہر آئے اس پر "لا الٰہ" کا خیال کریں اور جو اندر جائے اس پر "الا اللہ" کا خیال کریں۔ قادریہ سلسلے میں اندر کی سانس پر "اللہ" اور باہر جانے والی سانس پر "ہو" کا خیال کریں۔ نقشبندیہ و مجددیہ والے ہر سانس پر "اللہ اللہ" کا خیال کریں، (یہ ذکر زبان سے نہیں خیال سے کیا جاتا ہے۔) سید عبداللطیف صاحب نے بمبئی جا کر اشارے سے بات کرنا شروع کیا اور ایک سال تک ایسا ہی کرتے رہے۔ اس لئے کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک پاس انفاس خود بخود ہر وقت، کام کرتے وقت، یہاں تک کہ سوتے وقت بھی خود بخود نہ ہونے لگے، اشارے سے کام چلائیں گے۔ چنانچہ سال بھر کے بعد ان کا یہ حال ہو گیا کہ ہر سانس پر تینوں طریقے کے پاس انفاس خود بخود جاری ہو گئے۔ "لا الٰہ الا اللہ، اللہ ہو، اور اللہ اللہ" کا ذکر ان کی ہر سانس کے ساتھ جاری ہو گیا۔"

## مجالس و مکاتیب

حضرت مرشدنا کی مجلسوں میں کبھی میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی اور نہ سنی جو شریعت و سنت کے خلاف ہو۔ اکثر لوگ شرعی سوالات کرتے اور رہا حضورؒ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیتے اور آپؒ ایسی ایسی باتیں اور ایسے ایسے دل دوز واقعات بیان فرماتے کہ اکثر لوگ خشیت الٰہی میں روتے اور سسکتے۔ آپؒ کی مجلسوں میں سیرت محمدی ﷺ، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے واقعات سننے کو ملتے۔

حضرت مرشدنا کا انداز تخاطب ایسا تھا کہ مجلس میں بیٹھنے والا ہر فرد یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرتؒ جو کچھ

بھی فرمارہے ہیں، وہ صرف میری اصلاح کے لئے فرمارہے ہیں، جس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ لوگوں میں ندامت وشرمندگی، توبہ وانابت اور رجوع الی اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ عزم وثبات اور پختہ ارادہ کے ساتھ کمر کستے کہ اب وہ انشاء اللہ، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے، گناہوں سے اجتناب کریں گے اور آئندہ ایسا کوئی فعل وعمل نہیں کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہو۔

آپؒ کے ارشادات واقوال نہایت ہی متین وسنجیدہ ہوتے۔ بیان کا انداز ایسا تھا کہ لوگ رو پڑتے اور گناہوں کو یاد کر کے آنسو بہانے لگتے تھے۔ پوری مجلس عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی۔ آپؒ کی مجلس میں جو بھی آتا اپنے دامن کو گناہوں سے پاک وصاف کر کے جاتا تھا، اپنے قلب کو مصفیٰ اور نفس کو مزکیٰ بنا کر جاتا تھا۔ آپؒ کے مواعظ حسنہ نے سینکڑوں غیر مسلموں اور مشرکوں کی کایا پلٹ دی، انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، توبہ کیا اور حق پر جمنے کا عزم کیا، نیز اپنے دامن کفر وضلالت میں رحمت ونور کی برکتیں لے کر اٹھے، قعر مذلت سے نکل کر دائرہ اسلام میں اپنے آپ کو داخل کر لیا اور آقائے کائنات سرور دو عالم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں پناہ لے لی۔ جن کے قلوب پر کفر وشرک اور ظلمت وکدورت کی دبیز چادریں پڑی ہوئی تھیں، وہ مجلیٰ اور مصفیٰ ہوئے۔ کل کا مشرک لمحوں میں موحد بن گیا۔ کل کا منکر اسلام آج محب اسلام بن گیا۔ کل تک جو حضرت آقائے دو جہاں فخر کائنات ﷺ کی رسالت کا انکار کرتا تھا، آج اس نے حضرتؒ کے قدموں میں خود کو ڈال کر عشق رسول اور محبت رسول ﷺ کا جام نوش کیا۔ کل تک جسے اسلام سے نفرت تھی، آج وہ اسلام کے لئے گردن کٹانے کو تیار ہو گیا۔ کل تک وہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتا تھا، آج وہ بت شکن بن گیا۔ علامہ اقبالؔ نے ٹھیک ہی کہا ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے<br>
پر نہیں قوت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت مرشدنا بہار شریف کے دورے پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد نماز عصر حضرتؒ کی مجلس میں، میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے حضرت مرشدنا سے سوال کیا کہ حضرتؒ! شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کیا چیز ہے؟ حضرتؒ نے انتہائی سہل انداز میں فرمایا۔ اس سوال کے جواب کے لئے لمبے وقفے کی ضرورت ہے۔ دو چار ساعت کا کام نہیں کہ اس کا جواب دے دیا جائے۔ لیکن سنو! شریعت مثل تخم (بیج) کے ہے، طریقت مثل شجر کے ہے، معرفت مثل پھول کے ہے اور حقیقت مثل ذوق کے ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے وضاحت فرمائی کہ جب کوئی شخص زمین میں بیج بوتا ہے تو اس کی بہت ہی حفاظت کرتا ہے، خون جگر سے اس کی آبیاری کرتا ہے، دھوپ کی تپش اور شدت کی سردی کا ذرہ برابر بھی اسے خیال نہیں ہوتا، پھر جب وہ بیج زمین سے اُگتا ہے تو بیج لگانے والے کے دل میں ایک تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ اس میں پھول آئے گا، جب پھول آجاتا ہے تو وہ حقیقت کو پالیتا ہے اور پھر اس کے دل میں ایک امید پیدا ہوتی ہے کہ اس کا پھل ملے گا اور پھر اس پھل کی خواہش میں اس پودے کی اس قدر حفاظت کرنے میں لگ جاتا ہے کہ اسے اپنی پریشانیاں بھی یاد نہیں رہتیں، یہاں تک کہ کیڑے سے حفاظت کے لئے جراثیم کش دواؤں کا سہارا لیتا ہے اور جب وہ تخم (بیج) پودا سے درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر اس درخت میں پھول و پھل آجاتا ہے تو اس پودے کا خادم حقیقت کو پالیتا ہے یعنی وہ لذت جس کا وہ طلب گار تھا، جس کی طلب کی خاطر اس نے محنت کی تھی، مشقت اٹھائی تھی، اس کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی حالت شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کی ہے۔ حضرتؒ کے ان جملوں نے میرے دل کو سکون بخشا اور میرے ذہن کی تشنگی دور ہوگئی، کسی نے بھی اس سوال کا جواب صحیح انداز میں نہ دیا تھا، لیکن حضرتؒ کے ان کلمات نے شرح صدر نصیب فرمایا اور میرے ذہن کے بند دریچے کھل گئے۔

---

حضرت مرشدنا نے ایک دوسری مجلس میں ''شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت'' پر مکمل بیان فرمایا۔ اس بیان کے کچھ حصے درج ذیل ہیں:

''طریقت بھی شریعت ہی کا ایک جز ہے۔ معرفت کا نام آپ سنتے ہوں گے وہ بھی شریعت ہی کا ایک جز ہے، حقیقت کا نام آپ سنتے ہوں گے تو حقیقت بھی شریعت ہی کا ایک جز ہے۔ ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے وضاحت ہو جائے گی۔ الشریعت کالتخم شریعت مثل بیج کے ہے، والطریقة کالشجر اور طریقت مثل درخت کے ہے، والمعرفة کالثمر معرفت مثل پھل کے ہے والحقیقة کالذوق اور حقیقت مثل ذائقہ (مزہ) کے ہے۔ بیج سے درخت بننا اور درخت سے پھل کا حصول اور پھل سے اس کے مزہ، اس کی لذت کا حصول، یہ سب کے سب بیج ہی کی دین ہے اور اسی بیج پر محنت ونگہداشت اور حفاظت و مداومت کا نتیجہ ہے، ان میں سے کوئی بھی بیج سے علاحدہ نہیں اور پھر اخیر میں پھل کھانے کے بعد ذائقہ اور مزہ لینے کے بعد ہاتھ میں جو شئے ہے وہ کیا ہے؟ وہی تخم ہے وہی بیج ہے۔''

''شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت کو ایک دوسری مثال سے سمجھیں الشریعة کالبحر (شریعت مثل سمندر کے ہے) والطریقة کالسفینة (طریقت مثل سفینہ (کشتی) کے ہے) والمعرفة کالصدف (اور معرفت مثل سیپ کے ہے) والحقیقة کالدر (اور حقیقت مثل موتی کے ہے)۔ سمندر کے بغیر کشتی اور جہاز کہاں چلیں گے اور کشتی کے بغیر سمندری حصوں کا سفر کیسے کرسکیں گے اور غوطہ خوری کرکے سیپ کی تلاش اور پھر سیپ سے موتی کی یافت۔ کیا سیپ کے بغیر موتی کا تصور ممکن ہے؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب شریعت ہی کے اجزاء ہیں، شریعت سے جدا نہیں ہیں۔ مراتب کمال ان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔''

اسی طرح ایک مجلس میں، میں نے حضرتؒ سے ایک الجھتا ہوا سوال کیا کہ ''قیام'' کرنا چاہئے کہ نہیں؟ حضرت مرشدناؒ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کہیں ''قیام'' ہو رہا ہو تو تم بھی کھڑے

ہو جاؤ اگر تم کھڑے نہیں ہو گے تو امت میں انتشار پھیلے گا اور امت میں انتشار پھیلانا اچھا نہیں۔ حضرتؒ کا جواب اس بات کا غماز ہے کہ حضرتؒ کو امت میں اتحاد و اتفاق کا اور اخوات و محبت کا کتنا خیال تھا۔ لیکن آج بعض علما اور بعض صوفیہ ایسے فروعی معاملات میں خواہ مخواہ الجھ کر اور شدت پیدا کر کے امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں نہ تو امت کی فکر ہے اور نہ ہی اسلام کی اور نہ ہی خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی۔

حضرت مرشدناؒ کے جواب نے یہ واضح کر دیا کہ آپؒ لوگوں کو وَلَا تَفَرَّقُوْا پر کاربند ہونے کا سختی سے درس دیتے تھے اور آپؒ اپنی مجلسوں، اپنے مواعظ حسنہ اور اپنے مکتوبات کے ذریعہ مسلمانوں کو لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَاتُؤْمِنُوْا حَتّٰی تُحَابُّوا (تم سب جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک امان نہ لاؤ اور ایمان اس وقت تک دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو: مسلم) پر مستقیم ہونے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور کبھی کوئی ایسی بات انہوں نے نہیں کہی جو انتشار امت کا سبب بنی ہو اور امت گروہ بندیوں کا شکار ہوا ہو۔ حضرتؒ کے قلب میں ایسی بے چینی اور بے کلی تھی کہ امت مسلمہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمان اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضاً (ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی بنیاد کی طرح ہے کہ جس کی ہر ہر اینٹ اس کو مضبوط بناتی ہے: ترمذی) پر عمل پیرا ہو جائے اور وہ آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بن جائے۔

حضرت مرشدناؒ کی مجلسوں میں تصوف و سلوک کی باتوں کو خوب خوب سننے کا موقع ملتا تھا۔ آپؒ کے فرمودات سے اس بات کی پوری وضاحت ہوتی کہ اگر لطائف عشرہ کی اصلاح ممکن ہے تو صرف شریعت و سنت کے اصولوں پر چل کر اور محبت رسول اللہ ﷺ کو شعار بنا کر۔ کروڑوں مرتبہ اللہ اللہ کا ورد کر لینے کے باوجود طریقت کے راستے نصیب نہیں ہو سکتے، جب تک کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی شریعت و سنت کی اتباع نہ کی جائے۔ کسی فارسی کے شاعر نے انہی باتوں کو بڑے ہی خوبصورت

انداز میں پیش کیا ہے:

خیال است ایں کہ بے شرع و طریقت
کشائیدت ہمی راہ حقیقت
طریقت بے شریعت نیست حاصل
حقیقت بے طریقت نیست واصل

ترجمہ: یہ ایک خیال ہے کہ بغیر شریعت وطریقت کے حقیقت کی راہ کھول دی جائے گی۔ طریقت بغیر شریعت کی پابندی کے حاصل نہیں ہوتی۔ حقیقت بغیر طریقت کے مل نہیں سکتی۔

مذکورہ شعر میں واضح طور پر اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ شریعت، طریقت اور حقیقت یہ تینوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، بلکہ یہ بات کہی گئی ہے کہ شریعت کے بغیر حقیقت کی راہ کھل ہی نہیں سکتی، اور طریقت کی راہ بغیر شریعت کی پابندی کے حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی شریعت وطریقت کو ایک دوسرے سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ اگر شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیا گیا تو یہ غلط ہی نہیں بے اصل بھی ہوگا بلکہ حقیقت میں دونوں ہم آہنگ ہیں اور تصوف کی مذکورہ تمام چیزیں یعنی طریقت، معرفت وحقیقت صاحب شریعت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت میں پنہاں ہیں۔ گویا سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگی کا مقصد اور ماحصل بنالیا جائے تو پھر انشاءاللہ تعالیٰ حقیقت کے مکاشفات کا دیدار ہوجائے گا اور معرفت حاصل ہوجائے گی۔

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے اعتکاف کے موقع پر سرکش شیطان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ پیدائش سے لے کر موت تک ایمان وایقان کی تباہی وبربادی کے لئے اپنے تمام حربے کا استعمال کرتا رہتا ہے۔ اسی اثنا ''حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ'' سناتے ہوئے فرمایا کہ امام موصوف اپنے زمانے کے جید عالموں

اور بزرگوں میں سے تھے۔ امام رازیؒ کے پاس خدا کی وحدانیت کی تین سو ساٹھ دلیلیں تھیں۔ ہر دلیل ٹھوس اور نا قابل تردید تھی۔ اور خود امام صاحب کا بھی دعویٰ تھا کہ کوئی بھی ان دلیلوں کو رد نہیں کرسکتا۔ حضرت مرشدنا نے فرمایا:

''امام صاحب کے نزع کا وقت آیا تو ابلیس مردود و ملعون ان کے پاس ان کے ایمان کو سلب کرنے کے لئے آ گیا۔ اس آخری وقت میں امام رازی کو حق کے راستے سے بھٹکانے اور ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لہذا، شیطان ان سے مناظرہ کرنے لگا۔ ابلیس ملعون نے اپنے علم کے زور پر ان کی تین سو انسٹھ دلیلوں کو رد کر دیا۔ اب امام موصوف کے پاس صرف ایک ہی دلیل تھی۔ امام صاحب کتنی پریشانی میں مبتلا ہوں گے، سخت آزمائشوں کا سامنا ہوگا، کچھ دیر بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی ہے اور ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ، جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر بلند پایہ بزرگ تھے۔ امام صاحب کی ملاقات حضرت شیخ سے قبل سے تھی اور عقیدت و محبت بھی۔ آخری وقت میں جب امام فخر الدین رازی سے شیطان مردود مناظرہ کر رہا تھا، شیخ کوسوں دور اپنی خانقاہ میں وضو فرما رہے تھے اور آج خلاف معمول کئی لوٹا پانی صرف دست مبارک دھونے میں صرف کر چکے تھے۔ آخر میں اپنی خانقاہ ہی میں پانی کا چھینٹا مارتے ہوئے فرمایا ''فخر الدین رازی کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں بے دلیل اللہ کو ایک مانتا ہوں'' یہ آواز ان لوگوں نے بھی سنی جو امام رازی کے قریب بیٹھے تھے۔ شیخ کی آواز سن کر لوگ تلاش میں نکلے یہاں تک کہ شیخ کی خانقاہ آ پہنچے اور شیخ کی آواز امام رازی کے مکان میں سماعت کرنے کا واقعہ بیان کیا تو شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا۔''

حضرت مرشدنؒا اپنی مجلسوں میں بزرگوں کے واقعات کو بتا کر مریدین ومعتقدین میں ہمت وحوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ بندہ مومن سرکش شیاطین کے بہکاوے میں نہ آئے بلکہ استقامت کے ساتھ اپنے کاموں میں لگا رہے۔ حضرت مرشدناؒ یہ بتانا چاہتے تھے کہ دیکھو سرکش شیطان ہمیشہ حق کے راستے سے تمہارے قدموں کو ڈگمگانے کی کوشش کرتا ہے اور ایمان والے کو اس کی موت کے وقت بھی نہیں چھوڑتا بلکہ وہ اپنا آخری حربہ بھی استعمال کر بیٹھتا ہے۔ اپنے دلوں میں اللہ کا ڈر اور خوف اس قدر پیدا کرلو کہ سرکش شیطان تم سے دور بھاگے، تمہارے قریب بھٹکنے نہ پائے۔ اپنے دلوں میں اللہ وحدہ ولا شریک لہ کو اس قدر جمالو کہ تمہارے قلوب اس فانی دنیا کی آلائشوں سے پاک ہوجائیں اور اس فانی دنیا کی رعنائیاں تمہارے قلوب کو تاریک نہ کرسکیں اور یہ حال ہوجائے کہ زبان وقلب سے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (ساری چیزیں فنا ہونے والی ہیں اور باقی رہنے والی ذات اللہ رب ذوالجلال والاکرام کی ہے۔ رحمٰن: ۲۶، ۲۷) کی آواز نکلے۔

حضرت مرشدناؒ نے احباب بھوپال کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا کہ شیطان اولاد آدم کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی مکاریوں اور فریب کاریوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے احباب سلسلہ کو **''نفس وشیطان کے فتنے، غفلت و بیزاری اور اختلاف جمعیت''** سے بچنے کی تلقین فرمائی:

> ''شیطان اولاد آدم کا کھلا ہوا ازلی دشمن ہے وہ انسان کی ترقیات مومنین کی ہدایات ابرارین کے ذکر واذکار اور مقربین کی محنت ومجاہدہ اور لقاء الرحمٰن کے ذوق وشوق اور شغف سے چڑھا ہوا اور جلا ہوا ہے اور انسان کے باطن میں نفس کی امارگی کو ابھار کر ہلاک کرڈالنا چاہتا ہے، اس کے عزائم اور ارادوں کو پامال کرڈالنا چاہتا ہے اور ذوق و شوق کو برباد کر کے غفلت جو بربادی اور ہلاکت کا باعث ہے، میں ڈال دینا چاہتا ہے

اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ (بقرہ:۲۲۱) شیطان جہنم کی طرف دعوت دیتا ہے۔

ہوشیار! ہرگز اس کی دعوت اور چالوں میں نہ پڑنا وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ (بقرہ:۲۲۱) اور حضرت رحمٰن تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتے ہیں، جو سلامتی کی راہ ہے۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں دارالسلام کے ذریعہ داخلے کا باعث ہے۔ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس:۲۵) اور اللہ تبارک وتعالیٰ سلامتی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پس ہمیں اور ہمارے تمام احباب کو چاہئے کہ اپنے محبوب رب کی دعوت مغفرت، سلامتی اور جنت پر لبیک کہیں اور فَفِرُّوۡا اِلَى اللّٰهِ (پس بھاگو اللہ کی طرف ذاریات:۵۰) کے حکم کے مطابق اپنے تن من دھن کو ان کے قدموں پر ان کی رضا کے لئے قربان کر کے ان کی طرف بھاگیں۔

آہ! اس بھاگنے اور دوڑنے کو کم نہ سمجھنا، وہ اپنی رحمت کے دونوں بازوؤں کو پھیلائے ہوئے اپنے چاہنے والوں اور عاشقوں کو کھینچ لینے کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔ خود ہی فرماتے ہیں جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت چلتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ چلتا ہوں اور وہ جب چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اے میرے دوستو جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بھاگو، تو اگر تم اس کی طرف بھاگ کر جاؤ گے تو کتنی سرعت اور تیزی کے ساتھ وہ تم کو اپنے بازوئے رحمت میں سمیٹ لیں گے۔ اس کا تصور اور اندازہ بھی تم نہیں کر سکتے۔ پس دیر نہ کرو، عمر بہت تھوڑی ہے، کام بہت زیادہ ہے۔ ایک پل کی غفلت بھی منزل کو دور سے دور تک کر دے گی اور کام میں تعطل اور رکاوٹ کا باعث بنے گی، ذکر شکر ہے اور غفلت کفر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ میرا ذکر کرتا ہے پس وہ شکر ادا کرتا ہے، جب مجھے بھول

جاتا ہے یا میری طرف سے غافل ہو جاتا ہے تو کفر کرتا ہے۔ طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے۔ پس نفس اور شیطان کے فتنے سے بچنے کی کوشش کریں۔ ان دونوں کے فتنے میں بڑا فتنہ غفلت ہے۔ لہذا غفلت سے بچنے کی کوشش کریں۔ جس طرح غفلت نفس اور شیطان کا عظیم حربہ ہے، ویسے ہی اختلاف بھی اس کا بدترین ہتھیار ہے۔ اختلاف جمیعت کو پراگندہ کرتا ہے اور نور کو ظلمت میں تبدیل کرتا ہے۔ اتحاد و اتفاق دلوں کو جوڑتا ہے جمیعت کو مضبوط اور کثیر کرنے والا ہے اور ظلمت کو نور میں تبدیل کرنے والا ہے۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعاً وَّ لَاتَفَرَّقُوۡا (تم سب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور منتشر نہ ہو جاؤ۔ آل عمران:۱۰۳)

اے سید عبد الباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت کرنے والو! تم نے اس فقیر کی رسی نہیں پکڑی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی رسی پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کی رسی نہیں پکڑی بلکہ اللہ کی رسی پکڑی۔ اللہ جل شانہ خود فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ط یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ (اے میرے محبوب جنہوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے بے شک اللہ سے بیعت کی اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ فتح:۱۰) پس اے دوستو، تم پر لازم ہے اس رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور تفرقہ سے بچتے رہنا، تمہیں نہیں معلوم کہ تمہاری جمیعت فرشتوں اور روحانین کی جمیعت ہے، فرش سے عرش تک بلکہ بالائے عرش تمہاری جمیعت اور ذکر سے فرحت وخوشی ہے لیکن آہ! جب کبھی تم میں ذرا سا بھی انتشار واختلاف پیدا ہوتا ہے، یہ فرحت وانبساط مایوسی اور ماتم میں بدل جاتا ہے۔ اے میرے دوستو! خبردار کبھی بھی منتشر ہو کر مجھ کو اور میرے آقاؤں کو، رسول اللہ ﷺ کو، اور اس محبوب رب کو مایوس

نہ کرنا۔ غفلت اور اختلاف شیطان مردود کا حربہ ہے۔ ہرگز اس ظالم کو اپنے درمیان داخل نہ ہونے دینا اور اس کے شر اور فتنے سے ہمہ وقت ہوشیار رہنا۔

میری دعا اور تمنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اور آپ سب کو غفلت اور اختلاف نفس اور شیطان کے شرور سے محفوظ رکھے، آپس میں اتحاد و اتفاق، اخلاص ومحبت اور ذکر دوام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمت سیدالمرسلین ﷺ''

دوران اعتکاف ایک مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا ایک شخص دو پیر سے بیعت ہوسکتا ہے؟ حضرت مرشدناؒ نے فرمایا کہ کیا کرتے ہو؟ سوال کرنے والے نے بتایا کہ ریلوے میں ملازم ہوں۔ مرشدناؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ایک ٹرین کا ٹکٹ لیا ہے اس ٹرین سے سفر نہ کرکے دوسرے ٹرین سے جاتا ہے تو کیا اس کو اس بات کی اجازت مل جائے گی کہ وہ پہلے والے ٹکٹ پر کسی دوسرے ٹرین سے سفر کرے، جس کا ٹکٹ اس نے نہیں لیا ہے؟ پتہ چلا کہ ہرگز وہ سفر نہیں کرسکتا، اس لئے کہ اس نے دوسرے ٹرین کا ٹکٹ نہیں لیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس پیر سے بیعت ہوا ہے اور اس پیر کی صحبت اس کے لئے ناممکن ہے یا پیر بہت دور رہتا ہے، جہاں جانا اس کے لئے محال ہے یا اس کے پاس اتنے ذرائع ووسائل نہیں تو بذریعہ خط پہلے اس پیر سے اجازت لے لے کہ میں دوسرے پیر سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، جب اجازت مل جائے تو پھر دوسرے پیر سے بیعت ہو، لیکن پہلے پیر کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ہوگا۔ کتنا سہل جواب ہے جو آسانی سے سائل کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح کے پیچیدہ اور گنجلک سوالات کے جوابات سن کر اس کے مضطرب اور بے چین دل کو قرار آجاتا ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ ہر سوال کا جواب بڑے ہی تشفی بخش انداز میں دیتے تھے۔

کفر وشرک کی ردا میں لپٹا ہوا شخص جب حضرت مرشدناؒ کی باتوں کو سنتا تو اس کے قلب و روح میں اضطراب و بے قراری کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی اور زبان حال سے کہہ اٹھتا تھا کہ حضرتؒ مجھے بیعت کرلیجئے اور اپنے قدموں میں جگہ دے دیجئے۔ کفر وشرک کا شیدائی، بتوں کی پرستش کرنے

والا، تو ہم پرستی کی زندگی گزارنے والا لَاالٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نعرہ بلند کرنے لگتا تھا۔ اور دین متین کی تائید و مدد اور اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت و پکار پر ہمہ دم کوشاں نظر آتا تھا۔

بہت سے افراد اس غرض سے بھی آتے تھے کہ اپنے پیچیدہ سوالات کے ذریعہ حضرتؒ کو پریشان کریں گے لیکن جب انہیں تشفی بخش جواب مل جاتا تو وہی جو پریشان کرنے کی خاطر آیا تھا، وہ حضرتؒ کا گرویدہ نظر آتا اور بے ساختہ کہہ اٹھتا کہ حضرتؒ آپ نے تو سارے حجابات اٹھا دیئے۔ حضرتؒ کی وہ روحانی خوبیاں تھیں جو لوگوں کے دلوں کو جوڑنے کا کام کرتی تھیں۔ وہ دل جو ایک مدت سے حق کا متلاشی تھا، حق کی تلاش میں گلیوں کی دھول چھان رہا تھا کہ کوئی اللہ کا ایسا کامل بندہ مل جائے جو راہ حق بتا دے۔ وہ حضرت مرشدناؒ کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی صحبتوں کے فیوض و برکات حاصل کر کے راہ حق کو پالیتا تھا۔ اور جب آپؒ کی مجلس سے اٹھتا تو اپنے قلب میں اللہ کا ڈر و خوف اور آقائے نامدار فخر موجودات سرکار مدینہ ﷺ کی محبت کا عظیم تحفہ لے کر اٹھتا تھا۔

نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

حضرت مرشدناؒ اپنی مجلسوں کے ذریعہ کفر و شرک کے استیصال، اسلام کے اجراء و نفاذ اور بدعات کے خاتمے کے لئے ہمہ دم کوشاں رہتے تھے۔ ان کا یہ بھی مقصد تھا کہ اہل ایمان بھی ایمان پر مستقیم ہو جائیں، فروعی مسائل و معاملات میں الجھ کر اللہ و حضرت رسول اللہ ﷺ سے دور نہ ہوں۔ دراصل حضرتؒ کا مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا، راہ مستقیم کے مسافروں کو اللہ تک پہنچانا، دین کے دشمنوں کے قلوب کو دین کی محبت سے معمور و منور کرنا، رسوم و رواج سے ہٹ کر خالص شرعی اصولوں پر زندگی گزارنے کی دعوت دینا، آپسی نفاق، مسلکی اختلافات سے دور رہنے کی تلقین کرنا، اتحاد و اتفاق کے جام محبت سے سرشار کرنا، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے صحیح اصولوں کو حاملین تصوف تک پہنچانا، تصوف کے غلط رسوم کی بیخ کنی اور تصوف کو شریعت و سنت کی روشنی میں

پیش کرنا تھا۔

حضرت مرشدنا نے اپنے ایک مکتوب میں، جوانہوں نے احباب مالی گاؤں کے نام تحریر فرمایا تھا، اس بات کی ترغیب دی کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی تائید و مدد اور اللہ کے حبیب حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت و پکار پر لبیک کہیں اور ''دعوت وتبلیغ'' کے معاملے میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے سے گریز نہ کریں۔ اور جب آپ پوری تن دہی کے ساتھ، پختہ عزم وارادہ کے ساتھ شریعت وسنت پر عمل کریں گے تو فلاح دارین، مغفرت، جنت الفردوس، فوز عظیم، نصرت الٰہیہ، فتح قریب کے مژدے اور خوشخبری کے اہل بن سکیں گے۔ اللہ رب العزت دشمنوں اور بدخواہوں پر آپ کو فتح دے گا، آپ کی تائید فرمائے گا اور ضرور بالضرور دونوں عالم کی سرخروئی عطا کرے گا۔

حضرت مرشدنا تحریر فرماتے ہیں:

> ''اسماعیل بفاتی صاحب کے خط سے احباب کے اندر دعوت وتبلیغ، خروج من بیوتھم للہ تعالیٰ کی نیت، ارادے اور عزم کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ جل شانہ اس نیک نیت اور بڑے عزم کو قبول فرمائے اور بڑی ہمت اور جوش کے ساتھ اس بات کی توفیق بخشے کہ مقصد خداوندی (جس میں وہ اپنی پیاری مخلوق جس سے وہ ان کی ماؤں سے ستر گنا سے بھی زیادہ محبت کا اظہار کرتا ہے) جہنم اور ابدی عذاب سے بچانا چاہتا ہے، جس کی خاطر اس نے اپنی انمول متاع (جو اس کی محبت اور پیار کے باعث محبوب خدا کہلائے ہیں، اس ذلیل دنیا میں بھیج کر ہمیشہ کے عذاب سے بچایا اور اپنی ذات پاک کی رضا اور ناراضگی کا پتہ دیا اور جنت نعیم کے انمول خزانے اور انعام کو حاصل کرنے کی دعوت دی) کے پورا کرنے والوں کی صف میں سچی نیت اور قربانی کے ساتھ داخل ہوسکیں۔ آمین

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ (اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔

صف:۱۴) کا اشارہ ہم ذلیل حقیر گندے پیشاب سے بنے کیڑوں کو اس ذات پاک لاریب کے مددگار بننے کا شرف بخشتا ہے۔ اس ذلیل حقیر فانی اور چندروزہ دنیا کے فانی بادشاہوں کے کارندے، ملازمین اور خدمت گار تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر گویا بادشاہوں کے مددگار بن کر، ان کے مقرب اور خاص کہلاتے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ اس چاپلوسی، جی حضوری اور خدمت سے حاصل ہونے والے تقرب سے انہیں کیا ملا؟ کیا ان کے تاج پوش اور تخت نشیں آقا اور مالک (بادشاہ) خاک میں نہیں مل گئے؟ ایسے فانی بادشاہ کے تقرب اور رضا سے حاصل ہوئی دولت اور عزت سمیت وہ خود ڈھائی گز لمبے گڑھے اور نو من مٹی کے ڈھیر کے نیچے نہیں دب گئے؟ لیکن ہائے افسوس صد افسوس، اس چندروزہ عزت و شرافت، جس کا انجام نہایت ذلت و خواری ہے، کے خواہاں لوگ یہ نہیں سوچتے کہ وہ مالک الملک، مالک الملوک، اس ارض و سما کا خالق، خالق و صناع اور حقیقی بادشاہ (جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس کو فنا نہیں، وہ سب کو بنانے والا اور سب کو فنا کرنے والا ہے، خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، جو مٹی کو سونا، مونگا، موتی اور بے قیمت پتھروں کو بیش قیمت ہیروں اور جواہرات میں تبدیل کر دینے والا ہے) ان ناپاک، بیکار، ذلیل و حقیر لوگوں کو اپنی مدد، خدمت اور تقرب کی دعوت دیتا ہے، جس کے ایک اشارے پر ریوڑ اور جانوروں کا چرانے والا بادشاہ بن جاتا ہے۔ ہائے افسوس صد افسوس، ایسے ناپاک، مجبور، مٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والے کے تقرب کی خواہش کرتا ہے اور پاک ذات آقا اور مالک (جس کے کن کہہ دینے سے سارے عالم کی تخلیق ہو جاتی ہو، جس کی ذات ذوالجلال والاکرام ہو) کی دعوت و تقرب پر لبیک نہیں کہتا، ہمیشہ کی عزت و شرافت، ناز و نعم، عیش و آرام (جو هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ سے آشکارا ہے) سے منہ موڑتا ہے۔ اس

سے بڑی بدبختی اور خواری کی بات کیا ہو سکتی ہے۔ اس پر حسرت اور افسوس کرتے ہوئے وہ خود فرماتے ہیں یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ق فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ٥ (اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے ہیں۔ پس عبرت حاصل کرو اے آنکھ والو۔ حشر:۲)۔

اللہ جل شانہ ایسے ناحقیقت شناس اور محرومین کی صف کے سائے سے بھی ہم کو محفوظ رکھے، اپنے آقا اور مولیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کی توفیق بخشے اور جنہوں نے لبیک کہا اور اس لبیک کا حق اپنی جان و مال، عزت و آبرو، عیش و آرام قربان کر کے پورا کیا (رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کی پیاری جماعت اور صف میں داخل فرمائے۔ آمین

آؤ آؤ اے دوستو! جس طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (صف:۱۴) کہہ کر اللہ کی مدد کا اعلان کیا تھا، ہم بھی ہادی اکبر اپنے آقا و مولیٰ دو جہاں کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی دعوت و پکار اور کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ (صف:۱۴) کی للکار پر صدق دل سے لبیک کہیں اور اللہ جل شانہ کے تُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ (مجاہدہ کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے۔ صف:۱۱) کے مشورے پر ایمان اور نیک اعمال پر استقامت کے ساتھ تن من دھن کو نچھاور کر دیں، تاکہ وہ عزم پورا ہو سکے، وہ نیت جو تم لوگ کرنا چاہتے ہو، اس کا حق پورا ہو سکے اور فلاح دارین، گناہوں کی مغفرت، جنت الفردوس، فوز عظیم، نصرت الٰہیہ اور فتح قریب کے مژدے اور خوشخبری کے اہل بن سکیں۔ خدا تمہارے دشمنوں و بدخواہوں پر تمہیں فتح دے گا اور تائید فرمائے گا اور ضرور بالضرور تم کو دونوں عالم کی سرخروئی عطا کرے گا۔ یہ وعدوں کے سچے اور پورا کرنے والے

مالک برحق کا اعلان اور وعدہ ہے، جو سورۂ صف کے آخری رکوع میں اپنے پیارے محبوب ﷺ اور ان کی پکار پر صدق دل سے لبیک کہنے والے، مال و جان کی قربانیاں دینے والے اور آخری دم تک ایمان اور اعمال صالحہ پر مستقیم رہنے والے مومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کیا گیا ہے۔

اللہ جل شانہ ان کی جوتیوں کے دھول کے ذرات کے صدقے ہم کو بھی ان کے پاک گروہ میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین''

---

احباب بلڈانہ (مہاراشٹر) نے حضرت مرشدناؒ کو ''جلسہ میلاد النبی ﷺ'' کے موقع پر مدعو کیا اور گزارش کی کہ آپ حضور والا تشریف لائیں اور حضرت آقائے کائنات ﷺ کی سیرت پاک بیان فرمائیں۔ حضرتؒ نے اس جلسہ میں شرکت سے معذوری کا اظہار اس بنیاد پر فرمایا کہ خانقاہ اعظم گڑھ میں مریدین و معتقدین کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کا بھی قافلہ موجود تھا اور ان کی تعلیم و تربیت ضروری تھی۔ حضرتؒ نے اپنے مکتوب میں آقائے کائنات ﷺ کی قربانیوں کو یاد دلایا اور سوال کیا:

> ''تم نے کبھی سوچا کہ یہ برسی، وعظ و بیان، تقریر و تحریر، سیرت کے جلسے اور میلاد کیا کسی مقصد کے تحت منائے جاتے ہیں یا کوئی فنکشن ہے یا کوئی تہوار ہے؟ رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ کی پکار کرنے والے، ہائے امت کی خاطر فاقہ کرنے والے، پیٹ پر پتھر باندھنے والے، اپنے نواسوں اور اہل بیت اطہار کے خون کو منظور کرنے والے، ہائے طائف کی ناگفتہ بہ تکالیف کو برداشت کرنے والے، پتھر کھانے والے، لہولہان ہونے والے، حتیٰ کہ صرف اور صرف امت کی ہدایت کی خاطر، امت کی پرورش کی خاطر، امت کی بخشش کی خاطر، جان و مال، عزت و آبرو، آل و اولاد، اپنی خوشی، غم، بھوک، پیاس، نیند اور راحت قربان کرنے والے کا حق صرف اتنا ہی ہے کہ ایک برسی

منالی جائے؟''

اسی طویل مکتوب کے اگلے پیراگراف میں حضرت مرشدنا نے فرمایا کہ اگر تمہیں حضور پاک ﷺ سے عشق ہے تو یاد کرو ان آنسوؤں کو جو انہوں نے اپنی امت کے لئے بہایا، امت کی خاطر پیٹ پر پتھر باندھے۔ اور یاد دلایا اہل بیت کے مصائب، ازواج مطہراتؓ کے فاقوں اور حسنین کریمینؓ کی شہادت کو۔ اگر واقعی تمہیں محبت ہے تو ''دعوت محمد ﷺ'' پر لبیک کہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اپنے محبوب نبی، پیارے آقا اور مولیٰ کے عاشقین کو، وہ آنسو، وہ بھوک، وہ پیٹ پر بندھے پتھر، وہ جسم سے نکلا ہوا خون، اہل بیت کی تکالیف، ازواج مطہرات کے فاقے، حسنینؓ کا خون للکار للکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر واقعتاً تمہیں عشق ہے اور سچ مچ محبت کا دم بھرتے ہو تو دعوت محمد ﷺ پر لبیک کہو، سرگرم عمل ہو جاؤ اور جوش اور قربانی کے ساتھ تن، من، دھن کو اپنی سدھار اور ان کی امت کی سدھار، اپنی فلاح و بہبود اور امت کی فلاح و بہبود کی راہ میں لٹا دو تا کہ عشق کا تقاضہ پورا ہو سکے اور حشر کے دن اپنے آقا اور مولیٰ اور محبوب نبی ﷺ کے قدموں میں سرخروئی کے ساتھ قربانیوں کے پھول لے کر حاضر ہو سکو۔''

حضرت مرشدناؒ نے ایک مجلس میں ملت اسلامیہ کو یاد دلایا کہ جس ملت پر تم ہو دراصل یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر معرکۂ کربلا تک قربان ہونے والوں نے ''ملت اسلام'' کی بنیاد رکھی ہے اور اپنا سب کچھ قربان کر کے اسے سینچا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''جس ملت پر تم ہو، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لا (یہ تمہارے باپ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے انہوں نے تمہارا نام مسلمان

رکھا۔ حج: ۷۸) 'لا الٰہ' کی بنیاد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آذر کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑ کر اور 'الا اللہ' کی بنیاد آتش نمرود میں کود کر رکھی ہے۔ ملت اسلام کی بنیاد جان کی قربانی، بیٹے کی قربانی، گھربار کی قربانی، ترک وطن کی قربانی دے کر رکھی گئی ہے اور ہمیشہ اس درخت کو اللہ کے نیک بندوں نے اپنے خون سے سینچا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بدر و حنین اور احد میں اپنے خون کی قربانیاں پیش کی ہیں، تابعین، تبع تابعین اور ہر زمانے کے مجاہدین اسلام نے اس درخت کو اپنے خون سے سینچا ہے، معرکۂ کربلا میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جاں نثاروں نے اپنے خون سے سینچا ہے۔ اس کو سینچنے کے لئے آج بھی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ بھاشن اور تقریر سے کام نہیں چلے گا، بلکہ عمل اور کردار سے۔ جان و مال کی قربانیاں اپنے مولیٰ و محبوب کے دربار میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اسے سینچ سکو گے تو یہ درخت ابراہیمی تمہیں بھی سایہ دے گا اور آخرت میں سایہ دے گا۔ اگر نہیں سینچ سکتے ہو تو تمہاری ضرورت نہیں ہے، سینچنے والے لائے جائیں گے، اسلام قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔"

---

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے ایک دوسری مجلس میں **"خواتین کو ہدایت"** فرماتے ہوئے کہا کہ تم حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وراثت ہو، اس لئے تم دنیا کی روش اختیار نہ کرو۔ تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، کہیں یہ بیعت میری باز پرس کا باعث نہ بن جائے۔ لہذا تم اعمال خیر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے اچھے اعمال کی وجہ سے میری بھی بخشش فرمائیں گے اور تمہاری بھی۔ شوہروں کی فرماں بردار بننے کی تلقین کے ساتھ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ کی اجازت ہوتی تو میں عورتوں کو کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ لہذا اللہ کی رضا کے لئے

اپنے شوہروں کی خدمت، تابعداری اور فرماں برداری کرو اور ان سے زبان درازی نہ کرو، تم ان کے کام آؤ اور وہ تمہارے کام آئیں۔ اپنی نظروں کو نیچی رکھو، پردہ کرو، غیر محرم سے پرہیز کرو اور ان سے نرم لہجہ میں گفتگو نہ کرو۔ حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میری ماؤ اور بہنو! تم حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وراثت ہو۔ وقت کے دھارے میں نہ بدل جاؤ، یہ نہ دیکھو کہ کون ایڈوانس فیملی کیا کر رہی ہے، کون ترقی یافتہ لوگ کیا کر رہے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے لباس کو، کس طرح اپنے پردے کو اٹھا کر رکھ دیا، کس طرح اپنی آوازوں کو بلند کیا، کس طرح اپنے شوہروں کے ساتھ بدتمیزی کی اور کس طرح جہنم خریدا۔ میری ماؤ اور بہنو! تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اچھے اعمال کرنا، تقویٰ اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی وجہ سے میری بھی بخشش فرمائے اور تم سب کی بخشش فرمائے۔ کہیں تمہارے برے اعمال کی وجہ سے مجھے باز پرس کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ تم نے آگاہ نہ کیا تھا، تم خالی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا جانتے تھے۔ مجھے امید ہے کہ تم شرمسار نہیں کروگی، مجھے امید ہے کہ تم ہلاک نہیں کروگی۔ زمانے کی روش تمہاری مثال نہیں، حضرت فاطمہ زہرہؓ تمہاری مثال ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تمہاری مثال ہیں اور یہ بڑی عورتیں جنت کی مالک ہیں۔ تمہارا مقام اور تمہاری جگہ سینما اور تھیٹر نہیں، تمہارا مقام جنت الفردوس ہے۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ خاتون جنت کے ساتھ کیوں جنت میں جانے کی خواہش نہیں رکھتی ہو، کیوں تمہارا دل شوہروں کے ساتھ بازاروں میں سڑکوں پر گھومنے پر آمادہ ہوتا ہے، کیوں نہیں جنت الفردوس میں ان اعلیٰ مقام اور اعلیٰ درجے کی خاتون جنت اور ازواج مطہرات، اپنی ماؤں کے ساتھ، اٹھنے بیٹھنے کی خواہش، تم میں ہوتی۔ اللہ جل

جلالہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔حضور پاک ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔ جس شوہر کا ایسا مقام ہو، اس شوہر سے لڑنا تمہیں فیشن دکھایا گیا، تمہیں ان سے برابری کرنا، سینما اور ویڈیو کی فلموں میں دکھایا گیا۔تم وہ دیکھ کر اپنے شوہروں سے زبان درازی کرتی ہو۔نہیں کرو، خدا کے واسطے نہیں کرو، اس لئے نہیں کرو، صرف اس لئے نہیں کرو کہ خدا بھی اس بات سے ناراض ہوتا ہے، خدا نے اسے تمہارا مجازی خدا بنایا ہے۔لہٰذا، ان سے زبان درازی نہ کرو، ان سے ادب کے ساتھ رہو، ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو، ان کی خدمت کرو۔ ہمارے سید عبدالباری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے سلسلے کے امام الطریقت ہیں، جب بیعت فرماتے تو عورتوں کی بیعت کے ساتھ خاص تعلیم فرماتے کہ یاد رکھو نماز، روزہ جو کچھ تعلیم ہے کرتی رہنا، ایک تعلیم فرماتے، جاؤ اپنے شوہروں کی خدمت کرنا، جس عورت کا شوہر اپنی بیوی کی خدمت سے خوش ہو کر ہنس دے، وہ عورت جنتی ہے۔ بہرحال مل جل کر رہو، اچھی طرح محبت کرو، وہ تمہارے کام آئیں اور تم ان کے کام آؤ، جو کچھ کرو اللہ کی رضا کے لئے کرو، اپنے شوہروں کی خدمت بھی کرو تو اللہ کی رضا کے لئے کرو۔اپنی نظروں کو نیچی رکھو۔غیر محرم مردوں سے پردہ کرو۔غیر محرم مردوں سے نرمی سے بات مت کرو۔ اگر گھر پر کوئی آدمی نہ ہو اور کسی غیر مرد سے بات کرنی ہی پڑ جائے تو نرم لہجے میں بات مت کرو بلکہ سخت لہجے میں بات کرو، پردہ کرو۔اگر ایک ہی گھر میں دیور اور جیٹھ سب رہتے ہیں تب بھی جہاں تک ممکن ہو پردہ کا خیال کرو۔“

---

حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ نے اسی بیان کے دوران ”بچوں کی تربیت“ کے تعلق سے بھی کچھ ہدایتیں فرمائیں کہ ان کی اچھی طرح پرورش و پرداخت کرو کیوں کہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ

نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے۔ لہٰذا ان کی ایسی تربیت کرو کہ وہ اولیاء اللہ کی جماعت میں شامل ہوں اور ان کا شمار مقربین بارگاہ بندوں میں ہو، وہ تمہارے لئے یہاں بھی اور کل قیامت کے دن بھی بخشش کا باعث ہوں۔ اسی لئے انہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی داستانیں سناؤ قرآن پاک کے سچے واقعات سناؤ اور ان کو فلموں کی داستانیں نہ سناؤ۔ حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''انہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی داستانیں سناؤ، ان کو فلموں کی داستانیں نہ سناؤ۔ قرآن پاک کے اچھے اچھے سچے واقعات سناؤ اور اپنے بچوں کا وہ مزاج نہ بناؤ کہ وہ تمہارے بچے سڑک پر ناچنے والے نہ بن جائیں۔ بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرنے والے بنیں، اللہ کے نیک مقربین بارگاہ بندوں میں ان کا شمار ہو، وہ اولیاء اللہ کی جماعت میں شامل ہوں، جو یہاں بھی تمہارے لئے بخشش کا باعث ہوں اور کل قیامت میں اللہ کے روبرو بھی بخشش کا باعث ہوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے۔ اگر تم اچھی پرورش کر کے جاؤ گے یا جاؤ گی، تو اچھے بچے تمہارے مرنے کے بعد نیک کام کریں گے، اطاعت و فرماں برداری کا کام کریں گے، ذکر و اذکار اور عبادت و ریاضت کا کام کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اگر تمہاری تربیت کی وجہ سے ایسا ہے تو تمہاری قبر میں اس کا ثواب پہنچے گا۔ ایک آدمی بڑا خراب تھا۔ اس کے اعمال اچھے نہیں تھے، وہ مرنے لگا تو کہا کہ اے اللہ میں نے کوئی نیکی نہیں کی، وہ روتا تھا، اس کا بیٹا گود میں چھوٹا تھا، اس کے سامنے اسے لایا گیا۔ اس نے کہا، اے اللہ میں نے نہ تجھ کو یاد کیا اور نہ تیرا کلام پڑھا۔ اس کے بعد حاضرین کو وصیت کی کہ میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اس بچے کو قرآن پڑھانا۔ اور وہ انتقال کر گیا۔ اسے شاید قبر میں عذاب ہوا، تکلیف ہوئی، پریشانی ہوئی،

لیکن جس دن وہ بچہ چار سال کا ہوا، اس کی وصیت کے مطابق اسے قرآن پڑھایا گیا۔ اس بچے نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا مجھے لاج آتی ہے، جس کی وصیت پر جس کا ننھا بچہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم میرا کلام پڑھے اور میرے نام سے شروعات کرے، مجھے رحمٰن اور رحیم کہے، مجھے لاج آتی ہے کہ میں اس کے باپ کو قبر میں عذاب دوں، اس کی قبر سے عذاب اٹھالو۔ تو یہ ننھے بچے، تمہاری گود میں مچلنے والے یہ لعل، کہیں تمہارے لئے قبر میں عذاب کا باعث نہ بنیں، میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ کوشش کرو کہ ان کی اچھی پرورش کرو تاکہ قبر میں تمہارے لئے راحت کا باعث بنیں، یہ قرآن پڑھیں اور بخشیں، اچھے کام کریں اور اطاعت وفرماں برداری کے کام کریں تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو، تمہاری آنکھیں یہاں بھی ٹھنڈی ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چوری، ڈاکہ، بدمعاشی، عیاشی اور ہیروئن پی کر سڑکوں پر پڑے رہیں، گناہ، چوری اور ڈاکہ کر کے جیل میں جائیں، تمہارا کلیجہ تڑپے اور تمہاری آنکھیں روئیں۔ اس سے بہتر ہے کہ اس دنیا میں تمہارا بچہ راتوں کو نفل پڑھے، قرآن پڑھے، اطاعت اور فرمانبرداری کرے، اللہ کے سامنے روئے، رزق مانگے، تمہیں کما کر کھلائے، تمہیں حج کرائے، تمہیں عمرہ کرائے، تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور خدا کے سامنے تمہارا سفارشی بن کر تمہیں جنت الفردوس میں اپنے ساتھ لے کر جائے۔ لہٰذا گھر کا ماحول اچھا رکھو، صبح میں تلاوت کیا کرو، جو ذکر واذکار بتایا گیا ہے وہ ذکر واذکار کرو اور بچوں کو دکھا کر کرو تاکہ اس کے اندر بھی جذبہ پیدا ہو۔"

---

دوران بیان حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے "مردوں کو وصیت" فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں کا خیال رکھیں نیز حجۃ الوداع کے موقع پر حضور آقائے کائنات، مخبر صادق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کی عورتوں سے متعلق وصیت بیان فرمائی۔ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میرے مرد دوستوں پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کا خیال رکھیں۔ حجۃ الوداع میں سرکار دو عالم ﷺ نے چند وصیتوں کے بعد تمام مردوں کو ایک خاص وصیت عورتوں کے بارے میں فرمائی کہ لوگو! تم خواتین کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تم نے اللہ تعالیٰ کی امان کی وجہ سے ان کی ذمہ داری لی ہے اور اللہ کے احکام کی وجہ سے ان کی شرمگاہیں حلال ہوئی ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے شخص کو نہ آنے دیں جن کو تم اچھا نہیں سمجھتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو مناسب سزا دو اور ان خواتین کا مردوں پر یہ حق ہے کہ تم ان کے کھانے کپڑے اور ضروریات زندگی کی حسن سلوک سے کفالت کرو۔''

(کیسیٹ خراب رہنے کی وجہ سے مزید باتیں سمجھ میں نہ آسکیں)

حضرت مرشدناؒ نے مالی گاؤں کی ایک مجلس میں ''مراقبہ'' کے سلسلے میں فرمایا کہ جب آنکھیں بند ہوں گی تو اللہ رب العزت کا دیدار ہوگا۔ دیدار اسی وقت ممکن ہے، جب غیر اللہ سے آنکھیں بند کر لی جائیں اور ان کی طرف سے رخ موڑ لیا جائے۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنے کی وجہ بیان کی اور ایک شعر پڑھا:

''الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوان گان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

ساری دنیا دیدار کے لئے آنکھیں کھول کر دیکھتی ہیں، لیکن اللہ کے عاشق آنکھیں بند کرتے ہیں، کیوں کہ غیر اللہ سے جب تک آنکھیں بند نہیں کی جائیں، اللہ واحد کا دیدار نہیں کیا جاسکتا۔''

مالی گاؤں میں ہی ایک مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ ''مراقبہ کیا ہے؟'' اس کے بارے میں ہم دوسروں کو کیسے بتا سکتے ہیں، اس کے تصور و خیال کے بارے میں کیسے سمجھا سکتے ہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ حضرت مرشدناؒ نے جواب میں فرمایا:

''دنیا کی یونیورسیٹیاں، کالج اور اسکول دماغ پر محنت کرتی ہیں اور دماغ سے سوچنے اور سمجھنے کی تعلیم دیتی ہیں۔ لیکن قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ سوچنے اور سمجھنے کا تعلق دل سے ہے، سوچنے اور سمجھنے والا قلب ہے۔ اب یہ قلب کس طرح سوچے اور سمجھے اس کو بتانے والے صوفیہ ہیں۔ اللہ کی طرف انابت اور جھکاؤ بھی اسی قلب میں ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں قلب منیب کہا گیا ہے، یعنی جھکنے والا، متوجہ ہونے والا قلب۔ پس اصل سوچ اور سمجھ قلب کی ہے۔ اس قلب کی سوچ اور سمجھ فکر اور تفقہ کا نام مراقبہ ہے۔ قرآن پاک نے عقل والے اور سمجھ والے انہیں لوگوں کو کہا ہے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیق پر غور و فکر کرنے والے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے دنیا کو بیکار نہیں کیا پس تو جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے۔''

حضرت مرشدناؒ نے بھوپال کی ایک مجلس میں نمازوں کی پابندی، معمولات، ذکر و اذکار کی ادائیگی، تہجد پر استقامت اور خانقاہوں کو آباد کرنے کی ''احباب سلسلہ کو ہدایت'' فرمائی:

''نمازوں کی پابندی کریں، معمولات ذکر و اذکار میں سستی نہ ہونے پائے، احباب خانقاہ میں آکر معمولات ادا کرنے کی اور قیام کی پابندی کریں۔ خانقاہوں کو آباد کریں۔ بزرگان دین بند حجروں میں بیعت کرتے تھے، لیکن میں نے سیکڑوں افراد کے مجمع میں بیعت شروع کی کہ میراث چند افراد تک ہی مخصوص نہ رہ جائے بلکہ عام لوگوں تک ذکر اللہ کے یہ سلسلے پہنچ سکیں۔ طالب بہت کم ہیں، بہت نایاب ہیں، لیکن

طلب پیدا کرنا پڑے گی۔ لوگوں کو بتانا ہوگا کہ اللہ کے عشق و محبت کی یہ راہیں کیا ہیں۔ آدمی کس طرح مولیٰ کا طالب ہو سکتا ہے اور اصل تبلیغ آدمی کے عمل اور کردار سے ہوتی ہے۔''

خانقاہ بھوپال میں ہی ایک شخص نے حضرت مرشدناؒ سے دریافت کیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ''غیر مسلم کیا کرے؟'' چونکہ مسلمانوں میں فرقہ اور مسلک ہونے کی وجہ سے وہ سوچتا ہے کہ مسلمان تو ہو گیا پھر اب وہ سنی حنفی مسلمان بنے کہ اہل حدیث بنے۔ پھر سنی میں بھی دو فرقے ہیں کہ دیوبندی بنے یا بریلوی بنے، اس طرح اس کو دشواری اور بے یقینی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مرشدناؒ نے بڑے ہی مؤثر انداز میں فرمایا:

''بھائی جتنے بھی مسلک ہیں، جتنے بھی فرقے ہیں، سب میں بنیادی باتیں مشترک اور ایک ہی ہیں۔ سب کا اللہ ایک ہے، رسول اللہ ﷺ کو سب اپنا رسول مانتے ہیں، سب ایک قرآن پر یقین رکھتے ہیں، سب ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں، تو بنیاد تو سب کی ایک ہے۔ البتہ فروعات میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے تو کوئی نماز میں ناف پر ہاتھ باندھتا ہے، کوئی نماز میں ہاتھ ہی نہیں باندھتا، جیسے کہ مالکی نیت کرتے وقت اللہ اکبر کہنے کے لئے بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے، ہاتھ چھوڑے ہی کھڑے رہتے ہیں، تو یہ سب طریقے سنت طریقے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر طریقے سے نماز پڑھی ہیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت پر عمل ہو گیا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِخْتَلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ اس طرح حنفی باپ اپنے لڑکے سے یہ نہیں کہتا کہ شافعی لوگ برے ہیں یا ان کے امام اچھے نہیں ہیں بلکہ چاروں امام کو برحق جانتے اور مانتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بنیادی باتوں میں عقائد میں سب فرقے اور مسلک والے متفق

اور متحد ہیں، سب کے اندر بنیادی باتیں مشترک ہیں، لیکن فروعات میں اختلاف ہے۔ البتہ مخالفت کرنا بری بات ہے اس سے بچنا چاہئے۔ تو کسی غیر مسلم کو یہی بنیادی بات بتانی چاہئے کہ بھائی کسی بھی فرقے یا مسلک سے وابستہ ہونے سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا بلکہ سنت کے مطابق ہی تمام مسلک والے عمل کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ اگر کسی کے اندر ننانوے وجوہات کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی اس کو کافر نہ کہو کہ ایک وجہ کلمہ کی بدولت آدمی بخشا جائے گا۔ اگر کوئی کسی کلمہ گو کو کافر کہتا ہے تو یہ بری بات ہے، اس سے بچنا چاہئے۔ بہرحال اگر کوئی کسی پر کفر کا الزام لگاتا ہے تو یہ کفر اجتہادی ہے کفر حقیقی نہیں ہے۔''

حضرتؒ نے ایک مجلس میں حدیث کی روشنی میں ''ذکر قلبی'' کی فضیلت بیان کی اور فرمایا کہ ذکر قلبی ذکر لسانی سے افضل ہے۔ اس کے ساتھ ہی سیر وسلوک کی باتیں بتائیں اور اس کی تعلیمات پر روشنی ڈالی نیز ''سیر آفاق وسیر انفس، عرش الٰہی وتحت الثریٰ اور عالم ناسوت وعالم ملکوت'' پر پوری تفصیل سے گفتگو فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''اصل ذکر ذکر قلبی ہے، ذکر لسانی نہیں۔ ذکر لسانی میں بھی اجر اور فائدہ ہے، رائیگاں نہیں جاتا لیکن اکثر اس کا حال ایسا ہوتا ہے کہ زبان سے اللہ اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں اور دل سے بازار گھوم رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ دن کی محنت ومجاہدہ کے بعد، کچھ دن سعی اور کوشش کے بعد ذکر قلبی جاری ہو جائے تو یہ اس سے بدرجہا افضل ہے۔ دل سے اللہ اللہ ہو رہا ہو اور زبان سے کوئی دنیاوی بات ہو رہی ہے تو آپ ہی بتائیے کہ افضل کون ہے؟ دل سے اللہ اللہ ہونا، یا زبان سے اللہ اللہ ہونا اور دل سے کاٹو کاٹو ہونا۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ سرکار دو عالم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی (ذکر خفی) ذکر لسانی سے ستر گنا سے زیادہ افضل ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سب سے افضل ذکر، ذکر خفی ہے اور سب سے افضل رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے۔

بہر حال محنت کریں اور کوشش کریں کہ وہ جاری و ساری ہو جائے اور یہ کیفیت پیدا ہو کہ کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ذکر سے ہی پَر لگتے ہیں اور پَر سے پرواز ہوتی ہے۔ آگے سیر و سلوک کی تعلیم ہے۔ سیر آفاق، سیر انفس وغیرہ۔

تحت الثریٰ یعنی سمندر کی تلہٹی (سات طبق زمین کے نیچے) سے سات طبق آسمان سے اوپر عرش الٰہی تک کی سیر کو سیر آفاق کہتے ہیں۔ بالائے عرش علیٰ ہذاالقیاس عالم ملکوت کی سیر کو سیر انفس کہتے ہیں۔ ایسے ہی ناسوت یعنی تحت الثریٰ سے لے کر عرش الٰہی تک کی منزل کو عالم ناسوت کہتے ہیں۔ عرش الٰہی سے اوپر علیٰ ہذاالقیاس کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اسی عالم ملکوت سے اوپر عالم امر ہے اسے ہاہوت ولاہوت کہتے ہیں۔ سب ہمارے یہاں عالم ملکوت اور تجلیات باری تعالیٰ میں گم ہیں۔ تجلیات باری تعالیٰ ہی ہاہوت ولاہوت ہے۔ پھر آگے تجلی کا میدان ہے۔ لیکن نہ پَر ہو اور نہ پرواز ہو، نہ نور ہو نہ روشنی ہو تو آخر کیا دیکھیں گے۔ تھوڑا اصول کے ساتھ کام کرنے کو کہا جاتا ہے، تو نہیں کرتے۔ آپ سبق لینے کو تو لے لیتے ہیں لیکن آگے کو جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ روح پھنسی رہتی ہے، سیر نہیں کر پاتی۔ تھوڑا اصول کی پابندی کر لیجئے تو مزہ آجائے۔ تحت الثریٰ تک سات طبق زمین میں ڈوب جایئے۔ دیکھئے کہاں کہاں کیا کیا نوادرات ہیں۔ سات طبق زمین میں کہاں کیا کیا ہے۔ پرواز کرنے والوں کو، روشنی رکھنے والوں کو ایک پل کے اندر معلوم ہو جاتا ہے۔ ساتوں

آسمان اوران سے اوپر عرش الٰہی تک کیا کچھ ہے۔ ناسوت یا سیر آفاق کے مراقبہ کرنے والوں کو پوری تفصیل کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے لیکن محنت نہیں کرنے والوں کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہم تو اپنا کام کرتے جاتے ہیں، سال پورا ہونے سے سبق دے دیتے ہیں، لیکن آدمی محنت کر کے کچھ حاصل نہ کرے تو ہم کیا کریں۔ عالم ملکوت سے اوپر وہ عالم ہے جہاں اللہ تعالیٰ امر نازل فرماتے ہیں۔ امر بمعنی حکم، جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں۔ سیر آفاق، تجلی آفاق، سیر انفس، ھوالباطن عالم امر، یہ پہلا دائرہ ہے۔ اسی طرح چشتیہ، قادریہ میں ناسوت، ملکوت، تجلیات باری تعالیٰ کا سبق ہے۔ اس میں بھی وہی باتیں ہیں صرف نام کا فرق ہے۔ پھر مقامات اولیا ہے، اس کے بعد مقامات انبیاء ہے۔ پھر تجلی کا وہ میدان ہے جہاں پہنچ کر سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اوپر حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور مقرب فرشتے بھی ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکے اور فرماتے ہیں یا رسول اللہ! وہ رف رف ہے اس رف رف پر آپ سوار ہو جایئے اور اب آپ ﷺ یہاں سے آگے اکیلے تشریف لے جایئے۔

معراج کی رات عالم ناسوت، عالم ملکوت کی پوری تفصیلی سیر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ساتھ کی، جب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس سے اوپر تجلیات کے میدان کی طرف جانا ہوا تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اب جبرئیل (اللہ کا یہ بندہ) آپ کے ساتھ آگے نہ جاسکے گا۔ کیوں بھائی! اب تک ساتھ ساتھ رہ کر ساری چیزوں کی تفصیل بتائی۔ اب آگے ساتھ کیوں نہیں چلتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا، اے اللہ کے حبیب! آپ ﷺ اللہ کے واحد بندے ہیں، جو یہاں سے آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔ اگر میں یہاں سے

ایک سوئی کے نوک کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو ''سوزد پرم'' یعنی میرے پر جل جائیں گے اور میں بھی جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ اب اس تجلی کے میدان میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہے، لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس سے آگے تشریف لے گئے۔ اسی تجلی کے میدان سے، جب ایک تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پہاڑ پر ڈالی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (اعراف:۱۴۳) جب موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

یہ تصوف کی وہ تعلیم ہے جس کے طفیل تفصیلی سیر نصیب ہوتی ہے۔ اولیائے امت محمدیہ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی برکت سے یہ دولت دی ہے۔ لیکن اے محروم لوگو! خدا تمہارے حال پر رحم کرے کہ تم محنت ومجاہدہ نہیں کرتے، سیر کر کے ان باتوں کو برحق اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حق الایمان حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے۔ محنت کرو، ہر چیز تمہارے لئے ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (عنقریب ہم اپنی نشانیاں دکھلائیں گے ان کو آفاق میں اور انفس میں یہاں تک کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو جائے۔ حٰم سجدہ:۵۳)) یہ بہت بڑی دولت ہے جو آپ کو دی جاتی ہے لیکن آپ اس کی قدر نہیں جانتے۔

ہمارے پیر صاحب (حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ) اور کوہنڈہ پیر صاحب (حضرت حافظ حامد حسن علویؒ) کہا کرتے تھے، بھلا تمہیں اس کی کیا قدر ہوگی۔ ان سے پوچھو جو بارہ بارہ سال تک صرف ایک نسبت کے لئے جنگلوں میں بھٹکتے تھے کہ کوئی صاحب نسبت مل جائے اور ایک نسبت ڈال دے اور خوش قسمتی سے جب کسی کو

کوئی صاحب نسبت مل جاتا تو بارہ سال وہ مجاہدہ کی بھٹی میں جھونکتا تھا اور مجاہدہ بھی کیسا؟ جاؤ بکریاں چراؤ، بڑا تمکنت والا ہے، اپنے علاقہ کا بڑا سیٹھ رہا ہے، صاحب منصب رہا ہے تو اسے حکم ہوتا تھا کہ جاؤ اور بھیک مانگ کر لاؤ۔''

حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں ''محبوبین بارگاہ'' کے بارے میں فرمایا:

''محبوبین بارگاہ (اللہ کے دوستوں) کے بارے میں حدیث قدسی کا مفہوم سماعت فرمائیں۔ 'میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے تقرب کے حصول میں ہمیشہ کوشاں رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔'— مطلب یہ ہے کہ بندۂ مومن کو ادائے نوافل پر پابندی اور استحکام کے ذریعہ خدا کے ساتھ اتنا تقرب اور ایسی محبوبیت ہو جاتی ہے کہ خدا اس کو اپنا دوست بنالیتا ہے، جب وہ اس مقام و مرتبے میں ہوتا ہے تو اس کی اپنی ہستی اور انا فانی ہو جاتی ہے اور وہ خدا کے ساتھ باقی رہتا ہے، اس کا ہر قول و فعل منشائے الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نہیں بولتا وہ بولتے ہیں۔ یہ میں ختم ہو گیا، انانیت ختم ہو گئی، نفسانیت ختم ہو گئی، غرور ختم ہو گیا، اب اس بانسری میں سوائے اس ذات کے کچھ باقی نہ رہ گیا۔ اب اس سے جو آواز بھی نکلتی ہے، وہ اسی کی آواز ہوتی ہے۔ بانسری بنادی جاتی ہے لیکن آواز بانسری کی نہیں ہوتی۔ بانسری سے آواز کس کی نکلتی ہے؟ پھونکنے والے کی نکلتی ہے۔ اگر تم اس کی ذات میں فنا ہو گئے تمہاری نفسانیت ختم ہو گئی، اگر تمہاری 'انانیت'، تمہارا 'میں' خدا کے عشق و محبت میں فنا ہو کر اس کی ذات میں گم ہو گیا تو تمہارا جسم بانسری ہو گا، مثل لاؤڈ اسپیکر ہو گا، آواز کسی اور کی نکلتی ہو گی:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

وہ نہیں بولتے بلکہ اللہ بولتا ہے، گرچہ عبداللہ (اللہ کے بندے) کے حلق سے آواز نکل رہی ہوتی ہے۔ آواز اللہ کے بندے کے حلق سے نکلتی ہے، لیکن آواز کس کی ہوتی ہے؟ اللہ کی ہوتی ہے۔ جب اس مقام پر پہنچو کہ عاجزی اور انکساری غالب آ جائے، نفس امارہ نفس لوامہ سے بڑھ کر نفس مطمئنہ کی طرف قدم بڑھائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا، اس کا عشق، اس کی محبت اور اس کے پیار میں گم ہو جائے، فنائے تام حاصل ہو جائے تو بقا کا وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اس قلب مومن میں اللہ تبارک و تعالیٰ بستے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ زمین و آسمان کے طول و عرض میں نہیں سما سکتا اور لیکن سما جاتا ہوں مومن بندے کے قلب میں۔''

---

حضرت مرشدنا اپنی مجلس میں ''کبر و غرور'' کے متعلق فرماتے ہیں:

''کبر و غرور، یہ ایک اتنی بڑی خرابی ہے، نفس کا یہ اتنا بڑا افساد اور نقص ہے کہ سارے کمالات، ساری خوبیاں، سارے درجات کے باوجود تزکیہ نفس میں اتنی سی کوتاہی رہ گئی تھی، کبر باقی تھا، انانیت باقی تھی، غرور باقی تھا، بول پڑا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ''میں اس سے بہتر ہوں'' یہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں۔ ناری خاکی کو سجدہ کیسے کرے گا۔ ذرا ہم غور کریں، کس وقت کون سا ایسا لمحہ ہے کہ جس وقت ہم اپنے کو کسی سے کمتر سمجھتے ہیں۔ ہمہ وقت ہم اپنے کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ یہی ایک گناہ تھا، یہی ایک جرم تھا، جس کی وجہ سے ابلیس اتنے بڑے مقام سے اتار کر نیچے پھینک دیا گیا اور یہی حرکت اگر ہم حضرت انسان ہمیشہ کریں گے تو ہمارا کیا مقام ہوگا۔ اپنے کو ایک دوسرے سے کمتر جاننے کی کوشش کرنا، ایک مسلمان بھائی کو اپنے سے اعلیٰ و

افضل جاننے کی کوشش کرنا یہ ایمان اور ایمانیات میں سے ہے نہ کہ اپنے کو ایک دوسرے سے بہتر جاننا، غرور وتمکنت کی صورت میں چلنا، سینہ نکال کر چلنا، چالوں میں غرور، باتوں میں غرور، ہر انداز میں غرور، یہی غرور ابلیس کو کھا گیا، یہی کبریائی کا خیال ابلیس کو کھا گیا۔ اپنے کو ایک دوسرے سے بہتر جاننے والوں کا گروہ، ابلیس مردود کا گروہ ہے، اس سے توبہ کرو اور اپنے کو ایک دوسرے سے کمتر جاننے کی کوشش کرو۔"

حضرت مرشدؒ نے اپنے ہردلعزیز مرید مولوی معین الدین صاحب (دوگھرا، ضلع دربھنگہ، بہار) کے نام مکتوب میں "تبلیغ واشاعت" کے کام میں حکمت اور حسن تخاطب برتنے کی ہدایت فرمائی:

"تبلیغ واشاعت کے کام میں حکمت اور حسن تخاطب کا خاص خیال رکھیں۔ حکمت کے جاتے رہنے سے محبت کے بجائے نفرت کا اندیشہ ہے، بڑے مقصد کو نگاہ میں رکھنے والے چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب بڑا مقصد ہاتھ آ جائے گا تو چھوٹے مقاصد آپ سے آپ حاصل ہو جائیں گے۔

اللہ جل شانہ خطا پر نگاہ رکھنے اور تبلیغ واشاعت کے کاموں میں نگہبانی اور حکمت عملی عطا کرے۔ آمین"

حضرت مرشدؒ نے اپنے محبوب مرید ماسٹر عبدالحق صاحب، ملکاپور، ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر) کے نام مکتوب میں احباب سلسلہ کو آپس میں اخلاص ومحبت کے ساتھ "حب للہ" کا مظہر بننے کی تلقین فرمائی، اور یہ بھی فرمایا کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے، اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچائے اور حضور پاک ﷺ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا کرے تا کہ حشر کی شرمندگی سے نجات مل سکے:

''نئے احباب کو اللہ جل شانہ استقامت بخشے۔ آپس میں اخلاص اور محبت کے ساتھ حب للہ کا مظہر بنیں اور احباب بڑے عزم، ارادے اور منصوبے کے لئے تیار ہو جائیں کہ کرنا بہت ہے۔ اللہ جل شانہ غفلت سے بچائے اور بیداری عطا کرے۔ آمین

ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ جو کچھ جانتا ہے کوشش کرے کہ دوسرے بھائی بھی جان سکیں کہ سردار امت وسردار دوجہاں ﷺ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا کیا جا سکے اور حشر کی شرمندگی سے نجات ملے۔ دنیا تو مغضوبہ ہے۔ اس پر اللہ جل شانہ صرف اپنی یاد اور اپنے حبیب ﷺ کے وجود کی برکت سے التفات فرماتے ہیں ورنہ یہ تو ملعون ہے۔ اللہ جل شانہ دنیا و مافیہا کی گرفتاری سے نجات بخشے اور اپنی محبت اور اپنے محبوب ﷺ کی تابعداری میں لگائے۔ نئے احباب کو دور پڑے فقیر کا سلام عرض کریں۔ اگر وہ ہم سے محبت کرتے ہیں تو دور رہتے ہوئے بھی وہ ہم سے بہت قریب ہیں۔ اگر واقعتاً ہمیں بلانا چاہتے ہیں تو بہت جوش اور عزم کے ساتھ کام کریں کہ خود بھی بیداری عمل کے پیکر بن سکیں اور دوسروں کے لئے نمونہ بنیں کہ لوگ ان کو دیکھ کر جوق در جوق سلسلہ میں داخل ہوں اور اولیائے نقشبند اور تمام اولیا کے فیوض و برکات اور مولیٰ کی رضا سے مستفیض ہو سکیں۔ کام کرتے رہیں، آپس میں اخلاص و محبت کے جذبہ سے کام کو انجام دیں۔ اللہ جل شانہ ضلع بلڈانہ ہی کیا تمام مہاراشٹر میں سلسلہ کو عام کرے۔ آمین۔ آپ حضرات کو سلسلہ کا مجاہد، غازی اور اپنے پیارے دین کا سپاہی بنائے۔ آمین۔''

---

حضرت مرشدنا ؒ نے اپنے بیان میں یہ ہدایت فرمائی کہ ''نفس کو قابو میں رکھو''۔ مرد وہ ہے اور نفوس قدسیہ وہ ہیں جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں، اپنی طبیعت کو اپنی مٹھی میں رکھتے ہیں، وہ نفس

کے غلام نہیں ہوتے۔ نفس پرست دراصل ابلیس کے دوست اور شیطان کے پجاری ہیں۔ حقیقت میں مرد تو وہ ہے، جو اپنے نفس کو اپنا غلام بنالے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ نفس کی غلامی سے آزادی نصیب ہو اور اگر تم نے صرف پیری ومریدی کے لئے ایسا کیا ہے تو اپنے گھر کو جاؤ اور آرام کرو۔ حضرت مرشد گرامیؒ فرماتے ہیں:

''اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔ مرد وہ ہے، نفوس قدسیہ وہ ہیں، مردان خدا وہ ہیں جو اپنے نفسوں اور اپنی طبیعت کو اپنی مٹھی میں رکھتے ہیں۔ وہ شیطان کے پجاری ابلیس کے دوست، نفس کی پرستش کرنے والے ہیں، جو نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں، چاہے اندھیری کوٹھری میں ہو، چاہے دن کے اجالے میں ہو۔ مرد وہ نہیں ہے زنخا ہے، جو نفس کا غلام ہے، نفس کا پجاری ہے بلکہ مردوہ ہے جو نفس کو اپنا غلام بنالے اور کوشش کرے کہ نفس کی سواری پر سوار ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی اور دیدار کے لئے تیار ہو جائے۔ اسی کام کے لئے تم نے ہمارے ہاتھ پر ہاتھ رکھا ہے، اگر پیری ومریدی کے لئے ہاتھ رکھا ہے تو وہ ہو چکی۔ اپنے گھر کو جاؤ، یہاں زیادہ تکلیف اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ لیکن اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو، کچھ مزاج وطبیعت میں لانا اور کچھ حاصل کرنا ہے تو مہملات میں نہ پھنسو، جاہلوں کے پاس نہ جاؤ۔ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (اعراف: ۲۰۵) وہ جو گلے میں سند باندھ کر گھوم رہے ہیں وہ بھی غافل ہیں اور جو بے سند ہیں وہ بھی غافل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے غافلوں کی صحبت سے منع فرمایا ہے۔ محنت ومجاہدہ کا راستہ اختیار کرو اور کچھ کھو کر کچھ پانے کی کوشش کرو۔ پہلے کچھ کھونا پڑتا ہے پھر پاتا ہے۔

ایک فقیر نعرہ لگاتا پھر رہا تھا ''گھر پھونک تماشہ دیکھ'' میں نے آواز لگائی، نہیں رے، تن پھونک تماشہ دیکھ، گھر نے کیا کیا ہے وہ تو اینٹ پتھر کا بنا ہے۔ بلکہ تن پھونک تماشہ

دیکھ، کہنے لگا، ہاں حضور! آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں تن پھونک تماشہ دیکھ، تن پھونک تماشہ دیکھ، من پھونک تماشہ دیکھ۔ تن اور من کو اپنے مولیٰ اور محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دو تو پھر تجلی ہی تجلی ہے۔ پھر ایک نگاہ اٹھاؤ گے تو سات طبق آسمان ادھر دکھے گا اور ایک نگاہ جھکاؤ گے تو سات طبق زمین ادھر دکھے گی۔ یہ تو تمہارا پہلا قدم ہوگا۔ میں نے تم کو وہی سبق دیا ہے، میں نے تمہارے قلب پر وہی روشنی ڈالی ہے، لیکن تم نہیں جانتے، ہاتھ خالی رکھو گے تو میں کیا کروں۔''

حضرت مرشدنا نے ایک مجلس میں ''دعا و آداب دعا'' بتانے کے دوران فرمایا کہ سب سے بہتر دعا یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت، معافی اور درگزر کا سوال کرے اور نصیحت فرمائی کہ اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنے گناہوں کی مغفرت اور بخشش کی التجا کیا کرو۔ دل میں مایوسی نہ ہو بلکہ امید اور یقین کے ساتھ دعائیں کرو۔ اس لئے کہ اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ حضرتؒ کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیے:

''تمنا کا ہی نام دعا ہے، دعا عبادت کا مغز ہے، یہ مومن کی تلوار ہے۔ اپنے مالک سے دعا ضرور مانگا کرو، خاص طور سے رمضان کے اخیر عشرہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت، بخشش اور جہنم سے نجات و خلاصی کی دعا ضرور کیا کرو، اللہ جل شانہ نے ان دنوں کی دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

آداب دعا یہ ہے کہ یکسو ہو کر ہمہ تن مولیٰ و محبوب کی طرف متوجہ ہو کر دعائیں مانگا کرو، دل میں مایوسی نہ آنے پائے۔ جب دعا میں تمہاری یہ کیفیت ہوگی تو اللہ جل شانہ تمہاری دعائیں ضرور قبول فرمائیں گے۔ بندہ اپنی حاجت اور ضرورت کے مطابق دعائیں کرتا ہے لیکن بظاہر جب اس کی تکمیل ہوتی نہیں نظر آتی تو مایوس ہو جاتا ہے لیکن میری یہ بات یاد رکھو۔ مایوس نہیں ہونا چاہئے، اگر دل میں مایوسی آئے تو فوراً

اپنے خدا سے استغفار کرو، معافی چاہو۔ کہو کہ اے خدا تو عالم الغیب ہے، ہر شئے پر قادر ہے، میں مجبور ولاچار ہوں، ہر حال میں خوش ہوں۔

بندہ جو دعائیں مانگتا ہے، اگر وہ دعا اس کے حق میں مفید اور اس کی معاون ہوتی ہے تو اللہ جل شانہ اسے قبول فرما لیتے ہیں۔ لیکن بعض دعائیں بندے کے حق میں اس وقت نافع اور مفید اس کے حال کے مناسب نہیں ہوتیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑے ہی غفور الرحیم ہیں، اس کی ان دعاؤں کو فوراً قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ حالات اس کے موافق ہو جاتے ہیں۔ اور جس چیز کی وہ طلب کرتا ہے، وہ چیز اس کے حق میں نافع اور مفید ہونے کا وقت آجاتا ہے، تو اس وقت اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور بعض دعائیں اس کی آخرت کے لئے محفوظ کردی جاتی ہیں۔ بندہ جب ان دعاؤں کے بدلے میں آخرت میں اپنی نیکیوں کا انبار دیکھے گا تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ کاش ہماری کوئی بھی دعا دنیا کے لئے مقبول نہ ہوتی بلکہ سب ذخیرۂ آخرت بنادی جاتی۔ آپ اسے ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ دیکھو، ایک ناسمجھ اور کمسن بچے کی عادت ہوتی ہے کہ ہر نئی چیز کو دیکھ کر وہ اپنے باپ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اس کے لئے وہ چیز خرید دے۔ بچے کا باپ اس کو وہ تمام چیزیں خرید کر دیتا ہے، جو اس کے حق میں مضر اور نقصان دہ نہیں ہوتیں، جو چیزیں اس کے حق میں مفید و موزوں ہوتی ہیں، جن چیزوں کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ ان چیزوں کا میرا بچہ اہل ہے اور یہ چیزیں اس کے لائق ہیں، اس کے حق میں نافع ہیں تو وہ ان کو اس کے لئے فوراً خرید لیتا ہے۔ لیکن وہی بچہ جب اپنے باپ سے ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر خرید دینے کی فرمائش کرتا ہے، اس کی خواہش ظاہر کرتا ہے تو باپ اسے سمجھاتا ہے کہ دیکھو بیٹے! ابھی تمہاری عمر چھوٹی ہے، جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو خرید دوں گا۔ کیوں کہ وہ

جانتا ہے کہ ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر کو ابھی یہ استعمال نہیں کر سکتا، ابھی ان چیزوں کا یہ اہل نہیں ہے، یہ چیزیں اس کے لئے ابھی مفید نہیں ہیں، بلکہ بیکار اور غیر موزوں ہیں۔ باپ اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے اس کے نام روپے بینک بیلنس کر دیتا ہے۔ بچہ جب جوان ہو جاتا ہے تو اس کی خواہش کی تکمیل کر دی جاتی ہے کیوں کہ جوان ہو کر ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر کے استعمال کرنے کی صلاحیت و استعداد اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے، وہ اس کا اہل بن گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اللہ جل شانہ (جو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں) بندے کی دعاؤں کو رائیگاں نہیں ہونے دیتے، دنیا میں نہیں تو آخرت میں اسے ضرور عطا کریں گے۔ آخرت میں جب بندے کو اس کی دعاؤں کے صلہ میں نیکیاں دی جائیں گی تو وہ تعجب سے اپنے رب سے سوال کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تو دنیا میں اتنی زیادہ نیکیاں نہیں کی تھیں جس کا بدلہ مجھے دیا جا رہا ہے؟ بندے کے اس سوال پر اللہ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! یہ تمام اجر اور ساری نیکیاں جو تمہیں دی جا رہی ہیں، یہ تمہاری دعاؤں کا صلہ ہیں۔

اکثر لوگ دنیاوی خواہشات، جاہ و حشمت اور عہدے کے لئے دعا مانگا کرتے ہیں۔ یاد رکھو! سب سے بہتر دعائیں وہ ہیں، جن میں اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت، معافی اور درگزر کا سوال کیا گیا ہو، تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ تم ہمیشہ اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنے مولیٰ سے گناہوں کی مغفرت اور بخشش کی التجا کیا کرو، کیوں کہ اس میں بے شمار فائدے ہیں۔''

---

اسی اثنا حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے ''**معافی، بخشش اور مغفرت**'' کے معنی و مفہوم بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے مغفرت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اسے محروم

نہیں کرتا بلکہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور خوش ہو کر اس کے لئے نوازش اور انعامات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

''معافی، بخشش اور مغفرت — یہ تین الفاظ ہیں۔ ان کے معنی سمجھ لینا ضروری ہے۔ ایک مثال کے ذریعہ ان کے معنی سمجھئے۔ ایک شخص چوری یا غبن کے الزام میں پکڑا جاتا ہے، جرم ثابت ہو جاتا ہے، حاکم وقت کے سامنے اسے پیش کر دیا جاتا ہے۔ حاکم اس کے جرم کے پیش نظر تین طرح کے احکامات صادر کر سکتا ہے۔ پہلا حکم یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر جیل کی سزا یا جرمانہ عائد نہ کر کے صرف کام سے برخاست کر دیا جائے۔ حاکم کا دوسرا حکم یہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو صرف آئندہ جرم نہ کرنے کی تنبیہ کر کے اس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ آخری اور تیسرا حکم یہ بھی ممکن ہے کہ نہ کوئی سزا دی جائے اور نہ کوئی جرمانہ، بلکہ اس کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کیا جائے، اس کا قصور معاف کیا جائے اور انعام و اکرام کے ساتھ اسے ملازمت پر بحال رکھا جائے۔ پہلے حکم سے معافی و درگزر کا معنی و مفہوم سمجھنا چاہئے، دوسرے حکم سے بخشش کا معنی و مفہوم سمجھنا چاہئے اور تیسرے حکم سے مغفرت کا معنی و مفہوم سمجھنا چاہئے۔ ٹھیک یہی حالت بندہ اور مولیٰ کے بیچ کی ہے۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے اور اپنے آقا و مولیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں لیکن وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مزید نعمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور بندہ اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہے تو مولائے رب العالمین اس کے گناہوں کو بھی بخش دیتے ہیں اور اپنی نوازشوں اور نعمتوں سے بھی بندے کو محروم نہیں کرتے ہیں۔ لیکن بندہ جب مغفرت کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اس کی پکڑ بھی نہیں کرتے بلکہ خوش ہو کر اس کے لئے نوازش و

انعامات اور بڑھا دیتے ہیں۔لہذا تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کا سوال و فریاد کیا کرو، اللہ جل شانہ جب کسی بندے کی مغفرت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے دوسرے اسباب بھی پیدا کر دیتے ہیں۔''

---

دوران بیان حضرت مرشدناؒ نے ''رمضان المبارک میں دعاؤں کی پابندی اور اہتمام'' کی تاکید کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''شب قدر'' میں فرشتے اللہ کے ان بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے عبادت و ریاضت میں لگے ہوتے ہیں اور دعا و ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔ جب دعا میں رقت طاری ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائے تو سمجھو کہ فرشتے نے مصافحہ کیا ہے۔مرشد گرامی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''جب تم دعاؤں کی اہمیت جان چکے تو آؤ تمہیں یہ بھی بتادوں کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کی پابندی اور اہتمام کی بات جو کہی گئی ہے اس میں کیا راز ہے؟ اس پر تھوڑی روشنی پڑ جائے۔ جاننا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے اس ماہ مبارک کو رحمت و مغفرت کا خصوصی مہینہ بنایا ہے۔اس لئے بندے کو چاہئے کہ اس بابرکت مہینے میں اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش اپنے مولیٰ سے طلب کرے، نیز اپنی مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتا رہے۔خاص طور سے رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اس کی پابندی کو لازمی جانے۔آپ سب جانتے ہیں کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات کا عشرہ ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اسی آخری عشرہ میں شب قدر بھی آتی ہے۔شب قدر کے فضائل اور اس کی اہمیت سے تم سب اچھی طرح واقفیت رکھتے ہو۔حدیثوں میں آتا ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لاتے ہیں اور خانہ کعبہ کی چھت پر اتر کر اپنا ایک پَر مشرق کی طرف اور دوسرا پَر مغرب کی طرف پھیلا دیتے ہیں، گویا پوری دنیا کو اپنے

پَروں میں ڈھانپ لیتے ہیں، آپ کے پَروں میں لاکھوں کوٹھریاں ہیں اور ہر ایک کوٹھری میں ہزاروں فرشتے رہتے ہیں۔ آپ ان فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی اپنی کوٹھریوں سے نکل جاؤ اور زمین پر پھیل جاؤ، جہاں تمہیں حضرت محمد ﷺ کے غلام وامتی عبادت وذکر اور دعاؤں میں مشغول ملیں، ان سے مصافحہ کرو۔ لہذا وہ عبادت و ذکر اور دعاؤں میں مشغول رہنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں، البتہ ہم تو ان کو دیکھ نہیں پاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک فرشتے مصافحہ کرتے ہیں لیکن عام لوگوں کے پاس اتنا ظرف اور اتنی صلاحیت نہیں ہوتی ہے کہ وہ انہیں دیکھ سکیں لیکن اس کی پہچان اور علامت بتائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ جب انسان پر دعا کے وقت رقت طاری ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو تو سمجھ لو کہ کسی فرشتے نے مصافحہ کیا ہے، کیوں کہ یہ کیفیت فرشتوں کے مصافحہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو، یہ علامت فرشتوں کی ملاقات کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے جب یہ باتیں سنیں تو سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں شب قدر کو پالوں تو اپنے رب سے کیا مانگوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا مانگا کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (اے اللہ! تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما۔)

بعد ازاں حضرت مرشدنا نے "لیلۃ القدر کی پہچان" بتائی اور فرمایا کہ شب عید جو "لیلۃ الجائزہ" کہی جاتی ہے۔ اس شب کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اتنی مغفرت فرماتے ہیں، جتنی کہ رمضان کے پورے مہینے میں فرماتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"شب قدر کی صبح کو جو سورج طلوع ہوتا ہے وہ سپاٹ (یعنی بغیر تپش اور حرارت کے)

ہوتا ہے، اس کی روشنی میں چاند کی روشنی کی طرح ٹھنڈک ہوتی ہے، تپش بالکل نہیں ہوتی، شب قدر کی تاریخ پورے عالم میں ایک ہوتی ہے، دن میں فرق ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی جان لو کہ شب عید لیلۃ الجائزہ کہلاتی ہے، اس رات کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی اس قدر مغفرت فرماتے ہیں جتنی مغفرت پورے مہینے میں فرماتے ہیں۔"

حضرت مرشدناؒ نے ایک اعتکاف کے موقع پر اپنے بیان میں واضح طور پر فرمایا کہ اللہ رب العزت کسی کو بھی بڑے عہدے یا ولایت کے لئے اس وقت تک منتخب نہیں کرتا جب تک کہ اسے جانچ و پرکھ نہ لے اور اس کا امتحان نہ لے لے۔ اس انتخاب کے لئے اسے سخت امتحان سے گزرنا پڑتا ہے اور دشوار گزار راہوں کو سر کرنا ہوتا ہے۔ جب سخت امتحان اور آزمائش میں کامیاب و کامران ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے "عظیم و روحانی دولت" عطا فرما دیتا ہے اور اسے طلب صادق اور اپنے فضل و کرم کے نتیجے میں "ولایت" کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اس اعتکاف کے موقع پر کچھ لوگوں کے نام ولایت کی فہرست میں آئے تھے لیکن ہر کی فائل میں کچھ نہ کچھ خامیاں تھیں، جس کی وجہ کر وہ فائل رد کر دی گئی اور ان لوگوں کی ولایت سے محرومی رہی۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"اللہ جل شانہ کسی کو بھی بڑے عہدے یا ولایت کے لئے منتخب نہیں کرتا جب تک کہ اسے ہر طرح سے جانچ نہیں لیتا ہے۔ یہ امتحان اتنا سخت اور دشوار گزار ہوتا ہے کہ پاس ہونا بہت مشکل ہے جب تک کہ اللہ جل شانہ کا فضل عظیم نہ ہو۔ لہذا اپنے اخلاق، گفتار، رفتار اور کردار وغیرہ میں سدھار اور خوبی پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے پہلے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا شرف بخشا۔ مزید براں اس نے اپنی رحمت سے ہم جیسے عاصی بندوں کو حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے منسلک کر دیا۔

اے میرے بھائی! تمہیں جو دولت اللہ تبارک وتعالیٰ نے دی ہے اس کی قدر کرو، کیوں کہ ہر کس و ناکس کو یہ دولت نہیں ملتی ہے۔ لہذا ایسا بنو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ''پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے۔'' جو دولت تمہیں دی گئی ہے، اس کی قدر نہ کی تو یاد رکھو پھر آہ و بکا اور کف افسوس ملنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

مصیبتوں اور ابتلا کے زمانے میں صبر واستقامت سے کام لو، پریشان نہ ہوا کرو، حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہو، ان کے کارناموں کو یاد کرلیا کرو۔ انشاء اللہ صبر واستقامت کی توفیق حاصل ہو جائے گی۔

اللہ جل شانہ نے ولایت کی عظیم دولت بلاؤں کے محفوظ قلعہ میں چھپا رکھا ہے۔ جب تک تم ان بلاؤں کے محفوظ قلعہ کی پھاٹک سے کامیاب ہو کر نہیں گزر جاؤ گے، اس وقت تک یہ دولت نہیں مل سکتی ہے۔ بلاؤں کے اس پھاٹک سے کامیابی کے ساتھ گزرنا آسان کام نہیں لیکن اگر تم نے ہمت کی اور شیخ کی باتوں پر عمل کرتے رہے تو انشاء اللہ خدا کا فضل ضرور ہوگا۔

دیکھو اس اعتکاف میں چند اچھے لوگوں کے نام ولایت کی فہرست میں آئے تھے لیکن جب ان کی فائل پیش ہوئی تو کسی کی بھی فائل صاف ستھری نہ تھی۔ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ عیب تھا۔ اس لئے ہر ایک کی فائل رد کر دی گئی۔ کسی کی خرابی اخلاق کے باب میں تھی، کسی کی گفتار و کردار میں۔ ایک خوش نصیب کی فائل بہت ٹھیک ٹھاک تھی۔ امید قوی تھی کہ کسی عہدہ پر فائز کیا جائے گا، یہاں تک کہ روحانی دنیا میں مبارکبادیاں بھی دی گئیں، لیکن جب فائل مزید اوپر پیش ہوئی تو فرشتوں نے ریمارک لگا دیا کہ یہ صاحب ایک مرتبہ اپنے پڑوسی مریض کی عیادت کے لئے نہیں گئے تھے۔ صرف ایک ہی خامی کی وجہ سے ان کی فائل رد کر دی گئی۔

اے میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتے بڑے مستعد ہوتے ہیں۔ وہ تمہاری تمام حرکات وسکنات پر نظر رکھتے ہیں اور نوٹ کر لیتے ہیں۔ لہذا ان سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ سنو۔ ان میں یہ خامی تھی کہ وہ بچوں کو لالچ دے کر بلاتے تھے لیکن کچھ دیا نہیں کرتے تھے، ان کے بارے میں فرشتوں کا یہ ریمارک تھا کہ یہ شخص بڑا ظالم ہے، بچوں کو خوش کرنے کے لئے وعدہ کرتا ہے لیکن پورا نہیں کرتا ہے، وعدہ کر کے مکر جاتا ہے، فرشتوں کی نگاہ میں ظلم ہے، جب کہ ہماری نگاہ میں ایک معمولی بات ہے۔

یہ سب باتیں اس لئے بیان کی گئیں کہ ان کو اپنی نگاہ کے سامنے رکھو اور ان سے نصیحت حاصل کرو اور آئندہ اچھے بننے کی کوشش کرو، اپنے کردار کی اصلاح کرتے رہو، اپنے اندر جو خامیاں اور خرابیاں ہیں ان کو دور کرو۔

ہر طالب کی پرواز ہوتی ہے لیکن اس کی روح کو ادراک نہیں کہ اس کو محسوس کرے، خاص طور سے اس کو مخفی رکھا جاتا ہے تاکہ طالب راستے سے بھٹک نہ جائے اور کبرو نفس میں مبتلا ہو کر ذلیل وخوار نہ ہو جائے۔

جس طرح چھوٹے بچوں کو سہارا دے کر چلایا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح صوفیائے کرام طالب علموں کو ربط خاص کے ذریعہ سیر کراتے ہیں۔ اگر طالب کی رگوں میں پیر کی محبت پنہاں ہے تو پیر سرہانے سے گزر جائے اور مرید کو خبر نہ ہو، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ خواہ مرید کتنی ہی گہری نیند میں سویا ہو۔ اگر پیر سرہانے سے گزر جائے اور مرید کو خبر نہ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ اس کی محبت جھوٹی ہے۔ کبھی کبھی پیر اس طریقہ سے امتحان بھی لیتا ہے۔ اپنے اندر وہ تمام اوصاف پیدا کرو، جس کی تعلیم شیخ نے تمہیں دی ہے۔ تمہیں سارے عالم کو جگنے جگانے والا بنانا ہے، یہ بھاری کام بلند ہمت والے

(کاملین) سے ہوگا ناقصین سے یہ کام نہیں ہوسکتا ہے۔''

حضرت باباحضور قدس سرہ العزیز نے اپنے بیان میں حدیث شریف کی روشنی میں ''اللہ والوں کی پہچان'' بتائی کہ:

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَوْلِیَاءَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اِذَارَاوَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی (اللہ کے دوست وہ ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آجائے) ان کو دیکھتے ہی باطن میں خدا کی یاد پیدا ہو جاتی ہے، باطن اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، ان کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ کی یاد کی کیفیت، طلب اور تڑپ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے باطن میں اللہ کی یاد اور اس کے عشق ومحبت کی آگ بھٹی کی طرح دہک رہی ہوگی تو اس کی آنچ ضرور ملے گی۔ اگر آگ آگ کا وظیفہ پانچ لاکھ مرتبہ پڑھایا جائے، آگ کے متعلق پوری کتاب لکھ دی جائے لیکن آگ کی آنچ، اس کی گرمی وتپش آپ کو محسوس نہ ہو تو کبھی آپ آگ کی تعریف اور بڑائی بیان نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس کوئی کتاب نہ لکھی جائے، کوئی ہجے اور متن آپ کو یاد نہ کرائی جائے بلکہ آگ کے ایک تنور کے سامنے صرف آپ کو کھڑا کر دیا جائے تو آگ کی ساری تفسیریں آپ کو معلوم ہو جائیں گی۔ ٹھیک اسی طرح اللہ اللہ ایک ہزار برس تک کہتے رہیں گے تو باطن میں، قلب میں وہ حرارت اور وہ تڑپ نہیں پیدا ہوگی جو تڑپ اور جو حرارت اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھنے سے پیدا اور محسوس ہوگی۔

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ یہ سعادت نصیب کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عشق ومحبت میں دہکتا ہوا قلب آپ کو میسر ہو جائے اور آپ ان کے پاس بیٹھ جائیں تو آپ کے قلب پر ایسی سینک پڑے گی کہ قلب خود ہی اللہ اللہ کہنا شروع کر دے گا۔ ایک زمانہ تک اللہ اللہ کا ذکر کرنے کے باوجود وہ کیفیت اور تڑپ پیدا نہیں ہوتی ہے اور اللہ اللہ

کہنے میں لذت نہیں ملتی ہے لیکن جوں ہی اللہ والے کے سامنے گئے، اللہ کے عشق و محبت کی آگ میں جلے ہوئے کے سامنے گئے، سینک پڑی تو اللہ اللہ کہنے کی لذت بڑھ جاتی ہے۔ وہ حجابات نفس جو ہم آپ کئی برسوں میں دفع نہیں کر سکتے ہیں، شاید اللہ والوں کی چند صحبتوں میں، چند بار بیچ کرنے سے کافور ہو جائیں گے، جس طرح لوہے پر جمے میل کچیل صرف ایک بار آگ کی بھٹی میں ڈال دینے سے ختم ہو جاتے ہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں جانے کے بے شمار فائدے ہیں، ان کی صحبتوں میں اللہ کی یاد باطن میں پیدا ہوتی ہے، باطن خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، قلب میں انوار پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عشق ومحبت کی لذت و تڑپ قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس لذت وتڑپ سے ہم سب کو آشنا کردے۔ آمین بحرمت سیدالمرسلین ﷺ''

---

حضرت مرشدنا نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ''توبہ وانابت سلوک وتصوف کی ابتدا ہے۔'' اور اسی پر احسان وسلوک کی پوری عمارت تعمیر ہوتی ہے، لیکن جب بنیاد کمزور ہوگی تو عمارت بھی کمزور ہوگی۔ انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے اور گناہ اس کی سرشت میں شامل ہے۔ لہٰذا تقرب کے اعلیٰ منازل پر فائز ہونے کے لئے توبہ وانابت کو اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہئے اور کبر وغرور کو اپنی زندگی سے نکالنا چاہئے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی توبہ وانابت کی خواہش کرتا ہے یا احسان وسلوک اور اخلاص کی راہ میں قدم رکھنا چاہتا ہے تو اسے اول سچے دل سے انکار اور کبر (جو کفر وشرک کو جنم دیتے ہیں) سے توبہ کرنی ہوگی۔ جب کفر وشرک سے توبہ ہو چکتی ہے تو دوسرے کاری دشمن کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے، وہ دشمن نفس ہے اور نفس اپنے کو عذر کے ذریعہ پردے میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب تک اپنے گناہ، جرم اور پاپ کا اعتراف نہ ہوگا،

ندامت کا احساس نہ ہو سکے گا اور جب تک ندامت نہ ہوگی، تبھی توبہ نہ ہو سکے گی۔ اللہ کے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ندامت ہی توبہ ہے۔ جہاں نفس میں ہزاروں عیوب ہیں وہاں توبہ اور انابت کی راہ میں سب سے بڑا عیب اور رکاوٹ عذر ہے۔ دیکھو نفس کی شرارت اور عصیان پر عذر پردہ ڈالتا ہے، اس لئے کہ عزت، کبر اور بڑائی نفس کو عزیز ہے اور وہ ان کو کھونا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے عذر کے ذریعہ اپنی خطا اور جرم پر پردہ ڈالتا ہے، تسلیم نہیں کرنا چاہتا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں۔ ان کے نفوس مصفّٰی اور مزکّٰی ہیں ان میں یہ عیوب نہیں، لوگ خوب جانتے ہیں کہ یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم اور بے گناہ تھے۔ عزیز مصر کی بیوی دروازہ بند کر کے انہیں دوڑا رہی ہے، وہ اپنے رب کے خوف اور ہیبت سے تھراتے ہوئے دروازے کی طرف بھاگتے جا رہے ہیں۔ گناہ کا ایک شائبہ بھی اس معصوم ہستی کے نفس پر نہیں ہے۔ لیکن ہائے رب بے نفسی اور اپنے رب کے سامنے بے نفسی کا اعلان، کوئی گناہ نہیں پھر بھی کوئی عذر نہیں، فطرت نفس کو عیاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَآاُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ج اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ (میں اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا بیشک نفس تو برائی ہی سکھاتا ہے۔ یوسف:۵۳) یہ بے نفسی کی ایک عظیم مثال ہے۔

عام لوگ جن کا رواں رواں ہر پل معصیت میں ڈوبا ہوا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے نفس کے محاسبہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ گناہوں کے اعتراف سے گھبراتے ہیں بلکہ پردہ پوشی تک کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ یہ خوب جانتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا اور دلوں تک کے بھیدوں سے باخبر ہے رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ (تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے نفسوں میں ہے۔ بنی اسرائیل:

۲۵) خود سردار دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ (جو پاک لوگوں اور معصومین کے امام ہیں) اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا (میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی، اسی سے مدد چاہتا ہوں، اسی سے مغفرت چاہتا ہوں، اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے)۔

دیکھو جو نفس مطمئنہ کے ساتھ پیدا کئے گئے، جو گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں، جن کے نفس کی پاکی میں شک وشبہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ بھی نفس کی شرارت سے تھراتے ہوئے اپنے رب کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے۔ آؤ ہم سب لوگ اپنی جبیں کو اپنے آقا اور مولیٰ عادل ومہربان رب (جو ہماری ماؤں سے ستر گنا سے بھی زیادہ محبت اور پیار کا اعلان کرتا ہے) کے قدموں میں رکھ دیں، سچے دل و روح کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے گناہوں کے اعتراف کے ساتھ توبہ، استغفار اور مدد کے طلب گار ہوں۔ آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو اور خدا کے خوف سے قلب وجگر تھرا رہا ہو، اس کی عظمت اور بڑائی کا احساس ہو، اپنی ذلت، کمتری اور ناپاکی کا احساس ہو، ایک مجرم کی حیثیت اور گنہگار کا سا انداز ہو، اپنی ایک ایک خطا اور گناہ کو یاد کرتے جائیں اور اپنے محبوب رب سے عفوو درگزر اور مغفرت کے طلب گار ہوں۔ رحم کی بھیک مانگیں، کرم اور پیار کا واسطہ، عفوو درگزر چاہیں اور مغفرت کی تکرار ہو، کسی کی محبت کا صدقہ مانگیں اور کسی کے پیار کا واسطہ۔

مجھے ارحم الراحمین، غفور الرحیم اور تواب الرحیم کی پاک اور بے عیب ذات سے پوری امید ہے، پورا بھروسہ اور پورا یقین ہے کہ وہ ضرور مغفرت فرمادیں گے، وہ ہمارے

قلب وجگر کو اپنی محبت، شفقت اور نور سے بھر دیں گے۔ شرط یہ ہے کہ توبہ توبۂ نصوح ہو، سچے اور پکے دل ارادے سے توبہ، توبہ ہو۔ جن چرنوں اور قدموں سے لپٹے ہو، جن چرنوں پر اپنے آنسوؤں کے پھول چڑھا رہے ہو، جن قدموں میں تمہارے قلب وجگر پگھل پگھل کر گر رہے ہوں۔ ہائے! موت آجائے پھر بھی ان سے جدا نہ ہونا اور شرور ومعصیات اور شیطان جو تمہارے آقا اور مالک سے تجھے جدا کرنا چاہیں، انہیں اپنی ٹھوکروں سے اڑا دینا اور اپنے اس عزم کے لئے بار بار اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ٥ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ٥ (ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور ہمیں سیدھے رستے پر چلائیو۔ فاتحہ: ۵،۶) کی تکرار کرتے رہنا۔ یہ ارادہ اور یہ عزم، یہ توبہ اور یہ انابت اور استغفار تب تک کے لئے رہے اور تب تک قائم رہے جب تک کہ حیات کے آخری لمحے پورے نہ ہو چکے ہوں اور یٰاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (اے نفس مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی طرف اس طرح کہ اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ہو، شامل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ فجر: ۲۷ تا ۳۰) کا مژدہ وخوشخبری آجائے۔"

اس سے قبل حضرت مرشدنا نے "کفر وشرک" پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جب سے کائنات کی ابتدا ہوئی ہے، انسانوں کے دو عظیم دشمن نفس اور شیطان ہیں۔ نفس اور شیطان کا مقصد اور عزم ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو ہلاکت و بربادی میں ڈالے اور جہنم میں لے جائے، اللہ رب العزت کی نافرمانیوں پر آمادہ کرے اور گمراہی وضلالت کے راستے میں بھٹکاتا پھرے۔ آپؒ نے فرمایا:

"کائنات کی ابتدا ہی سے انسانوں کے دو عظیم دشمن نفس اور شیطان رہے ہیں، جن کا عزم، ارادہ اور منصوبہ ہی انسان کی ہلاکت اور جہنم کی طرف لے جانا رہا ہے۔ ایک

انسان کو گمراہی، انکار، ظلم، کبر اور نفاق کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا انسان کو توبہ و انابت اور ندامت سے عذر کے ذریعہ محروم کردیتا ہے اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (انکار کیا اور کبر کیا پس وہ کافر ہوا۔ بقرہ: ۳۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار اور کبر سے کفر بنتا ہے۔ انکار اللہ جل شانہ کی ذات سے، صفات سے یا خدا کے احکامات سے۔ بہرحال، انکار سے کفر پیدا ہوتا ہے اور خدا کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے سے شرک بنتا ہے۔ کفر اور شرک سے اللہ جل شانہ نے منع کیا تو شیطان نے کفر اور شرک کے ذریعہ انسانوں کو ہلاک کیا۔ کہیں دیوی بنا کہیں دیوتا، کہیں لات بنا کہیں عزیٰ، کہیں سحر سامری سے گائے کو خدا بنایا تو کہیں درخت کو معبود۔ کہیں تثلیث کا مسئلہ پیدا کر کے عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ماں کو خدا کا شریک بنایا تو کہیں آگ اور پتھر کو خدا بتایا۔ ہائے رے انسانوں کی عقل۔ ان کے مہربان رب نے پہلے ہی آگاہ کیا تھا اور جب انسان اس ظالم اور کھلے ہوئے دشمن سے نہ بچ سکا تو پھر قرآن کریم میں زور دے کر اور تنبیہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو پہلے ہی آگاہ نہ کیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا کہ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یٰسٓ: ۶۰، ۶۱)۔

بہرحال شیطان کی پیروی سے انکار ضروری ہے کیوں کہ اس نے شرک کے راستے سے انسانوں کو ہلاک کیا، جس کا مشاہدہ ہمہ وقت کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کبر نے بھی اپنا کارنامہ پورا کیا۔ فرعون کا نعرہ کبر نعرہ کفر بنا۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ نازعات: ۲۴) کا نعرہ، نعرہ کبر تھا اور کفر و شرک

کی اعلیٰ مثال۔ ابوجہل اور اس کے متبعین کا کبر اسلام کے قبول اور رحمۃ للعالمین رسول من رب العالمین کی صحبت کے فیض کے حصول سے مانع رہا۔ اس طرح سے کبر نے بھی کفر کے ہزاروں انداز پیدا کئے۔''

حضرت مرشدنا نے ''معرفت'' کے موضوع پر اپنے بیان میں فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور یہ کہ بندہ کے اندر جیسے جیسے اپنی غلامی اور بندگی کا احساس بڑھتا جاتا ہے، ویسے ویسے اسے اپنے آقا کا عرفان حاصل ہوتا جاتا ہے۔ یہ عرفان اسی وقت حاصل ہوگا جب بندہ اپنے رب کے احکامات پر عامل ہوگا، اللہ کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا، یادالٰہی میں اپنے کو فنا کردے گا اور اپنی جان و مال کو قربان کردے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ راہ سلوک میں قدم رکھنے والوں کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ غلام ہے یا آقا۔ اگر غلام ہے تو اسے اللہ کی محبت میں اپنی نیند و راحت، خواہشات و مرضیات کی قربانی دینی ہوگی اور اپنے آپ کو اس طرح بنانا ہوگا کہ بندے کی کوئی سانس، کوئی دھڑکن اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو، گویا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والی زندگی گزارنی ہوگی۔ حضرتؒ نے فرمایا:

''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) ایک ٹھوس دلیل اور حقیقت ہے۔ جیسے جیسے اپنی غلامی اور بندگی کا احساس بڑھتا جاتا ہے، ویسے ویسے اپنے آقا کا عرفان بڑھتا جاتا ہے۔ جیسے جیسے اپنے آقا کا عرفان بڑھتا جاتا ہے، اس کے احکامات کی اتباع، اس کی راہ میں فنا، یہاں تک کہ جان تک قربان کردینا آسان ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پوری حیات، اتباع کا انداز، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اور اتباع میں جان و مال کی قربانیاں اس بات کی شاہد ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب ﷺ کو جس سب سے بڑے اور پیارے خطاب سے

نوازا خطاب عبد ہے سُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلاً مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ (بنی اسرائیل:۱)اور فَاَوۡحٰی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (نجم:۱۰) وغیرہ شاہد ہیں۔سب سے بڑا انعام جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کو نہ عطا کیا گیا وہ انعام معراج ہے۔تقرب کی انتہا ادنیت ہے۔اس مبارک اور مسعود موقع پر جس خطاب سے نوازا گیا وہ خطاب عبد ہے۔اور ہائے قربان جاؤں ایسے عبد پر جس نے حق عبدیت ہر حال میں نبھایا۔اپنے آقا کی رضا،اس کی خوشنودی،شکر گزاری اور احکامات کی پابندی میں کہیں پیٹ پر پتھر باندھے،کہیں سر پر پتھر کھائے،سر کا خون پیروں تک آیا،بچوں کے پتھر کھائے،جسم کے کپڑے تار تار کئے گئے،دندان مبارک شہید کئے گئے،دیوانہ اور مجنوں کہے گئے۔کہیں قتل کرنے کے لئے گھر کو گھیرا جارہا ہے،کہیں درے میں قید کیا جارہا ہے،کہیں شعب ابی طالب میں قید کیا جارہا ہے،کہیں عزیز وطن مکہ سے نکالا جارہا ہے،کہیں مصلّٰی پر کھڑے کھڑے داڑھی اور جسم کو تر کیا جارہا ہے،کبھی پیروں میں ورم آتا ہے اور کبھی پیر پھٹ پھٹ جارہا ہے۔آہ!کہاں تک اس عظیم بندے کی بندگی گناؤں،حق بندگی کی ادائیگی سے آسمان تھرا اٹھے،عرش کانپ گیا،رحمت باری کو جوش آیا،بھیج ہی دیا فرشتوں کو کہ پوچھ لو میرے محبوب (ﷺ) بندے سے،کہہ دیں تو پیس ڈالوں طائف کو،جبرئیل علیہ السلام آکر کہتے ہیں کہ احد کو سونے کا پہاڑ بنادوں۔چہیتی بیوی حضرت عائشہؓ اور احباب گھبرا کر کہہ ہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ تو معصوم و محبوب ہیں،آپ ﷺ اپنی جان پر اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ہائے قربان جاؤں اس عظیم بندے پر۔جواب دیا جاتا ہے کہ اے طائف کو پیسنے والے فرشتو!ان کو پیسنے کے بجائے ان کی ہدایت کی دعا کرو،میرے آقا نے مجھے ان کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے،نہ کہ عذاب

کے لئے۔ کہیں کہا جاتا ہے کہ اے جبرئیل! میرے رب اور آقا نے میری امت کے غربا اور مساکین کے فاقوں میں ان کی عبرت کے لئے مجھے فاقوں میں ڈالا ہے۔ اپنے رب کی رضا کے مقابلہ میں سونے کا پہاڑ قربان۔ اور کہیں کہتے ہیں کہ کیا میں اپنے آقا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یہی احساس عبدیت تھا، جس نے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب و مقرب بنایا۔ احمدؐ سے محمدؐ بنایا، شفاعت کبریٰ کا تاج پہنایا، لوائے حمد کا حامل بنایا، تمام نبیوں کا سردار بنایا اور جس جس نے وہ انداز غلامی سیکھا اور سچے غلام کی طرح جان و مال قربان کیا، جنت الفردوس، فوز عظیم اور نصرت الٰہیہ کی خوشخبری کے مصداق بنے۔

پس اے لوگو! اگر تم راہ سلوک میں قدم رکھنا چاہتے ہو تو پہلے یہ فیصلہ کرلو کہ تم غلام ہو یا آقا؟ اور غلام ہو تو کس کے۔ اگر یہ سمجھ میں آجائے تو بس "لا الٰہ" کی تلوار اٹھاؤ، اپنی خواہشات و مرضیات، نیند و راحت حتیٰ کہ جان و مال ایک آن میں ان کے قدموں میں قربان کردو۔ ہوشیار! نہ رہنے پائے کوئی آرزو سوائے اس کی آرزو اور لقا کے۔ نہ رہنے پائے ایک بھی تمنا سوائے اس کی اتباع اور دیدار کے۔ نہ خالی جانے پائے کوئی سانس سوائے اس کے ذکر اور یاد کے۔ قلب کی دھڑکن وہی ہو، نظر دیکھے تو اسی کے حکم سے، کان سنے تو اسی کی بات، زبان ہلے تو اسی کی یاد میں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لب و سینے میں ''الا اللہ'' ہوگا، تم اس کے بندے بن سکو گے اور حق بندگی کی ادائیگی آسان ہو سکے گی۔ جب تم اس کے بندے ہو تو وہی تمہارا آقا ہوگا، وہی تمہارا رب اور پالنہار ہوگا۔ وہی تم پر رحم کرنے والا ہوگا۔ اگر تم سے کوئی خطا اور بھول ہوگی تو وہی تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والا اور عفو و درگزر کرنے والا ہوگا۔ پھر سچے بندے کی حیثیت سے اپنے محبوب آقا کے چرنوں پر اپنا سر رکھ دو گے تو ضرور

ان کو مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا اور اپنی رحمت کے بازوؤں میں اپنے بندوں کو بھینچ لینے والا پاؤ گے اور وہی وقت سچی توبہ اور انابت کا وقت ہو گا۔"

حضرت مرشدنا نے "اخلاص" کے بارے میں فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لئے اخلاص کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ قلب و روح اور نفس یہاں تک کہ رگ و ریشہ اللہ رب العزت کی محبت اور اس کے خوف سے معمور رہے۔ جب اخلاص کی کیفیت پیدا ہو جائے گی تو نفس کی امارگی ٹوٹے گی، نفس مطمئنہ کی طرف قدم بڑھے گا اور ہر عمل میں اخلاص نظر آنے لگے گا۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ حرص و ہوس، مطلب پرستی، خواہش و تمنا اور آرزوئیں سب ختم ہو جائیں گی۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"ایمان کی تکمیل کی خاطر اخلاص کا ہونا نہایت ضروری ہے اور اخلاص کے معنی یوں سمجھ میں آتے ہیں کہ قلب، روح اور نفس حتیٰ کہ جسم کا رگ و ریشہ صرف اور صرف خدا کی محبت اور اللہ جل شانہ کے خوف سے معمور ہو جائے، تحت الثریٰ سے لے کر عرش اور بالائے عرش جو کچھ بھی ہے "الاھو" (سوائے اس کے وہ) حتیٰ کہ اپنی جان، نفس، خواہشات و مرضیات بننے اور بگڑنے کی تمنا اور خوف، غیر کی آرزو اور طلب، سب سے انکار مکمل ہو جائے، جو کچھ یہاں سے وہاں تک ہے، سب کی حقیقت اور وجود، سب کا پیار اور خوف، سب کی عظمت و کبریائی نگاہوں میں فانی اور معدوم ہو جائے۔ اس منزل پر "لاالہ" کے کچھ رموز و اسرار کا انکشاف ہو سکتا ہے اور جب یہ حال دوام ترک اور دوام ذکر کے باعث مقام بن جائے تب "لاالہ" کا حق کسی حد تک پورا ہو سکے گا۔ جب اس خانۂ دل، پیالۂ روح سے خواہشات و مرضیات نفس، انانیت و غرور نفس، عزت نفس، حب نفس فانی اور معدوم ہو جائے۔ ذکر اور دوام ذکر کی برکات اور انوار نے سب کے سب حتیٰ کہ رگ و ریشہ مجلیٰ و مصفیٰ ہو جائے تو سلوک

وایمان اوراخلاص کی دوسری منزل "اِلَّا اللّٰہ" کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔اس مقام پرآ کر نہ کوئی اپنا ہے نہ کوئی پرایا، نہ کوئی یار ہے نہ کوئی دوست۔حضور اقدس ﷺ اپنے رب کی دوستی، پیار اور محبت سے معمور ہو کر دوستی، پیار اور قربانی کے پیکر، اپنے محبوب ساتھی، جس نے جان و مال اور اپنا سب متاع دے کر ایمان صادق کی گواہی دی، ان کی دوستی کو کمالات سے پُر بتاتے ہوئے بھی اپنے رب کی دوستی کی خاطر ان کی یاری کو قربان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں اپنے پالنہار رب کے علاوہ کسی کو دوست بنایا ہوا ہوتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا دوست بناتا۔اس مقام "اِلَّا اللّٰہ" پر نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی یار، نہ میں اور تو کا جھگڑا ہے اور نہ دنیا و مافیہا کی کچھ بساط۔ اب تو سب مٹ چکے۔نہ کوئی خواہش ہے نہ کوئی تمنا، نہ کوئی آل ہے نہ کوئی اولاد، نہ کوئی مکان ہے نہ کوئی گھر، اب نہ کسی کا پیار ہے اور نہ کسی کا ڈر۔اب تو ہمہ وقت اپنے مولیٰ اور محبوب کی تجلیات کی بارش ہے۔ان کی شفقت و پیار، عشق و محبت کا درد و ٹیس، فراق کا کرب اور وصل کی خواہش و تمنا ہے۔اب اس حال میں وہ جو کچھ کرتا ہے صرف اللہ جل شانہ کے لئے کرتا ہے۔ ہر عمل، ہر فعل، نشست و برخاست، بچے کو گود میں لینا، اس کی پرورش، بیوی سے گفتگو، ماں کی ممتا، والدین کے آداب اور ان کے ساتھ احسان وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔نساء:۳۶) کے مدنظر عبادت کی غرض سے کرتا ہے کہ ان کی پرورش، ان سے پیار سے بات کرنا، والدین کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا۔غرض ہر عمل اور ہر حرکت میں صرف ایک ہی بات کا احساس ہے کہ وہ مولیٰ و محبوب رب جس کے عشق میں فنا ہو چکا ہے، راضی ہو جائیں اور کوئی عمل اور حرکت ایسی سرزد نہ ہو جائے، جس سے وہ روٹھ جائیں اور

ناراض ہو جائیں، کام وکاروبار، لین دین، معاملات کے سلسلہ میں لوگوں کے ساتھ گفتگو، سب میں صرف ایک ہی نظریہ ہے۔حلال روزی، حق گوئی، دغا اور فریب سے بچنا، حرام اور جھوٹ سے پرہیز اس لئے اور صرف اس لئے کہ کہیں ان کی جبیں پر شکن نہ آ جائے اور ساری محنت اکارت نہ ہو جائے اور وہ ہر صورت میں راضی رہیں۔ یہاں نفع کا لالچ ہے نہ نقصان کا ڈر، نہ خواہش ہے نہ دل کا بہلاوا، یہاں تو صرف ایک ہی آرزو ہے۔ان کی رضا اور ناراضگی کا خوف۔ یہی مقام تقویٰ ہے اور یہی اخلاص کی جھلک۔ اس مقام پر شرک جلی اور شرک خفی سب جل کر خاک ہو جاتے ہیں، نفس کی امارگی ٹوٹ جاتی ہے اور نفس اطمینان کی طرف قدم بڑھانے کا عزم کرنے لگتا ہے۔اب ہر عمل میں اخلاص دکھائی پڑنے لگتا ہے کیوں کہ دنیا والوں کی ہر حرکت میں مطلب پرستی ہوتی ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی ماں کی ممتا اور والد کے پیار پر بھی شک ہونے لگتا ہے۔لیکن ایسے مخلص کے اندر حرص و ہوا، مطلب پرستی، خواہش و تمنا نیست و نابود ہو چکی ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے، سب اخلاص، پیار اور اتھاہ پیار کے جذبہ سے کرتا ہے، اس کے پیار کے اندر ہزاروں ماؤں کی ممتائیں گم ہو جاتی ہیں لاکھوں باپ کی شفقت پیوست ہو جاتی ہے اور وہ اس دولت سے ساری مخلوق کا دل جیت لیتا ہے، سب اس سے پیار کرنے لگتے ہیں، انسان تو درکنار حیوان بھی اس کے اخلاص اور پیار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، اس لئے کہ اس کے اندر ایک سچے مالک برحق کا پیار سمایا ہوا ہے۔یہی پیار فاتح عالم ہے، یہی اخلاص کا پرچم ہے کہ اس کے سائے تلے ساری دنیا ایک دن آ گئی تھی اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن آ جائے گی۔"

حضرت مرشدنا نے ''ایمان و اخلاص'' کے بارے میں فرمایا کہ اس کے تین قدم ہیں اور جب تینوں قدم حاصل ہو جاتے ہیں تو ایسا شخص دعوت و تبلیغ کا اہل بن سکتا ہے، چوں کہ وہ زیور اخلاص

سے آراستہ ہو چکا ہے اور اس کی ہر ادا و انداز، اس کی حرکات وسکنات اور اس کے تمام اعمال وافعال بیداری کا پیکر ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

''ایمان واخلاص کے تین قدم ہیں۔ پہلے قدم پر اپنی خواہشات ومرضیات کو اللہ جل شانہ کی خواہشات ومرضیات میں فنا کرنے کا عزم کیا جاتا ہے اور دوسرے قدم پر اس عزم کو پورا کرنے کے لئے سعی اور کوشش اور اعمال کی انجام دہی کی جاتی ہے اور تیسرے قدم پر اعمال پر مداومت کے ساتھ دوام ذکر کی برکات سے ایسا مقام حاصل ہوتا ہے، جس سے وہ خود کو اللہ جل شانہ کی خواہشات ومرضیات میں فنا اور گم پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اس کی ہر حرکت، ہر عمل اور ہر انداز میں اخلاص اور بے نفسی محسوس کی جاتی ہے۔ اب زبان قال نہیں زبان حال سے ہدایت کی جاتی ہے۔ اس کی اٹھی ہوئی نگاہ کفر وشرک سے بھرے ہوئے جام وسبو کو چکنا چور کر ڈالنے کے لئے کافی ہوتی ہے، باطل مٹ جاتا ہے حق آشکارا ہونے لگتا ہے، ایک ہی نگاہ برسوں کی معصیات اور ظلمات کے پردوں کو پھاڑ ڈالنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اگر یہ گفتگو کریں تو ان کا کلام بیمار دل وروح اور مردہ قلب وجگر میں حیات جاودانی بھر دیتا ہے، ان کی ہر حرکت اور ہر ادا بیداری عمل اور حب واخلاص کی داعی ہوتی ہے۔ یہی شخص دعوت وتبلیغ کا اہل بن سکتا ہے۔ اس کا زیور اخلاص ہے، اس کی حرکتیں اخلاص حسنہ سے آراستہ ہیں، اس کے اعمال بیداری کے پیکر ہیں۔''

---

حضرت مرشدنا ''**خدا کی دوستی اور ولایت کا معیار**'' کے موضوع پر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی دوستی اور عشق کا معیار ''**تمنائے موت**'' رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر پیدا ہوئی تو وہ اپنی زندگی میں ہی جنت کی خوشبو محسوس کرنے لگے اور انہیں ہمیشہ ہمیش کی زندگی نصیب ہوگئی۔ اور جب ہمیں موت سے نفرت ہوگئی

تو ہم جیسے کروڑوں لوگ مر گئے، جن کا آج دنیا میں کوئی نام لینے والا نہیں ۔ بابا حضور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اپنی دوستی اور اپنی ولایت، اپنی محبت اور اپنے عشق کا ایک معیار بنایا۔ جب یاد کسی کی آتی ہے، پیار کسی سے ہوتا ہے، محبت و عشق جب دل کے اندر بے چینی پیدا کرتا ہے تو دوسرا جذبہ پیدا ہوتا ہے، چلیں جلدی سے مل لیں۔ اسی طرح اگر دل میں ان کا پیار ہے تو دل چاہتا ہے کہ نہیں ان سے ملنے کا؟ یاد رکھو، جب ان سے ملنے کو ہوگا تو موت ملائے گی، کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا، سب جینا چاہتے ہیں، خدا سے اگر کوئی چیز ملانے والی ہے تو وہ موت ہے۔ اللہ کے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اَلْمَوْتَ جِسَرٌ یُوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو ایک چاہنے والے کو دوسرے چاہنے والے سے ملا دیتی ہے) اس موت کے پل پر جو چڑھے گا وہی اپنے محبوب سے جا کر ملے گا لیکن کوئی مرنے کو تیار نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی دوستی اور عشق کا معیار تمنائے موت رکھا ہے۔ حیات اور اس کی زندگی جو اس سے دور کئے ہوئے ہے، سے نفرت ہو جانا۔ موت جو اس محبوب سے ملانے والی ہے، سے محبت ہو جانا۔ یعنی وصال محبوب کے لئے موت کی تمنا کرنا دراصل ولایت کا معیار ہے۔ جب یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں پیدا ہوئی تو جنت کی خوشبو زندہ جاوید سونگھنے لگے، جب یہ بات ان حضرات کے اندر پیدا ہوئی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ اور ہمیں اس بات سے نفرت پیدا ہو گئی تو ہمارے جیسے کروڑوں مر گئے، جس کا آج دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں، کوئی نام و نشان باقی نہیں، کسی کی قبروں کا پتہ نہیں ــــ ان خوش نصیبوں کی قبروں پر لوگوں نے بلڈوزر چلا دیا، پھر بھی لاکھوں عشاق وہاں جا کر سلام و فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مر کر بھی

زندہ ہیں، ہم زندہ ہو کر بھی مرے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک معیار مقرر کیا ہے، میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہود ونصاریٰ کے بڑے بڑے پادری اور احبار اپنے کو اللہ کا ولی، اللہ کا برگزیدہ اور اللہ کا رشتہ دار کہہ کر قوم کو دھوکہ دینے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا بیشک ولایت میری ایک چیز ضرور ہے، لیکن ولایت کا ایک معیار ہے، میرے حبیب ذرا ان ظالموں سے کہہ دو کہ اگر واقعی یہ میرے ولی ہیں، میری ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں تو موت کی تمنا کریں۔ کیوں کہ ہر دوست اپنے دوست سے ملنا چاہتا ہے اور میری لقا بغیر موت کے نہیں ہو سکتی۔ لہذا، اگر اپنے دعویٰ دوستی میں یہ سچے ہیں تو میری ملاقات کے لئے موت کی تمنا کریں۔ قُلْ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ ھَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُاالْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ٥ (جمعہ:٦) مطلب یہ ہے کہ اے میرے حبیب! آپ کہہ دیجئے کہ اے وہ لوگو جو اپنے کو لوگوں سے الگ اللہ کا ولی (دوست) گردانتے ہو تو معیار دوستی یہ ہے کہ دوست اپنے محبوب سے ملن چاہتا ہے، اے وہ لوگو جو اپنے کو یہ گمان رکھتے ہو کہ تم لوگوں سے الگ اللہ کے ولی ہو تو موت کی تمنا کرو اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر واقعی اپنے دعویٰ میں سچے ہو اور اس معیار پر لاکھوں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتر کر دکھایا۔ جب تک یہ معیار پیدا نہ ہوا تھا، جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا، جب تک یہ خوبی پیدا نہ ہوئی تھی، جب تک یہ جذبہ پیدا نہ ہوا تھا، تب تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میدان جہاد میں کھڑے ہونے کا حکم ابوبکر وعمر، عثمان وعلی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جیسے مخلصین کو بھی نہیں دیا تھا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایذائیں دی جاتی تھیں، زدوکوب کیا جاتا تھا، پشت مبارک پر اوجھڑیاں ڈالی جاتی تھیں، پتھر مارے جاتے تھے، آوازے کسے

جاتے تھے تو عشاق کے کلیجے باہر آتے تھے، جہاد و قتال کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہتے، اے اللہ کے حبیب ﷺ! اب برداشت نہیں ہوتا، آپ اجازت دیں کہ ہم ان سے قتال کریں، آپ ﷺ فرماتے کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو، نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو'' مطلب یہ ہے کہ ابھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کی محبت پر غالب نہیں آئی ہے، موت سے تمہیں پیار پیدا نہیں ہوا، میدان جہاد سے بھاگ جانے کا اندیشہ ہے، جس دن اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آخرت کی محبت، اسلام کی محبت، تمہاری جانوں کی محبت پر غالب آجائے گی تو پھر تمہیں میدان کارزار میں کھڑا کردیں گے، پہلے وطن کی محبت تھی، جان و مال کی محبت تھی، کہا گیا وطن چھوڑ دو، مکہ چھوڑ دو، گھر بار چھوڑ دو، بیوی بچے چھوڑ دو، ہجرت کر جاؤ۔ اخلاص والے نکل پڑے، جب وہاں پہنچے تو ایک امتحان ہو چکا یعنی دل سے لگنے والی تمام چیزوں کو اللہ اور رسول کے لئے قربان کر کے مدینہ آگئے۔ اب ایثار و قربانی کا ایک جذبہ پیدا ہوا، اب ترک کا ایک جذبہ پیدا ہوا، ایک امتحان میں کامیاب ہوگئے، اپنے وطن سے بے وطن ہوگئے، پھر بھی دشمنوں نے نہیں چھوڑا، مکہ سے تین سو میل دور مدینہ پر حملہ آور ہونے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاد کا حکم نازل فرمایا کہ کہاں ہیں وہ جذبہ والے جو جان سے بھی زیادہ ہم سے پیار کرتے ہیں نکل پڑیں تو تین سو تیرہ (۳۱۳) نکلے، چودہ، پندرہ برس کی اتنی بڑی محنت کے بعد جانوں کی قربانی پیش کرنے والے پہلی بار صرف تین سو تیرہ نکل سکے۔''

بعدہ حضرت مرشدنا نے ''بدری صحابہ'' رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بعد کسی کا مقام اور درجہ ہے تو وہ بدری صحابہ رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین کا درجہ ہے۔ یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی جان نچھاور کردی اور اپنی محبت کا ثبوت فراہم کیا۔ ان مٹھی بھر صحابہ کرامؓ نے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ جب تک دنیا قائم رہے گی ان کا ذکر بھی قائم ودائم رہے گا اور امت مسلمہ ان سے فیضیاب ہوتی رہے گی۔ اور دراصل یہی خدا کی دوستی اور ولایت کا معیار ہے۔ یہ مقام ومرتبہ اسی وقت انہیں حاصل ہوا جب انہوں نے اپنی جان کو موت کے قریب کردیا، نہتھے تھے، کچھ بھی نہ تھا، ظاہری اسباب بالکل ہی مفقود تھے۔ لیکن ان کے ساتھ ان کا اللہ تعالیٰ تھا، ان کے قلوب میں اللہ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت تھی، انہوں نے اپنی جانوں کو، اپنے مالوں کو، اپنی اولاد کو، بلکہ دنیا کی تمام محبوب چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں فنا کردیا۔ حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''جب دیکھ لیا گیا کہ یہی وہ تین سو تیرہ ہیں جو ہتھیلی پر جان رکھ کر اللہ اور رسول کے عشق ومحبت میں آگے بڑھ سکے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کے لئے جنت کی اور اپنی رضا کی بشارت دی اور ایک موقع پر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہیں بدری صحابہؓ کی عظمت معلوم نہیں، انبیاء علیہم السلام کے بعد کسی کا مقام اور درجہ ہے تو وہ بدری صحابہ ہیں، یہی روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ اور رسول کی محبت میں اپنی جانوں کو پیش کرنے والے ہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفہ میں جلوہ افروز ہیں، صفہ کھچا کھچ بھرا ہے، مجمع زیادہ تھا، چند صحابہ آکر باہر کھڑے ہوگئے، اللہ کے حبیب ﷺ چاہتے ہیں کہ ان کو جگہ دے دی جائے۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا پھر بھی لوگ نہیں اٹھے اور انہیں جگہ نہ ملی تو آپ ﷺ نے بعضوں کا نام لے کر کھڑے ہوجانے کا حکم فرمایا اور بعد میں آنے والے صحابہ کو بٹھایا۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ کونسی انصاف کی بات ہے (رواہ ابن کثیر عن ابی حاتم) اس ضمن کے مجموعۂ

اجزائے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول آپ نے جگہ کھولنے کے لئے فرمایا بعضوں نے کشادگی پیدا کی اور بعضوں نے جگہ نہ کھولی تو آپ ﷺ نے تادیباً انہیں اٹھ جانے کا حکم فرمایا جو منافقین کو ناگوار ہوا کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر ان کو جگہ کیوں دی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے فعل کی تائید بایں الفاظ فرمائی یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ ج وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْکُمْ لا وَالَّذِیْنَ اُوْتُواالْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ج وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌO (مجادلہ:۱۱) مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تم کو کشادگی دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ اس حکم کی اطاعت سے تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان تمام لوگوں کے جن کو علم دین عطا ہوا ہے درجے بلند کر دے گا اور اللہ تمہارے اعمال وکرتوتوں سے خبردار ہے۔

بہرحال جب آپ کی اطاعت بجالا کر صحابہؓ اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! یہ جو لوگ میرے حکم سے کھڑے ہو گئے انہوں نے خیر کا کام کیا اچھا کام کیا کیوں کہ یہ بعد میں آنے والے بدری صحابہؓ ہیں۔ ان کا مقام عنداللہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بخش دیا، ان کو جنتی قرار دیا اور اللہ نے انہیں وہ مقام دیا کہ تم کو ہٹ جانا ہی چاہئے تھا اور انہیں جگہ دے دینی چاہئے تھی اور آیت مذکورہ جبرئیل امین اسی وقت لے کر تشریف لائے، جس سے اللہ کے حبیب ﷺ کے قول اور فرمان کی تصدیق ہوئی۔"

---

حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں "حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ" سنایا

کہ اپنے شیخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کی انہوں نے کس انداز میں تربیت فرمائی اور ان کے نفس کا علاج کس طرح کیا اور انہیں کتنی مشقتوں سے گزارا، ان کی اصلاح کے لئے شکاری کتوں کو بھی منگوایا۔ جب امتحان میں کھرے اترے تو حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ان کی حالت دیکھ کر خوب روئے، شیخ زادے کے زخموں کو صاف کیا، انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا کہ تمہارے والد بزرگوار سے جو امانت مجھے ملی تھی، وہ تمہیں سپرد کرتا ہوں اور جاؤ میں تمہیں پاک پٹن کا قطب بنا کر روانہ کرتا ہوں۔ حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے پاس پیرزادے یعنی بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے پاک پٹن (اجودھن) سے پہلی مرتبہ جب دہلی آنے کی خبر کروائی تو حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے شان وشوکت سے ان کا استقبال کیا۔ بادشاہ کو خبر کروائی، شاہی چوبدار بلوائے، شاہی مسند وتکئے اور قالین بچھوائے، سینکڑوں سپاہیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور تین دن بڑی خاطر مدارات کے ساتھ مہمان نوازی کر کے رخصت فرمادیا۔ لیکن ان کے اندر خدا کی سچی طلب تھی، دوبارہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور میں تو سلوک سیکھنے، اللہ اللہ سیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ بھئی میں کیا سکھاؤں گا، میں نے تو خود آپ کے در سے سیکھی ہے، آپ کو میں کیا دوں گا۔

مختصر یہ کہ تین دن مہمان نوازی کے بعد فرمایا کہ یہ سب نوکر چاکر بادشاہ کے یہاں سے بلائے گئے تھے، اب تو یہ واپس جائیں گے۔ تکئے، مسند اور قالین وغیرہ فقیر کے پاس کہاں؟ وہ سب عاریتاً لائے گئے تھے، یہ سب واپس جائیں گے۔ کچھ دن بعد فرمایا کہ یہ کمرے بھی کرایہ کے ہیں، آپ پاک پٹن واپس جائیں یا رہنا ہو تو گھوڑے

کے اصطبل میں رہ لیجئے اور اصطبل کے سائیس کو کچھ دنوں کے لئے رخصت کر دیا اور لید صاف کرنے والے ملازم کو بھی بھگا دیا۔ بہر حال صاحبزادے اصطبل میں رہنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اصطبل تشریف لے گئے تو فرمانے لگے۔ میاں! کتا بھی جہاں رہتا ہے، اپنے دم سے اس جگہ کو صاف کرلیا کرتا ہے، یہیں پر رہتے ہو اور یہیں پر بدبو اور یہ تعفن ہے ذرا لید وید پھینک دیا کرو۔ نیز یہ کہ ہمارے پاس ملازم وغیرہ نہیں ہے، گھر آ کر خود ہی کھانا لے لیا کریں اور گھر میں کہلا دیا کہ پیرزادے آئیں تو کھانا فوراً نہ دیا کریں بلکہ کچھ دیر انتظار میں کھڑا رکھا کریں اور کسی دن کھانے میں نمک زیادہ اور کسی دن بالکل ہی نہیں اور کسی دن مرچ بہت زیادہ کہ کھایا ہی نہ جائے۔ ہدایت کے مطابق کام جاری ہو گئے۔ ایک زمانہ گزرا تو مریدوں نے درخواست کی کہ حضور! نگاہ کرم کیا جائے پیرزادے ہیں۔ فرمایا اچھا دیکھتا ہوں۔ بھنگن کو بلایا اور فرمایا کہ دوپہر میں جب میاں صاحب کھانا لے کر جائیں تو تو بھی ان کے بازو بازو چلنا اور کسی ترکیب سے غلاظت کا ٹوکرا اچھلا دینا۔ جیسا حکم سرکار! میاں صاحب کھانا لے کر جا رہے تھے، بھنگن بھی بازو بازو غلاظت کا ٹوکرا لے کر چلی۔ میاں صاحب ناک بند کر رہے ہیں۔ دریں اثنا بھنگن نے ٹوکرا اچھلا دیا۔ زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن دل میں کہا کہ ہوتا پاک پٹن تو بتاتا۔ شام کو میاں صاحب کی طلبی ہوئی۔ پوچھا، کیوں؟ آج مہترانی نے ٹوکرا اچھلا دیا تھا۔ ہاں حضور! تو آپ نے کیا کہا تھا۔ کچھ نہیں کہا تھا حضور! تمہارے نفس نے نہیں کہا تھا کہ ہوتا پاک پٹن تو بتاتا۔ کہا تھا حضور! کیا فقیری کرو گے، جاؤ، گھر جاؤ۔ بھئی سفارش کرنے والو! خود اپنے پیٹ میں غلاظت لے کر چلتا ہے تو نہیں بولتا اور ذرا غلاظت کا ٹوکرا چھو گیا تو کہتا ہے کہ ہوتا پاک پٹن تو بتاتا، کیا فقیری کرے گا، جائے گھر جائے۔ لیکن سچی طلب تھی، رونے

لگے، حضور! معاف کر دیا جائے۔ معافی ہو گئی۔ الغرض پھر کچھ زمانہ گزرا تو خاص مریدوں نے پھر سفارش کی کہ حضور نگاہ کرم کیا جائے، پیرزادے ہیں۔ فرمایا اچھا دیکھتا ہوں۔ مہترانی کو بلا کر فرمایا کہ آج مولانا صاحب کھانا لے کر جائیں تو تو بھی ساتھ ساتھ غلاظت کا ٹوکرا لے کر چلنا اور آج ایسی لنگڑی مارنا کہ تو خود بھی اور غلاظت بھی ان پر بھر جائے۔ ٹھیک سرکار! آج ٹھیک کر دیتے ہیں۔ میاں صاحب کھانا لے کر چلے تو مہترانی بھی غلاظت کا ٹوکرا لے کر چلی اور ایسی لنگڑی ماری کہ اسی پر بھر اگئی اور میاں صاحب غلاظت میں لت پت ہو گئے۔ میاں صاحب آج اٹھتے ہیں تو اپنی کچھ فکر نہیں کرتے بلکہ مہترانی کا پیر پکڑ کر معافی مانگتے ہیں کہ مائی معاف کر دے، مجھ سے ٹھوکر لگی، تجھے تکلیف پہنچی، مائی معاف کر دے۔ اب مہترانی نے آ کر سفارش کی کہ حضور! بچہ کامل ہو گیا۔ کیا ہوا۔ حضور میں نے ٹھوکر ماردی، میں اس کے اوپر بھر ائی، بے نفس بچہ رو کر کہتا ہے، مائی معاف کر دے، مجھ سے غلطی ہو گئی، تجھے چوٹ لگ گئی مائی، معاف کر دے۔ مطلب کیا ہوا؟ عیب اپنے اندر دیکھنا، عصیان اپنے اندر دیکھنا، خرابی اپنے اندر دیکھنا۔ نفس کبھی اپنے اندر خرابی نہیں دیکھتا۔

مختصر یہ حکم ہوا، اچھا بلاؤ۔ آئے تو ہدایت ملی۔ آج شکار کو چلیں گے دو تازہ شکاری کتے منگوائے، دونوں شکاری کتے کے زنجیر پیرزادے کے کمر میں باندھ دیئے گئے اور ہاتھ سے پکڑنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا کہ دیکھئے جب تک میں نہ کہوں کہ چھوڑ دو تو چھوڑنا مت۔ کتے جب شکار کو دیکھتے ہیں تو بے تحاشا شکار کا پیچھا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چلتے چلتے ایک مقام پر ہرن دکھائی پڑا۔ کتے تو یوں ہی مچل رہے تھے اور حضرت نے ادھر کہا ''شی''۔ حضرت نے جوں ہی ''شی'' کہا۔ کتے بے تحاشا شکار کی طرف بھاگنے لگے۔ پیرزادے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تیز رفتار کتوں کا مقابلہ نہ

کر سکے، زمین پر گر پڑے، پتھریلا علاقہ تھا، زخموں سے چور ہو کر لہولہان ہو گئے۔ چونکہ زنجیر چھوڑنے کا حکم نہیں ملا تھا، مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں، پتھروں سے ٹکرا رہے ہیں، چٹانوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ بالآخر جب نیم مردہ ہو کر بے ہوش ہو گئے تو حضرت نے ''شی'' کہا۔ کتے ٹھہر گئے۔ آپ اپنی سواری سے اتر کر رونے لگے، زخموں کو صاف کیا اور سینے سے لگا کر فرمایا کہ تمہارے باپ سے پائی ہوئی امانت دیتا ہوں۔ جاؤ میں تمہیں پاک پٹن کا قطب بنا کر روانہ کرتا ہوں۔

رات میں سوئے تو بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور گلے سے لگا کر فرمایا کہ بہت بہت شکریہ نظام الدین۔ تو نے میرے بیٹے کو نواز دیا، کرم کیا۔ لیکن شکایتاً فرماتے ہیں کہ بیٹا نظام الدین! میں نے تو تیرے ساتھ اتنا نہ کیا تھا، جی حضور! پیرزادے کا نفس تھا، مجبوری تھی۔''

حضرت بابا حضور قدس سرہ العزیز نے ایک مجلس میں ''علم فراست'' پر بھی سیر حاصل گفتگو کی اور فرمایا کہ ''علم فراست فکر آخرت پیدا کرتا ہے'' اور اگر علم یہ خوبی پیدا نہ کرے تو ایسا علم بے کار علم ہے، بس یوں سمجھئے کہ گدھے کے اوپر کتاب کے بوجھ کی مانند ہے۔ فرماتے ہیں:

''علم فراست یہ ہے کہ وہ فکر آخرت پیدا کرتا ہے۔ اگر علم نے یہ خوبی نہ پیدا کی، اگر کتابوں کے ڈھیر اور مطالعے نے یہ فکر نہ پیدا کی تو پھر وہ علم عبث ہے، بیکار ہے اور گدھے کے اوپر کتاب کے بوجھ کی مانند ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ضمن میں آیت نازل فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (جمعہ:۵) مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے، مگر ان کتابوں کے نفع سے محروم ہے،

گدھے کی پشت پر علوم وفنون کی بڑی بڑی کتابیں لاد دی جاتی ہیں۔ یہ گدھا ان کا بوجھ تو اٹھاتا ہے، مگر ان کے مضامین سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتا ہے۔ یہود کا بھی یہی حال کہ دنیا سازی کے لئے توریت تو لئے پھرتے ہیں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ جان اور مقام حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں، مگر اس کتاب کی ہدایات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ فی زمانہ ہمارے علما جو بے عمل ہیں اور قرآن وحدیث کی تفسیر اور وعظ وتقریر کے ذریعہ دنیاوی منفعت، جاہ ومقام پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان کی بھی یہی مثال ہے۔
شیخ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانش مند
چار پائے برو کتابے چند

علم جتنا زیادہ حاصل ہو جائے، جب اس پر عمل نہیں ہے تو اس کی مثال چوپائے کی ہے، جس پر کتابیں لدی ہیں اور چوپایوں میں سے سب سے زیادہ بے وقوف چوپائے کی مثال اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

حضرت مخدوم بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علم سے مراد علم آخرت اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کا علم ہے۔ دیکھو کہیں غلطی میں نہ مبتلا ہو جانا علمائے دنیا سے، یعنی جن کی سعی علم، طلب دنیا کے لئے ہے، خود کو ایسے بچائے رہو، جیسے شیطان سے بچتے ہو۔

قرن اول میں قرآن وحدیث کے علم سے جو فکر پیدا ہوئی تھی، جو خوبی پیدا ہوئی تھی، جو انقلاب طبیعتوں میں پیدا ہوا تھا، اس کے نتیجے میں تھوڑے ہی دنوں میں علم وعمل، تقویٰ، اخلاق واخلاص اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سارے عالم پر غالب آ گئے

تھے۔علم کی وہی خوبی پیدا ہونی چاہئے، وہی فکر پیدا ہونی چاہئے اور آج بھی اسلام ان ہی کی دعاؤں اور ان ہی کی محنتوں کی برکت سے قائم ہے۔''

---

باباحضور علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں ''فراست ایمانی'' کے بارے میں فرمایا کہ دراصل اسے ''فراست نورانی اور فراست باطنی'' بھی کہا جاتا ہے۔فراست ایمانی اللہ کی طرف سے بڑا انعام ہے۔حضرتؒ نے فراست ایمانی کی مثال ایک بزرگ کے واقعہ کو بیان کر کے دی اور بتایا کہ فراست ایمانی اسی وقت حاصل ہوگی، جب قلب کی صفائی ہوگی اور نفس کا تزکیہ ہوگا۔ملاحظہ فرمایئے:

''اللہ کے حبیب حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اِتَّقُوْا بِفِرَاسَۃِ الْمُوْمِن وَھُوَیَنْظُرُ بِنُوْرِاللّٰہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔یہ فراست ایمانی جسے فراست نورانی اور فراست باطنی بھی کہا جاتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہوتا ہے، جو مومن بندے کو عطا کیا جاتا ہے۔ایک بزرگ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص بڑی داڑھی والا، روشن چہرہ، گدڑی پوش، مجلس میں آیا۔گفتگو ہوتی رہی، بیان ہوتا رہا، اخیر میں حضرت شیخ نے کہا کہ کسی کو اور کچھ پوچھنا ہو، سوال کرنا ہو تو پوچھے۔اس گدڑی والے نووارد نے سوال کیا کہ حضرت! میں نے ایک حدیث پڑھی اِتَّقُوْا بِفِرَاسَۃِ الْمُوْمِن وَھُوَیَنْظُرُ بِنُوْرِاللّٰہ (مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) مجھے اس حدیث کی تشریح اور اس کے ساتھ ساتھ مثال بیان کر دیجئے تا کہ میرا ایمان ویقین مزید بڑھ جائے۔حضرت شیخ نے فرمایا، تم کھڑے ہو جاؤ اور اپنی گدڑی اتار دو۔اس نے کہا اس حدیث سے میری گدڑی کا کیا تعلق ہے؟ آپ حدیث کا مفہوم بیان کیجئے۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث کا مفہوم اور وضاحت نیز مثال اسی میں ہے کہ تو

کھڑا ہو جا اور اپنی گدڑی اتار دے۔ اس نے کہا عجیب بات ہے، میری گدڑی کا اس حدیث سے کیا واسطہ؟ آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اٹھو اور اس کی گدڑی کو تار تار کر دو۔ تمام مریدین کھڑے ہو گئے اور اس کی گدڑی کو تار تار کر دیا، جس کے نیچے اس کا زنار چھپا ہوا تھا، وہ کافر تھا۔ جب گدڑی تار تار کر دی گئی تو اس نے کہا کہ بس ٹھیک ہے، میں نے بہت مجاہدات کئے اور آج تک ایمان نہیں لایا، اس کی صرف ایک وجہ تھی کہ مجھے کوئی صاحب بصیرت چاہئے تھا جو میری گدڑی کے اندر میرا کفر دیکھ سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیشک آپ کو فراست ایمانی عطا کی ہے، آپ قلب کے اندر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا ہاتھ بڑھائیے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کلمہ لَاالٰہَ اِلَّااللّٰہ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللّٰہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔

بہر حال! حدیث مذکور ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہوگا وہ کہاں تک اور کیا کچھ نہ دیکھتا ہوگا، جو اس دیکھنے پر، اس نور پر شک کرے گا وہ اللہ پر شک کرنے والا ہوگا اور کفر پر اس کی انتہا ہوگی۔ لیکن یہ فراست اور نور حاصل ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، قلب کی صفائی اور نفس کا تزکیہ۔ جتنی اچھی صفائی ہوتی ہے، ویسا ہی نور فراست حاصل ہوتا ہے۔ باطن کی صفائی اور باطن کی گندگی دو چیزیں ہیں۔ چیزیں گندی کیسے ہوتی ہیں اور صاف کیسے ہوتی ہیں؟ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ استعمال کی کثرت اور ترک صفائی سے چیزیں گندی ہو جاتی ہیں۔ اگر موقع موقع سے ان کو صاف کیا جاتا رہا تو گندگی دور ہوتی رہے گی، ورنہ اس کی چمک، دمک اور اس کا نور ختم ہوتا چلا جائے گا۔ ٹھیک یہی حال باطن کی صفائی اور گندگی کا ہے۔ کوئی بھی چیز کمپنی سے نئی نئی آئی ہو، جس کی چمک اور نور ایسا ہو کہ اس میں شیشے کی طرح شکل دیکھی جا سکتی ہو، اسے اگر گاہ بگاہ صاف نہ

کریں اور مکان میں گرد آتی رہے تو سال بھر کے بعد اس کی چمک اور نورانیت، جو شیشے کی طرح کمپنی سے آئی تھی، غائب ہوتی چلی جائے گی۔ ٹھیک اسی طرح انسان کا یہ باطن جو انوار الٰہیہ سے مزین ہو کر امر الٰہی کی صورت میں جسم کی حرکت اور جسم کی برکت بن کر آیا تھا وہ محجوب در محجوب ہوتا چلا جاتا ہے۔"

اسی بیان کے دوران حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے "طریقت" پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ طریقت دراصل اللہ تعالیٰ تک پہنچے کے طریقہ کا نام ہے۔ طریقت شرک و بدعت نہیں، بلکہ یہ وہ راستہ اور طریقہ ہے جو بندے کو بلندی تک لے جاتا ہے اور فرمایا کہ "شریعت ہی کا نام طریقت ہے" کوئی دوسری چیز نہیں۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"طریقت یعنی خدا تک پہنچنے کا طریق اور سکون حاصل کر لینے کا طریق۔ آج لوگوں کے سامنے تذکرہ کریں تو کہتے ہیں ماالطریقة (طریقت کیا ہے؟) طریقت شرک و بدعت نہیں ہے بلکہ وہی طریقہ ہے، وہی راستہ ہے جو بلندی تک لے جائے گا۔ طریقت یعنی ایسا طریق اصلاح جس میں انسان کی تربیت نفس کے تزکیہ اور قلب کی صفائی اور تحلیہ کے ساتھ کی جاتی ہے۔ شریعت ہی کا نام طریقت ہے، اس سے الگ کوئی چیز نہیں۔"

حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے "ذکر" کے تعلق سے فرمایا کہ "ذکر سے نور پیدا ہوتا ہے"، ذکر ہی نماز ہے اور ذکر ہی تلاوت کلام پاک ہے۔ ملاحظہ ہو:

"ذکر سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ذکر ایک پہلا وظیفہ ہے، ذکر ایک پہلا طریقہ ہے، جو انسان کو اس محبوب، اس مذکور کی طرف لے جاتا ہے۔ ذکر ہی نماز ہے، ذکر ہی وظیفہ ہے، ذکر ہی تلاوت کلام پاک ہے، ذکر ہی اللہ اللہ کہنا ہے، جس بہانے بھی محبوب یاد آجائے، جس بہانے بھی ان کی یاد پیدا ہو جائے وہی ذکر ہے۔ ذکر کا ایک انداز

ہوتا ہے، اسے سیکھنا پڑتا ہے۔ کس طرح ذکر کریں، کس انداز سے کریں، کس طرح کا انداز یادداشت کا ہو کہ وہ یادداشت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سبھوں کو اپنی یاد اور اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔''

حضرت مرشدنا نے کلکتہ کی ایک مجلس میں ''حقیقت ذکر'' کے تعلق سے بڑے ہی جامع انداز میں فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جو دلوں کو تڑپا دے اور قلوب کو بے چین کر دے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد قرآن پاک کی آیت مبارکہ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (پس تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔ بقرہ:۱۵۲) تلاوت فرمائی اور اس آیت کریمہ کی روشنی میں فرمایا:

''میں نے جو آیت پڑھی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ''پس تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔'' بہت مختصر مگر بہت آسان اور بڑی جامع بات کہی گئی ہے لیکن اس کے مفہوم بہت بڑے ہیں، جیسے کوزے میں سمندر کو جمع کر دیا جائے اور کوزے کو جب الٹا جائے اور سمندر پھیلتا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کتنی بستیوں کو بہا لے جائے گا، دنیا کو غرق کر دے گا، اس طرح اس آیت اور الفاظ کے معنی تو ہیں چھوٹے سے، لیکن جب وہ زندگیوں میں پیوست ہوں تو اس کا انداز الگ الگ اور جدا جدا ہوں۔ مدرسے اور مکتب میں اُذکر ذکر سے امر کا صیغہ ہے، سکھایا جاتا ہے اور معنی بتایا جاتا ہے۔ پس تم لوگ میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو ناشکرے نہ بنو۔ لیکن کیسے ذکر کریں؟ یہ نہیں بتایا جاتا۔ رواج اور عادت کے مطابق پیر صاحب نے بھی بتا دیا، مولانا صاحب نے بھی بتا دیا، مولوی صاحب نے بھی بتا دیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا کرو۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے اَفْضَلُ الذِّكْرِ

لَاالٰہَ اِلَّااللّٰہ، سب سے افضل ذکر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ ہے۔ اور میں نے بتادیا کہ تہجد کے وقت اٹھ جایا کرو اور بائیں سے دائیں ''لا'' پشت پر ''الہ'' اور قلب پر بڑے زور سے ''اِلَّااللّٰہ'' کی ضرب لگاؤ۔ لیکن اسی کو ذکر (یاد) کہتے ہیں؟ یہی یاد ہے؟ تسبیح اٹھائی اور سڑک پر، بازار میں ہر جگہ سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم زبان سے ورد کرلیا۔ حدیث میں آتا ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی الِلّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِیْ الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم (دو کلمے رحمٰن کے نزدیک بڑے پیارے ہیں، زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور ثقیل ہوں گے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم : بخاری) صبح شام پڑھ لیا کرو، سو سو مرتبہ پڑھ لیا کرو، بڑی برکت ہے، بڑا ثواب ہے۔ پیر صاحب سے پوچھا، مولوی صاحب سے پوچھا، انہوں نے کہا یہ پڑھ لیا کرو، وہ پڑھ لیا کرو۔ نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ مرید، طالب اور سائل آسودہ ہو جاتا ہے کہ میرے سوال کا جواب پوری طرح مل گیا اور سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُلِلّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم پڑھتا رہتا ہے۔ لیکن مجھے حقیقت میں بتادو کہ کیا یہی یاد ہے؟ آپ لوگوں میں سے سبھی کچھ نہ کچھ پڑھتے ہوں گے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳، ۳۳ اور ۳۴ مرتبہ پڑھتے ہوں گے۔ پیر صاحب کا بتایا ہوا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کا ضرب لگاتے ہی ہوں گے۔ کیا یہی یاد ہے؟ یاد کسے کہتے ہیں، اسے ایک تمثیل سے سمجھئے۔ آپ لوگوں میں سے بہت سے لوگ بہار سے، دیہات سے دور دراز سے اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر یہاں کلکتہ آئے ہوں گے یا کچھ لوگ یہاں سے دور کسی مقام پر کام کرنے کے لئے گئے ہوں گے اور

کسی محبوب ہستی کو خواہ وہ تمہاری ماں ہی ہو، کچھ دن کے لئے چھوڑا ہوگا۔ کسی سے ابھی ابھی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد ۱۰، ۱۲ دن میاں بیوی ساتھ رہے، ان کا آپس میں بہت پیار ہو گیا، جب تک حسن اتفاق سے سعودیہ سے ویزا آ گیا اور شوہر چلا گیا، دونوں میں جدائی ہو گئی یا آپ بہار میں تھے یا یوپی کے کسی ضلع میں تھے اور کلکتہ کی کسی اچھی کمپنی میں ملازمت مل گئی اور آپ چلے آئے۔ بیوی صاحبہ جو گھر میں بیٹھی ہیں یا مرد صاحب جو یہاں کلکتہ میں ملازمت کر رہے ہیں یا سعودیہ میں ملازمت کر رہے ہیں، سب پر کبھی نہ کبھی ایسا حادثہ گزرا ہوگا کہ جب آپ یہاں آئے تو بیوی صاحبہ کی یاد آئی ہوگی۔ آپ کی ماں جو بہت زیادہ محترم بہت زیادہ پیار کرنے والی ہیں، انہیں چھوڑ کر آ گئے جب تک فون سے خبر آئی کہ امی جان بہت بیمار ہیں۔ ایک ننھا بچہ جسے ہر دم کلیجہ سے لگائے بیٹھے تھے، اسے چھوڑ کر آ گئے خبر آئی کہ اس بچے کو ٹیٹنس ہو گیا ہے، بچنے کی امید نہیں ہے۔ اس خبر کو سن کر تمہارے دل میں جو ٹیس آئی جو تمہاری آنکھوں کے آنسوؤں کو روک نہ سکی۔ کسی پیر نے کسی مولوی نے تسبیح لے کر بتایا تھا کہ بچہ بچہ بچہ تسبیح کے دانے پر گنو۔ بیوی بیوی بیوی، حسن آرا، حسن آرا تسبیح کے دانے پر پڑھے تھے، امی کا نام زہرہ بیگم تسبیح کے دانے پر گنے تھے۔ آنسو آتا تھا تو اسے روکتے تھے، دل پھٹتا تھا تو اسے ضبط کرتے تھے۔ اس وقت امی کی یا بیوی کی یا بچے کی، کیا یاد آ رہی تھی؟ جس سے کلیجہ پھٹتا تھا، آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ یاد اور ذکر کا مفہوم وہ ہے جو تمہارے دلوں میں بیویوں کی جدائی پر یا بیٹے کے بچھڑنے پر ماؤں کے دلوں میں آئی۔ وہ درد اور ٹیس جوان کے سینوں میں پیدا ہوئی، جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور کلیجے پھٹنے لگے۔ حقیقت میں یاد اسی کا نام ہے۔''

کلکتہ کی اسی مجلس میں حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا مقصد واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میری زندگی کا مقصد'' ایک ہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے لوگ میری باتوں کو سمجھ لیں، میری باتوں کو تسلیم کر لیں اور کام میں لگ جائیں۔ اسی میں میرا فائدہ ہے، یہی میرا نذرانہ ہے اور یہی میری کمائی ہے۔ مزید فرمایا کہ آپ جب اچھے ہو جائیں گے تو امید ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو بخش دے گا اور آپ کی بخشش پر بخشنے والا شرم کھا کر مجھے بھی بخش دے گا۔ فرمایا کہ اپنی زندگی میں اصول بنائیے، بیدار رہئے، معمولات کی پابندی کیجئے، جس طرح آپ دنیا کے کام میں چاق و چوبند رہتے ہیں اسی طرح دین کے کاموں میں بھی بالخصوص نماز کے اوقات میں وقت سے پانچ منٹ قبل پہنچ کر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے۔ بابا حضور علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمایئے:

''ہماری دعوت، ہماری تعلیم، ہماری محنت و مجاہدے، ہمارے آنے جانے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ بندے جو اللہ کے غیر میں پھنس چکے ہیں ان کا دل اللہ کے غیر سے پھر کر اللہ کی طرف جڑ جائے پھر ان کا جتنا مقدر ہوگا جتنا مقسوم ہوگا وہ لپک کر، جھپک کر، دوڑ کر، چیخ کر، پکار کر، تڑپ کر جیسے بھی، وہ پانا چاہے گا، پالے گا۔ میری اپنی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ جہاں تک ہو سکے لوگ میری باتوں کو سمجھ لیں اور لگ جائیں، کام کریں، ان کو فائدہ پہنچ جائے۔ یہی میرا فائدہ ہے، یہی میرا نذرانہ ہے، یہی میری کمائی ہے، یہی آپ سے میرا فائدہ ہے۔ اگر آپ یہ کام کریں گے تو آپ اچھے ہو جائیں گے اور امید کرتا ہوں کہ آپ کی برکت سے ہم بھی اچھے ہو جائیں گے۔ آپ بخش دیئے جائیں گے تو امید ہے کہ جب شاگرد بخش دیا جائے گا تو بخشنے والا شرم کھا کر استاد کو بھی بخش دے گا۔ یہی لالچ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سب کی مغفرت فرمائے اور میری بھی۔

اپنی زندگی کے اصول بناؤ، جگنے جگانے کے اصول بناؤ، ذکر و اذکار کے اصول بناؤ،

وقت پر بیداری ہونی چاہئے۔ پابندی کے ساتھ وقت پر معمولات کی ادائیگی ہونی چاہئے۔تم دنیا کے کاموں میں کس قدر چاق و چوبند ہو،ضرور رہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں، دس بجے ڈیوٹی پہنچنا ہے تو پانچ منٹ پہلے پہنچو۔ لیکن اسی طرح دین کے کاموں میں خاص طور سے نماز کے اوقات میں پانچ منٹ پہلے مسجد پہنچ جاؤ تاکہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت کی نماز میسر ہو،اوراد و وظائف پورے ہوں اور ذکر واذکار پورے ہوں۔ آج تین بجے تہجد میں اٹھتے ہوتو کوشش کروکہ کل پونے تین ہی بجے اٹھیں گے تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف تمہارارجوع پوری طرح ہو،تمہارا دل جھکے اور کوئی دیکھے کہ یہ میرے لئے تڑپ رہاہےتو میں بھی اس کی طرف قدم بڑھاؤں۔وہ تمہارے انتظار میں ہیں لیکن تم خود بہت پیچھے ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں، جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت آتا ہےتو میں اس کی طرف ایک ہاتھ آتا ہوں، وہ جب میری طرف چل کرآتا ہےتو میں اس کی طرف دوڑکرآتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سبھوں کوتوفیق دے کہ ہم چلنے والے بلکہ دوڑنے والے بنیں۔ اس لئے کہ وہ خود فرماتے ہیں فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ (پس بھاگو اللہ کی طرف) جب تم بھاگو گے تو پتہ نہیں کس راکٹ کی رفتار سے تیز لپک کر تمہیں اپنے پاس بلالیں گے، لیکن ایک دن، دودن والا نہیں بلکہ استقامت کے ساتھ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سبھوں کو استقامت دے اور مجھے بھی۔آمین"

حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ دنیا کے اندر بہت ساری چیزیں ایسی ہیں، جو انسان کو صرف اور صرف غفلت و بیزاری میں ڈالتی ہیں، ان کے اندر کوتاہی اور سستی پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا اس غفلت و بیزاری اور سستی و کوتاہی سے بچنے کے لئے اور فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے حضور اکرم

ﷺ نے ایک نسخہ بتایا ہے کہ ''موت کو بکثرت یاد کرو'' - یہ ایسا نسخہ ہے، جو انسان کو ہلاکت و بربادی کے راستے سے بچا کر کامیابی اور کامرانی کی منزل سے ہمکنار کرتا ہے، غفلت و بیزاری سے بچاتا ہے اور دل کو نرم کرتا ہے۔ اس سے اللہ کی طرف راجع ہونے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور بندگی بجالانے میں ہمت، جذبہ، قوت اور بیداری پیدا کرتی ہے۔ کافر دنیا کی رعنائیوں میں گم ہو کر جہنم خریدتا ہے اور مومن دنیا سے اپنے قلب کو سرد کر کے جنت الفردوس کی رعنائیاں خریدتا ہے۔ حضرت مرشدنا فرماتے ہیں:

''دنیا میں لاکھوں چیزیں ایسی ہیں جو باعث غفلت ہیں اور شاید ہی کوئی ایسی ہستی قسمت سے مل پاتی ہے جو ہمارے قلوب میں ذکر بیٹھا دے۔ اب اگر دنیا کے ان تمام تعلقات کی، تمام رعنائیوں کی ہم نفی نہیں کریں گے تو دوسرا نفی کرنے والا نہیں ہوگا، اللہ بھلا کرے علما اور صوفیہ کا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی پاک صحبتوں کی برکت سے دلوں کے اندر ایک تڑپ پیدا فرما دے۔ اگر کسی ایک اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے سے دل نرم ہو جائے تو بڑی بات ہے، ورنہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک بڑا اچھا وظیفہ امت کو بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں ''موت کو کثرت سے یاد کیا کرو'' موت ایک ایسی چیز ہے، جو آدمی کو اس دنیا سے دوسری دنیا کی طرف لے جاتی ہے، موت ہی ایسا انداز ہے کہ آدمی برابر اسے دیکھتا ہے، کوئی اپنے باپ کو دفن کرتا ہے، کوئی اپنے بھائی کو دفن کرتا ہے، کوئی پڑوسی کو دفن کرتا ہے، بس آدمی کو ایک خیال پیدا ہو جائے کہ ہمیں بھی مرنا ہے تو اس کا دل نرم ہو جائے گا۔ مرنے کے خیال سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں دوسرے عالم میں جانا ہے، وہاں کے لئے ہمارے پاس توشہ ہونا چاہئے۔ کافر دنیا کی رعنائیوں میں پڑ کر جہنم خریدتا ہے، مومن دنیا سے اپنے قلب کو سرد کر کے آخرت میں جنت الفردوس کی رعنائیاں خریدتا ہے۔ مومن کو اسی دنیا کے اندر جنت الفردوس کے

دروازے اور جنت الفردوس کے خزانے دکھائی دیتے ہیں۔"

اسی بیان کے دوران حضرت علیہ الرحمہ نے "علامہ اقبال اور میاں شیر محمد علیہ الرحمہ کا واقعہ" بھی بیان فرمایا:

"اقبال بے چارے نے نگاہ باطنی کھلنے سے پہلے کہا" اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور" اور میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں پہنچے اور وہاں سے فیض پایا تو کلام میں خلد بریں اور جبرئیل ورضوان کی ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں گویا کہ مشاہدہ سے لکھ رہے ہیں اور جس خانقاہ کے بارے میں فرمایا تھا:

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے واپس تشریف لائے تو فرماتے ہیں:

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں پہنچنے کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے متبع سنت بزرگ تھے، خانہ کعبہ سے تھوڑی دور پر ان کا مزار ہے، اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے اور اتباع سنت کا اتنا اہتمام اور ایسی سختی تھی کہ بغیر داڑھی والا ان سے مصافحہ نہیں کر سکتا تھا، ان کی خانقاہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اقبال صاحبؒ اگر کسی کے معتقد ہوئے تو انہیں کے معتقد ہوئے، ڈپٹی نذیر صاحب ان ہی

کے مرید تھے اور اقبال صاحبؒ کے دوست تھے۔ ڈپٹی نذیر صاحب اپنے مرشد سے ملاقات کے لئے لاہور تشریف لے گئے لیکن سفر کی تکان اور گرد وغبار سے صفائی کے خیال سے اپنے دوست اقبال صاحبؒ کے پاس ٹھہرے، غسل کیا، کپڑے تبدیل کر کے نماز ادا کی، پھر اپنے مرشد میاں شیر محمدؒ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے نکلے، اقبال صاحبؒ نے پوچھا، کہاں؟ بولے! حضرت کے پاس جا رہا ہوں، اقبال صاحبؒ نے کہا، میاں ہم بھی ان کے بڑے عاشق ہیں، ہم بھی جانا چاہتے ہیں۔ کہا، ساتھ چلو دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ دروازے تک گئے، ترک سنت کی وجہ سے دل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اقبال صاحبؒ دروازے کے اندر داخل نہ ہو سکے، بولے، مجھے شرم آتی ہے کہ کیسے منہ دکھاؤں۔ کہا، تم جاؤ۔ الغرض نذیر صاحب حاضر خدمت ہوئے، سلام ومصافحہ کے بعد پوچھا ساتھ میں کوئی ہے؟ (بڑے صاحب کشف تھے) کہا، حضور! اقبال ساتھ آئے ہیں، مگر آپ کی ناراضگی کے خیال سے اندر نہ آ سکے۔ فرمایا، ہاں میں تو پسند نہیں کرتا، لیکن اسے بلاؤ، اس کے پیٹ میں داڑھی ہے۔ خوشی بخوشی نذیر صاحب بھاگے ہوئے باہر آئے اور اقبال صاحبؒ کو لے گئے۔ اقبال صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اندر قدم رکھا اور میرے قلب پر توجہ پڑی، ہوش نہیں رہا، قلب میں عشق ومحبت کی چنگاری پڑ گئی۔ بہر حال حضرت میاں شیر محمدؒ سے بیعت ہو گئے۔ پھر ان کے نظریات بدلے تو بال جبریل وغیرہ میں کیسی معرفت وحقیقت کی باتیں کرتے ہیں۔

میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے ایک مرتبہ کوتوال آیا، جوں ہی وہ قریب آیا، آپ پیچھے ہٹنے لگے۔ ارے کوتوال آیا ہے، مجھے پکڑے گا، مجھے بچاؤ، پکڑنے آیا ہے، ادھر داروغہ کہہ رہا ہے، نہیں حضور! میں آپ سے فیض حاصل کرنے آیا ہوں۔

پیچھے ہٹتے ہٹتے یک بیک رک گئے اور پھر آگے بڑھ کر زور سے کوتوال کو ایک طمانچہ رسید کیا اور فرمایا آج تک تو کوتوال لاہور تھا، آج سے تو قطب لاہور ہے۔ اور واقعی لوگوں نے دیکھا کہ کچھ دنوں بعد لمبی داڑھی، مصلیٰ، سنتوں کا اہتمام، چاشت وتہجد کی پابندی ایسی بڑھی کہ واقعی وہ قطب لاہور ہو گئے۔"

حضرت مرشدناؒ نے ایک مجلس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد قرآن کریم کی آیت مبارکہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط (فرمادیجئے اے میرے محبوب کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو پس میری اتباع کرو، اللہ کی محبت ہو جائے گی اور وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ آل عمران:۳۱) تلاوت فرمائی اور اس کی روشنی میں "محبت" کے بارے میں فرمایا کہ محبت ایسی چیز ہے جو دماغ کو ماؤف کر دیتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جذبہ محبت کو اللہ رب العزت نے انسان کے باطن میں امانت کے طور پر رکھ دیا اور رب کی یہ خواہش رہی کہ بندہ صرف مجھ سے محبت کرے اور کسی غیر کی محبت کو اپنے سینے میں داخل نہ ہونے دے۔ فرماتے ہیں:

"محبت ایسی غالب اور اغلب چیز ہے کہ دماغ کو ماؤف کر دینے کے باوجود آپ کی زندگی کے ساتھ ساتھ آپ کے وجود میں، باطن میں عود کرتی ہے، چاہے وہ کسی کی محبت ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس محبت کے جذبہ کو انسان کے باطن میں امانت کے طور پر رکھ کر یہ چاہا کہ یہ محبت اور پیار صرف میری طرف راجع ہو کسی اور کی طرف نہ جائے، یہ محبت صرف مجھ سے ہو، میرے غیر سے نہ ہو۔ اور دوسری طرف لاکھوں کروڑوں ایسی چیزیں پیدا کر دیں، جن سے انسان کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ محبت کا جذبہ ایک رکھا، اس کا پیالہ، اس کا برتن ایک رکھا یعنی قلب مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ (اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی انسان کے پہلو میں دو قلب نہیں بنائے۔ احزاب:۴) اور اس محبت کو کھینچنے والی کروڑوں چیزیں پیدا کر دیں — بیوی

پیدا کر دیا، شوہر پیدا کر دیا، ماں پیدا کیا، بیٹا پیدا کیا، بھائی پیدا کیا، بہن پیدا کر دیا، عزیز و اقارب اور بہت طرح کی چیزیں بنائیں، جو انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اپنی طرف متوجہ کرنے والی ہیں۔ ان کی طرف اٹریکشن ہے۔ خود انسان کے باطن میں نفس اور اس کی لاکھوں خواہشات پیدا کیں۔

نفس کی خواہشات وضروریات یعنی کھانا، پانی، مکان، عیش و آرام، اپنی برتری، اپنی تعریف کی خواہش۔ الغرض کروڑوں چیزیں ایسی رکھ دیں، جو اپنی طرف متوجہ کرنے والی ہیں۔ اور دونوں کے درمیان انسان کو ہوش اور عقل کے ساتھ پیدا کر کے چھوڑ دیا۔ خود چاہتا ہے کہ انسان کے باطن میں میری محبت ہو، لوگ مجھے چاہیں، میرے سوا کسی غیر کو نہ چاہیں، میرے غیر سے توبہ کر لیں، اس جذبہ محبت و پیار کا مقصود اپنی ذات پاک کو رکھا اور خود کئی کروڑ پردوں کے اندر ہو گیا۔"

---

دریں اثنا حضرت مرشدنا نے سوالیہ لہجے میں فرمایا کہ "مذہب اسلام کیا ہے؟" پھر اس کے بعد اس کی وضاحت فرمائی:

"ان کئی کروڑ پردوں کو پھاڑ کر، ان کئی کروڑ چیزوں کی محبت کو 'لا الہ' کی تلوار سے ختم کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کو قلب کے اندر پیوست کرنا مذہب اسلام ہے، یہی 'لَاالٰہَ اِلَاّاللّٰہ' ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور دین ہے تو وہ دین اسلام نہیں، اس کی وضاحت پورا قرآن کرتا ہے، پوری حدیث کرتی ہے۔ اب وہ کس طرف راجع ہو جاتی ہے، کس طرف پلٹتی ہے، کہاں پیدا ہو جاتی ہے، وہ ایک الگ بات ہے۔

میں نے ابتدا میں جو آیت پڑھی ہے اس میں اسی جذبہ کو ابھارا گیا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ کہہ دیجئے اے میرے محبوب! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِیْ (پس میری اتباع کرو)۔

پس جس طرح اللہ کے حبیب ﷺ اللہ سے محبت کرتے ہیں تم بھی اسی انداز میں خدا سے محبت کرو، اسی طرح کی محبت، اسی طرح کا انداز، اسی طرح کا عمل، اسی طرح کا اخلاق، اسی طرح کا اخلاص تمہارے باطن میں پیوست ہونا چاہئے ۔اور جب اللہ کے محبوب علیہ السلام کا سا انداز پیدا ہوگا تو فرماتے ہیں کہ یہ محبت اور اتباع کا یہ انداز اس کا ثمر یہ ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود تم سے محبت کرنے لگیں گے کیوں کہ تم اندھیرے میں بھٹک کر اللہ کو نہیں پاسکتے ،تم تلاش کرنا چاہو گے تو نہیں پاسکتے ۔اتباع کا انداز اور اتباع کا نور ایسا ہے، جو معرفت کی آنکھیں کھول دے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی دید و دانش کا انداز پیدا ہوگا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے متبعین کاملین ایسے ہوئے ہیں، جنہوں نے اپنے پورے وجود کو اپنی جان کو اللہ کی طلب میں، اللہ کی راہ میں فنا کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت اور عشق کو ثابت کردیا، اپنی جان کی محبت پر، مال واولاد اور سارے جہاں کی محبت پر اللہ کی محبت کو غالب اور اغلب کر کے ثابت کردیا اور کہا یٰاَیُّھَاالنَّاسُ قُولُوالَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ تُفلِحُوا یعنی اے لوگو! لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہو اور (اس کا حق ادا کرو) کامیاب ہو جاؤ گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی فیصلہ سنا دیا کہ میری محبت میرے محبوب ﷺ کے اتباع سے حاصل ہوگی اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع بغیر محبت رسول کے نہیں ہوسکتی ہے۔اور خود آپ ﷺ کا ارشاد ہے ،جب تک میری محبت تمہارے دلوں میں تمہاری جان سے بھی زیادہ بڑھ نہ جائے گی تم مومن نہیں ہو سکتے ہو۔''

حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس میں حضور آقائے کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ''اخلاص و بے نفسی پر مبنی واقعہ'' بیان فرمایا کہ آقائے کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاص اور بے نفسی نے ایسا کمال کردکھایا کہ وہ بڑھیا جو حضور اکرم ﷺ کے سر انور پر اور جسم

مبارک پر کوڑے پھینکا کرتی تھی، ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئی۔ وہ بڑھیا جسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام سے نفرت تھی، حضور اکرم ﷺ کے اخلاص واخلاق نے ایمان قبول کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ مشرف بہ ایمان ہوئی۔ فرماتے ہیں:

''یہ وہی اخلاص اور بے نفسی ہے، جس نے اس کمینی بڑھیا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا جو دن بھر کے خار اور کوڑے کو جمع کر کے رکھا کرتی تھی اور شام کو ہمارے مولیٰ و آقا ﷺ کے سر اطہر پر اس راہ سے گزرتے وقت ڈال دیا کرتی تھی اور اس طرح وہ اپنے کفر و شیطنت کو تسکین دیا کرتی تھی۔ جو اخلاص و محبت کی نگاہوں میں اس پیکر اخلاص، امام نور ہدایت کے جوش ایمان کی بدولت پھول معلوم ہوا کرتے تھے کسی موقع پر حسب عادت سر اطہر اور جسم مبارک پر نہ پڑنے پر بیتاب و بے چین ہو گئے۔ ارے وہ بڑھیا ماں، جو روزانہ مجھ پر خار اور کوڑے کے پھول برسایا کرتی تھی، آج کہاں چلی گئی؟ بتایا گیا کہ آج وہ علیل ہے۔ دیکھو دیکھو ایسی کمینی دشمن عورت جو ہمارے آقا و مولی ﷺ کے سر اطہر کو ذلیل کرنے کی ٹھان رکھی تھی اور حد سے گزر چکی تھی۔ اخلاص اور محبت کے پیکر، نور ہدایت کی بے نفسی اور اخلاص کی زبان سے ماں کہلاتی ہے۔ ہائے وہ محسن انسانیت، پیکر اخلاص و محبت اس بڑھیا کی علالت سے بے چین ہو جاتے ہیں۔ بے چینی کا اظہار ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بیمار پرسی کے لئے اس کے ناپاک گھر کو اپنے قدم مبارک سے منور فرما دیتے ہیں۔ بیتابی سے فرماتے ہیں ارے ارے میری ماں! تجھے کیا ہو گیا؟ ارے تو کون ہے؟ کون ہے جو مجھے ماں کہہ کر پکار رہا ہے، میں بستر مرگ پر تڑپ رہی ہوں، مجھ سے میری بطن کی اولاد بھی خیریت پوچھنے کی خواہاں نہیں۔ ارے تو کون ہے؟ جس کے منہ سے نکلی ہوئی ماں کی آواز نے میرے قلب و جگر کو ٹھنڈا کر دیا۔ ہائے میں تجھ پر قربان ہو جاؤں، جلد بتا تو

کون ہے؟ اخلاق عظیم پر فائز جن کا خالق خود ان کو خلق عظیم کے تمغہ سے نوازتا ہوا فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (اے میرے محبوب آپ تو سب سے عظیم اخلاق پر فائز کئے گئے ہیں۔ القلم:۴) محبت کے پھولوں کی بارش کرتے ہوئے اپنے اخلاق حسنہ سے بڑھیا کا دل جیت لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں اے میری ماں! تو نے پہچانا نہیں، میں ہوں تیرا بیٹا محمد (ﷺ)، جس کے سر پر تو روزانہ اپنی شفقت و محبت سے کوڑے کرکٹ اور میل کچیل کے پھول برسایا کرتی تھی۔ اپنی ماں کی ممتا، شفقت و پیار کے پھول کو نہ پا کر بے چین ہوا، تیرے قدموں میں آیا ہوں۔ بول تجھے کیا ہوا ہے، تیرا یہ بیٹا کیا خدمت کرسکتا ہے؟ آہ! اخلاص، اخلاق اور محبت کے درد سے بھری ہوئی یہ ٹیس بڑھیا کے نفس میں اتر گئی۔ (فاتح عالم ﷺ اس بڑھیا کے باطل خداؤں کی خدائی کو توڑ ڈالنا اور بقول اس کے اپنے سحر و جادوئی اثرات سے چور چور کر ڈالنا چاہتے ہیں) وہ گھبرا کر مکہ ترک کر کے کہیں پناہ لینا چاہتی ہے، اس کی پوٹلی بھاری ہے، اس کی اولاد، اعزہ و احباب اس کی مدد سے انکار کر چکے ہیں، کوئی قلی اس کی گٹھری کو اٹھانے کو تیار نہیں ہے، سڑک پر ہر آنے جانے والے سے التجا کرتی ہے کہ میں محمد (ﷺ) کے فتنے سے بچنا چاہتی ہوں (نعوذ باللہ، معاذ اللہ) پوری مزدوری دوں گی، کوئی میری پوٹلی مکہ سے باہر منزل مقصود تک پہنچا دے تاکہ میں اس بستی سے دور ہو جاؤں جہاں محمد (ﷺ) بستا ہے۔ ایک حسن و جمال کا پیکر، وجیہہ و شاندار شخصیت کا مالک سوال کرتا ہے اے میری ماں! تجھ پر کیا افتاد آن پڑی ہے، چل کہاں جانا چاہتی ہے؟ تیرا یہ بیٹا تیری خدمت کے لئے حاضر ہے، اس کی پوٹلی کو دو جہاں کی سرداری اور بادشاہت والے تاجدار ﷺ نے اپنے سر اطہر پر اٹھالیا۔ بڑھیا آگے آگے چلی اور دونوں منزل کی طرف رواں دواں ہوئے، جب وہ بستی اور مکان آیا جو

بڑھیا کی منزل تھی، ٹھہر گئے، پوٹلی کو اتار دیا، اس بڑھیا پر اخلاص ومحبت کے پھول برساتے ہوئے اور ماں کہتے ہوئے واپسی کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ بڑھیا کہتی ہے بھیا! اپنی مزدوری لیتے جاؤ، بولو کیا مانگتے ہو، تو نے مجھے خوش کردیا جو کام میری اولاد، اعزہ واحباب کسی نے نہ کیا، تم نے کردیا۔ مجھے محمد (ﷺ) کے جادو اور فتنے سے نجات دے دی، میری پوٹلی اٹھا کر یہاں تک لے آئے۔ بولو اور مانگو کیا مانگتے ہو؟ مجھے ماں کہہ کر مجھے حقیقی بیٹے جیسا پیار دے دیا، میرے دل کو راحت دے دی اور قلب وجگر کو ٹھنڈا کردیا۔

ہائے وہ پیارا مزدور، محسن انسانیت جو اپنی پیاری امت کے پاپوں سے بھری ہوئی بھاری گٹھری کو اٹھانے اور شفاعت کرانے کا عزم کر چکے ہوں، بول اٹھتے ہیں۔ اے میری ماں! بھلا کوئی بیٹا اپنی ماں کی خدمت کی اجرت طلب کرتا ہے۔ مجھے تیری نیک دعائیں چاہئیں، تو مجھ سے خوش ہوجا، نیک دعائیں دے، یہی میری اجرت ہے، یہی میری مزدوری ہے۔ اتنا کہہ کر آپ ﷺ واپسی کا قصد کرتے ہیں کہ بڑھیا قدموں کو چھان لیتی ہے۔ آہ! میرے قلب وجگر کو راحت پہنچانے والے اور ٹھنڈا کرنے والے، اپنی ماں کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو، چند ساعت میں میرے بطن سے پیدا اولاد سے بھی زیادہ پیار اور محبت دینے والے ذرا اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میری ماں! تو نے پہچانا نہیں، میں ہوں تیرا بیٹا محمد (ﷺ)۔ یہ جملہ، جملہ نہ تھا ایک دھاکہ تھا، جس سے کفر وشرک کے پرخچے اڑ گئے، ایک ضرب کاری تھی، جو بڑھیا کے اندر کے نفس وشیطان کو ایک ہی ضرب میں فنا کر گئی۔ چلا اٹھی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

کہیں اخلاص ومحبت کے پیکر طائف میں پتھر برسانے والوں، لہولہان کرنے والوں،

گالیاں دینے والوں اور کیچڑ پھینکنے والوں کو رورو کر ہدایت کی دعائیں دے رہے ہیں۔ کہیں اپنے محبوب چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور کلیجہ چیرنے والے حضرت وحشیؓ کو اللہ کے واسطے معاف کر دیتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ ابوسفیان، عکرمہ بن ابو جہل اور ہزاروں ایسے افراد ہیں، جنہوں نے ظلم وستم کی حد کو پار کر دیا، ان سب کو اپنے دامن شفقت میں جگہ دیتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ بے نفسی اور اخلاص کی کتنی داستانیں سناؤں۔ رحمت للعالمین جن پر میری روح، میری جان، میری ماں اور باپ سب قربان، کی حیات طیبہ کے دامن میں ایسی ایسی لاکھوں داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔ اخلاص اس کو کہتے ہیں، بے نفسی اس چیز کا نام ہے۔ اس مقام ''الا اللہ'' پر آ کر عزت نفس اور اپنی بڑائی جیسی کسی چیز کا نام ونشان بھی نہیں رہ جاتا ہے۔ داعی اور مبلغ کے لئے ایسی ہی اخلاص و بے نفسی کی حاجت ہے۔ اس مقام پر ذرہ برابر بھی نفس کی کجی اور اکڑ باقی رہی تو سب کچھ پراگندہ کر دے گی۔''

---

حضرت مرشدنا نور اللہ مرقدہ نے ایک مجلس میں ''حقیقی محبت واطاعت'' کے بارے میں فرمایا کہ ہم لوگوں کا تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے صرف زبانی ہے، اور دنیا و دنیا کی چیزوں سے تعلق قلبی اور عملی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کاموں کو ہم وقت سے قبل انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہم تہجد کے لئے اللہ کی محبت ورضا اور اس کے رسول حضرت آقائے کائنات ﷺ کی اطاعت میں شب میں بیدار نہیں ہو سکتے۔ جب کہ اللہ رب العالمین رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور منادی کرتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی رحمت کا چاہنے والا اور ہے کوئی روزی مانگنے والا۔ یہ کیسی محبت ہے کہ ہم محبوب کی پکار پر لبیک نہیں کہتے بلکہ ہم اپنے نفس کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور اس کی غلامی میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''کسی کی محبت کا اندازہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، کوئی آپ سے کہے ایک گلاس پانی لاؤ، آپ جواب دیں گے کہ صاحب! آپ سے ہم بے حد محبت کرتے ہیں لیکن پانی کہاں سے لاؤں؟ اور ایک شخص وہ ہے، جس سے آپ کو دلی محبت ہے، وہ آپ سے پانی مانگے تو آپ گھر، باہر، بازار اور دور دور تک پانی تلاش کریں گے اور ہر ممکن صورت اختیار کرکے اطاعت بجالانے کی کوشش کریں گے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی سڑک پر چلا جا رہا ہے، اس کی ماں کی عمر کی ایک بڑھیا عورت جو اس کی ماں سے بھی زیادہ کمزور اور ضرورت مند ہو، وہ اس سے کہے ایک گلاس پانی دینا تو شاید وہ شخص سنی ان سنی کردے گا اور ٹال کر چلا جائے گا۔ لیکن وہیں پر اس کی ماں پانی مانگے تو فرماں بردار بیٹا کس قدر سرعت سے اطاعت کے لئے دوڑ پڑے گا، اس کا مشاہدہ روزانہ آپ اور ہم کرتے ہیں، وجہ کیا؟ وجہ صرف یہ کہ ماں کی محبت جو دل کے اندر رچی بسی ہوئی ہے، وہ اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ ایک جاننے والا، اخلاقیات کا مطالعہ کرنے والا، خدمت خلق پر، انسانیت کی فلاح و بہبود پر لمبی تقریر کرسکتا ہے، لیکن دلی محبت نہ ہونے کی وجہ سے شاید اس بڑھیا کو ایک گلاس پانی نہیں دے گا۔

یہی حال آج کل ہم لوگوں کا ہے، اللہ، اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق، اللہ، اللہ کے رسول ﷺ کی محبت زبانی ہے اور دنیا، دنیا کی چیزوں سے تعلق، دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت قلبی اور عملی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام ہو ہم اسے وقت سے قبل کرلیتے ہیں، ڈیوٹی جانا ہو، گاڑی پکڑنا ہو یا اور بھی کوئی کام ہو۔ چار بجے کا ٹائم ہے تو تین ہی بجے سے تیاری شروع کردیتے ہیں، لیکن تہجد کی نماز کے لئے، اللہ، رسول کے نام پر تین بجے شب میں بیدار ہونے سے متعلق مسئلہ بتائے گا کہ کوئی فرض تو نہیں ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ روزانہ رات۔ کے آخری پہر اللہ

تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور منادی کرتے ہیں کہ " ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا جسے میں بخش دوں، ہے کوئی رحمت چاہنے والا، ہے کوئی روزی مانگنے والا۔" اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس ندائے بخشش ورحمت پر لبیک نہیں کہتا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں بیدار نہیں ہوتا، نرم بستروں سے جدا نہیں ہوتا، اپنی نیند کو قربان نہیں کرتا اور زبانی دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے اللہ ورسول ﷺ سے محبت ہے۔ یہ کون سی محبت ہے کہ محبوب کی پکار پر لبیک نہ کہے، محبوب کی پکار پر اس کے دربار میں حاضر نہ ہو؟ بستر استراحت پر پڑا اپنے نفس کی پرستش میں لگا رہے۔

معلوم ہوا کہ ہمارے دلوں میں اللہ ورسول ﷺ کی محبت کم ہے اور دنیا و دنیا کی چیزوں کی محبت بہت زیادہ ہے، حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ و رسول ﷺ سے محبت زیادہ مضبوط ہو اور دنیا کی محبت کم ہو، مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ مومن کے لئے یہ دنیا قید خانہ ہے، اسے اللہ ورسول کی اطاعت کی بیڑیاں پہن کر قیدی کے مانند دنیا میں زندگی گزارنا ہے اور کافر کے لئے اسی دنیا میں جنت ہے اور وہاں آخرت میں اس کے لئے ابدی عذاب اور مومن کے لئے ہمیشہ ہمیش کی جنت ہے۔"

اسی بیان کے دوران حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے حدیث پاک کی روشنی میں فرمایا کہ "سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت بابرکت" سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلوب دنیا سے سرد پڑ گئے تھے اور خدا کی لقا، شوق شہادت اور آخرت کی طلب میں ان کے قلوب گرم تھے۔ آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ذکر اللہ کی مشغولیت شیطان کے دفاع کا ذریعہ ہے۔ لیکن جیسے ہی انسان غافل ہوتا ہے، شیطان اس کے قلب کو اپنی غلاظت سے سیاہ کر دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت بابرکت کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے قلوب دنیا سے سرد پڑ گئے تھے اور خدا کی لقا، شوق شہادت اور آخرت کی طلب میں ان کے قلوب گرم تھے۔ ایک بہت مشہور حدیث ہے جسے حدیث حنظلہؓ کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب میں خود حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی زبانی منقول ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بن ربیع اسیدی کہتے ہیں کہ جب ہم نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہم کو نصیحت کرتے ہیں اور دوزخ و جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور بیوی، بچوں، زمینوں اور باغات کے مشاغل میں گھر جاتے ہیں تو ہم پر بہت زیادہ نسیان طاری ہو جاتا ہے (یعنی دوزخ و جنت اور نصیحت کی باتوں کو ہم بھول جاتے ہیں)۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پس ہم اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیوی، بچوں، زمینوں اور باغات کے بکھیڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم (نصیحت کی) بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر تم اسی حال میں جس حال میں میرے پاس رہتے ہو اور خدا کی یاد میں لگے رہو تو البتہ فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کریں، لیکن کبھی کبھی اے حنظلہ! (یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا یعنی کبھی حضور قلب ہوتی ہے تو کبھی نسیان و

غفلت طاری ہو جاتا ہے)

حدیث پاک میں ہے کہ بیشک شیطان انسان کے قلب پر (مثل مچھر کے) سونڈ گاڑے بیٹھا رہتا ہے، جب آدمی ذکر کرتا ہے تو شیطان دور ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔

ہمیں اور آپ کو سوچنا چاہئے کہ اگر یہ حدیث اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان سچا ہے اور بیشک سچا ہے، تو ہم اپنے اوقات کو کتنا ذکر میں مشغول رکھ کر شیطان کے وسوسہ اور اس کی سیاہی سے قلب کو محفوظ رکھ پاتے ہیں اور کتنا غافل رہ کر اپنے قلب کو شیطان کی غلاظت سے سیاہ کرا لیتے ہیں، شیطان قلب انسانی پر مچھر کے سونڈ گاڑنے کی مانند بیٹھا رہتا ہے، بڑی اچھی مثال ہے۔ مچھر کو آپ نے دیکھا ہوگا، بجلی ہے، پنکھا چل رہا ہے، جس سے اس کے پروں پر ہوا لگ رہی ہے تو وہ نہیں بیٹھتا، بھاگا رہتا ہے، جوں ہی پنکھا بند ہوا، پروں پر ہوا کم لگی، پھر چپکے سے بیٹھ کر سونڈ گاڑ دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آدمی جب ذکر اللہ میں مشغول ہوتا ہے تو وہ (شیطان) بھاگ جاتا ہے، پرے ہٹ جاتا ہے اور جوں ہی آدمی غافل ہوا تو اس کے قلب پر بیٹھ کر غلاظت کر دیتا ہے اور قلب کو سیاہ کر دیتا ہے۔ غور کریں کہ چوبیس گھنٹے میں ہم کتنی دیر شیطان کو مہلت نہیں دیتے اور کتنی دیر اس سے غلاظت کروا کر قلب کو سیاہ کراتے رہتے ہیں۔''

---

حضرت مرشدنا نے ایک مجلس میں ''فکر آخرت'' کے موضوع پر طویل بیان میں فرمایا کہ چوبیس گھنٹے میں ڈیڑھ گھنٹے کی عبادت انسان پر اتنا بوجھ ہے کہ کسی طرح ادا کر لیتا ہے۔ حالانکہ انسان کی یہ زندگی بس تھوڑی سی ہے، اسی تھوڑی سی زندگی کے لئے اپنے آرام و آسائش اور دنیا کے حصول کے لئے آخرت کو ضائع کرتا ہے۔ لیکن آخرت کی زندگی جو ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے، اس کے لئے کوئی فکر نہیں۔ حضرت نے فرمایا:

''چوبیس گھنٹے میں ڈیڑھ گھنٹے کی عبادت اس قدر بار ہے انسان پر کہ بس بہت ہی مشکل سے کسی طرح ادا ہو جاتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آٹھ آٹھ گھنٹے، سولہ سولہ گھنٹے، مزدور کا کام کرتے ہیں، پتھر اٹھاتے ہیں، گارہ اٹھاتے ہیں اور مشکل سے مشکل کام کرتے ہیں۔ آخر کس لئے؟ صرف اس لئے کہ باعزت طور پر روزی کمائیں۔ لیکن وہ کتنے ہوشیار ہیں یا کتنے بے وقوف کہ دو روٹی عزت سے کھانے کے لئے اور دو جوڑے کپڑے تن پر ڈالنے کے لئے آٹھ گھنٹے، سولہ گھنٹے، بیس گھنٹے کسی کی ملازمت، کسی کی غلامی کرتے ہیں۔ لیکن کل آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں عیش و آرام کے لئے انہیں کوئی فکر نہیں، پتہ نہیں ہوشیار ہیں یا بے وقوف؟

بچہ ذرا ہوش مند ہو، بچپن ہی سے اسے اسکول لے جاتے ہیں، پڑھاتے ہیں لکھاتے ہیں، نہیں پڑھتا ہے تو اس کی پٹائی کرتے ہیں، کیوں؟ صرف ایک ہی تصور تو ہے کہ اس کی پچاس ساٹھ برس آئندہ کی زندگی کسی قابل ہو جائے۔ لیکن ان ہی والدین کو اس بات کی فکر نہیں کہ اگر بچے کے دل و دماغ میں فکر آخرت پیدا نہیں ہوئی، وہ اعمال حسنہ کو بجالا کر آخرت کی فکر کرنے والا نہ بنا تو کل آخرت میں میرا یہ بچہ جہنم میں جلے گا اور اس کا حشر بروں کے ساتھ ہوگا۔ حالانکہ معاملہ برعکس یہ ہے کہ اگر آج بچے نے نہیں پڑھا، اسکول نہیں گیا، اچھے کالج میں جا کر فرسٹ کلاس یا ٹاپ نہیں کیا اور بہت کامیاب زندگی اس کی نہیں ہوئی تو بھی جی لے گا، مر نہیں جائے گا۔ اگر چہ بہت کامیاب زندگی اس کی نہیں ہوگی۔ ایک اَن پڑھ آدمی بھی کھاتا ہے پیتا ہے زندگی گزارتا ہے، یہاں تو اگر نہیں کچھ کرتا ہے تو مانگے بھیک بھی مل جاتی ہے، آپ بھی ترس کھا کر روپیہ دو روپیہ دے دیتے ہیں لیکن کل قیامت میں مانگے بھیک بھی نہیں ملنے والی ہے، باپ بیٹے کو نہیں پوچھنے والا ہے اور بیٹا باپ کو نہیں پوچھنے والا ہے

وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ ز وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَيۡـًٔا ط اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ، وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ○ (لقمان:۳۳) اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کردے، اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، سوتم کو دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تم کو وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں نہ ڈالے۔

یہی عقلمند انسان، یہی بڑا کھوپڑا رکھنے والا انسان بچوں کی پٹائی بھی کرتا ہے صرف صبح و شام کی عزت کی دوروٹی کے لئے۔ حالانکہ کل کی دوروٹی کے بارے میں کسی کو بھی سوفیصد یقین نہیں ہے کہ ساری محنت وکوشش کے باوجود عزت کی دوروٹی صحیح طریقے سے کھاسکیں گے۔ لیکن ساری ہوشیاری اور سارا دماغ اسی کل کے لئے لگاتا ہے اور وہ کل (یعنی آخرت کا کل) جو یقینی ہے کہ جس سے بچتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا گیا، جو کل ٹلنے والا نہیں ہے جس کی پہلی منزل قبر ہے اور جس کی ابتدا موت سے ہوجاتی ہے، اس کل کے بارے میں بہت ہی بے فکر ہے، اس کل کے لئے کوئی تیاری اور کوئی ہوشیاری نہیں برتتا ہے۔"

اپنے اسی بیان کے دوران حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر انسان آخرت کے ایک دن یعنی "یوم الحساب" کے بارے میں غور وفکر کرے کہ وہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا، اور آخرت کے ایک دن کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اسی (۸۰) سال کی ہوگی تو صرف "ڈھائی سکنڈ کی زندگی" ہوتی ہے۔ تو اس ڈھائی سکنڈ کی زندگی کے لئے انسان سب کچھ کر گزرتا ہے جو اسے نہیں کرنا چاہئے۔ بابا حضور علیہ الرحمۃ نے دوران بیان حضور اکرم ﷺ کے قول کے مطابق قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا اور اس روز کی ہیبت ناکی سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

سورج سوا نیزے پر ہوگا، زمین تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گی، گرمی کی شدت اتنی ہو گی کہ انسان کا بھیجہ کھولے گا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے، لوگوں کے اندر وحشت ہوگی، ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگیں گے، باپ بیٹے کا، شوہر بیوی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا، لوگ اللہ کے جلال سے کانپیں گے اور انبیاء سربسجود ہوں گے۔ اسی طرح لوگوں کے پچاس ہزار سال گزر جائیں گے۔ اس ایک دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا، اس کے لئے کوئی فکر نہیں افسوس! حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آخرت کی دائمی زندگی تو چھوڑ دو، صرف آخرت کا ایک دن 'یوم الحساب' کے بارے میں قرآن میں آتا ہے خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (معارج:۴) کہ وہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ دنیا کی زندگی ایک انسان کے حق میں زیادہ سے زیادہ اسی (۸۰) سال کی مان لیجئے اور اسی (۸۰) برس کو پچاس ہزار برسوں کے ایک دن کے مقابلہ میں کلکلیٹ کیجئے تو 'ڈھائی سکنڈ' برابر اسی (۸۰) سال ہوتا ہے۔ پچاس ہزار برس بلکہ ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو خوش عیش بنانے کے لئے کیا 'ڈھائی سکنڈ' قربان نہیں کر سکتے ہو؟ اور دنیا کی آئندہ بقیہ زندگی کو خوش عیش بنانے کے لئے کیسی کیسی صعوبتیں برداشت نہیں کرتے ہو، کتنے جتن اور کتنی دماغ سوزی کرتے ہو۔ آج کی آمدنی سے کل کے ناشتے و کھانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ آپ سے کہا جائے گا کہ کل سے ڈیوٹی نہ جایئے، کیا آپ نہیں جائیں گے؟ ضرور جائیں گے، اس کی آخر وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف اتنی ہے کہ کل کا عیش و آرام نصیب ہو جائے۔ لیکن کل آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو چارمنگ بنانے کے لئے اس دنیاوی زندگی کے 'ڈھائی سکنڈ' کو قربان نہیں کر سکتے۔ آخرت کا صرف ایک دن، جس دن حساب کے لئے اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا، اس دن کا حال سرکار دو عالم ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں

کہ سورج لوگوں کے سروں پر سوا نیزے پر ہوگا۔ سوا نیزہ یعنی ایک ہاتھ۔ آج گرمیوں میں سورج قدرے نیچے آجاتا ہے تو فضا کس قدر گرم ہو جاتی ہے اور دھوپ میں کھڑا نہیں ہوا جاتا، جب گرمیوں میں سورج تھوڑا نیچے آجاتا ہے تو دھوپ میں کھڑا رہنا مشکل ہو جاتا ہے تو جب سورج سروں پر سوا نیزے پر ہوگا تو لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ زمین تانبے کی مانند سرخ ہو جائے گی اور گرمی کی شدت سے سر میں بھیجہ ایسا کھولے گا جیسے کڑاہی میں تیل کھولتا ہے، یا گرم پانی میں انڈا کھدکھد کھولتا ہے۔ اور یَارِبِّ نَفْسِیُ نَفْسِیُ کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا ہوگا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یَارِبِّ نَفْسِیُ نَفْسِیُ پکار رہے ہوں گے، ایک پل کے لئے زمین پر چین نہ ہوگا، لوگ وحشت میں بھاگتے ہوں گے، باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا پرسان حال نہ ہوگا، شوہر بیوی کا اور بیوی شوہر کی پرسان حال نہ ہوگی، سب وَاوَیْلَا وَامُصِیْبَتَا میں بھاگ رہے ہوں گے اور ایسی حالت میں پچاس ہزار برس گزریں گے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اہل محشر کو ایسا غم والم اور ایسی سختی پہنچے گی، جس کو برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال کا یہ عالم ہوگا کہ سارے لوگ تھر تھر کانپتے ہوں گے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سربسجود ہوں گے، فرشتوں کی سانس نہ نکلتی ہوگی، اللہ جل شانہ خود ہی سوال کرتے ہوں گے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط (آج کس کی بادشاہت ہے؟ مومن:۱۶) اور خود ہی جواب دیتے ہوں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ o (اللہ واحد وقہار کی بادشاہت ہے۔ مومن:۱۶) لوگ ناچار آپس میں کہیں گے کسی ایسے کو تلاش کرو جو بارگاہ رب العزت میں ہماری سفارش اور شفاعت کرے، لوگ جمع ہو کر آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور

عرض کریں گے، آپ ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا نیز آپ کو مسجود ملائک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ہمارے لئے بارگاہ رب العزت میں سفارش کیجئے کہ اب جو بھی ہونا ہے اور جو کچھ بھی ہمارا ٹھکانہ ہے، ہمارا حساب و کتاب تو لے لیا جائے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب کو آج ایسا جلال اور ایسا غضب ہے کہ نہ اس سے قبل ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ پھر آپ اپنی زَلّۃ کو یاد کر کے پکاریں گے نفسی نفسی (مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے)، تم سب میرے سوا کسی اور سے فریاد کرو، تم سب نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر سب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ کیا آپ ہمارا حال ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ گئے اور کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کو کتنی شدت و سختی درپیش ہے۔ اس پر نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے رب کو آج ایسا غضب و جلال ہے کہ کبھی پہلے ایسا نہ تھا اور نہ بعد میں ایسا ہوگا۔ نفسی نفسی (مجھے تو اپنی ہی فکر ہے، مجھے تو اپنی ہی فکر ہے) اور اپنی کوئی زَلّۃ یاد کر کے کہیں گے تم سب ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ الغرض لوگ یکے بعد دیگرے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ ہماری سفارش فرما دیجئے، لیکن سبھی نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔''

---

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''ایک بزرگ کا واقعہ'' (غالباً یہ واقعہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے) سناتے ہوئے فرمایا کہ جب والدین صحیح ہوں گے تو اولاد بھی صحیح ہوگی۔ اس کے لئے اولاد کی اچھی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ اولاد میں ایمان و یقین کی کیفیت پیدا ہو۔ مگر ہمیں آج کی تو فکر ہے لیکن کل کی فکر نہیں۔ حالانکہ کل جو ہوگا دراصل وہی انسان کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ کر دے گا۔ جب ہمارا یقین اور عقیدہ اللہ، رسول، حشر اور حساب و کتاب پر ہے تو ہمارے لئے

لمحۂ فکریہ ہے کہ آخرت کی زندگی کو ہم سنواریں اور دنیا کی طلب بس تھوڑی ہو۔ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ہم سب اتنے ہوشیار ہیں یا بے وقوف کہ پچاس ہزار سال کی سختی کے مقابلہ میں 'ڈھائی سکنڈ' دنیاوی زندگی کا عیش و آرام تلاش کرتے ہیں اور پچاس ہزار سال کی مصیبت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر ہمیں اتنی عقل ہے کہ کل میرا بیٹا کیا کرے گا، کس طرح خوشحال زندگی گزارے گا، کل کے لئے میرے پاس مکان ہونا چاہئے، کل کے لئے میرے پاس گاڑی ہونی چاہئے، کل کے لئے میرے پاس سوٹ بوٹ ہونا چاہئے اور اسی طرح میرے بچوں کے لئے سب کچھ ہونا چاہئے—برا نہیں ہے، منع نہیں ہے، ہونا چاہئے۔ لیکن ان ہی عقلمندوں سے پوچھنا چاہئے کہ اگر واقعی مسلمان ہو اور اس بات پر عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ حساب و کتاب کے لئے زندہ ہو کر خدا کے حضور میں کھڑا ہونا ہے تو سوچو، عقل کو ذرا لگاؤ، یہ سوچنے کی دعوت ہے۔ یہ مراقبہ ہے کل آخرت کی تیاری کا اور اگر (خدا نہ کرے) یہود و نصاریٰ، مشرکین و ملحدین کی صف میں جاچکے ہو اور ان ہی کی طرح یہ تمہارا بھی خیال ہے کہ کھاؤ، پیو اور عیش کرو، کل کوئی حساب و کتاب نہیں ہے تو خیر کوئی بات نہیں۔ اور اگر اللہ و رسول، حشر اور حساب و کتاب پر عقیدہ ہے تو پھر آخرت کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ دنیاوی زندگی کے لئے بہت فکر ہے، اللہ، رسول نے منع نہیں فرمایا ہے۔ کل کی فکر کرنی چاہئے اور یہی کل کی فکر آخرت کی فکر کی دعوت ہے اور بچوں کے لئے بھی ہدایت ہے کیوں کہ بچے وہی کرتے ہیں جو ماں باپ کو کرتے دیکھتے ہیں۔ جب خود نہ سمجھا اور فکر نہ کیا تو بچے کیا سمجھیں گے، بچوں کے اندر وہی صفت پیدا ہوتی ہے جو ماں باپ سے سیکھتے ہیں۔ سب سے پہلا اسکول، سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے اور باپ کا

شفقت بھرا ہاتھ ۔ اگر یہاں تربیت نہیں ہوئی تو کوئی مدرسہ، کوئی اسکول، کوئی استاذ اس کی تربیت نہیں کرسکتا۔ ایک بزرگ کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا، ماں ولیہ کاملہ تھیں، ماں بچے کی ایسی تربیت کرتی ہیں کہ ایک ایک عادت سنت کے مطابق ہو جائے۔ ایک ایک اسلامی عقیدہ بچپن ہی سے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لئے بہت عقلمندی سے محنت کرتیں، خاص طور سے یہ بات ذہن میں بٹھانے کے لئے کہ جو کچھ مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگنا ہے اور جو کچھ ملتا ہے اللہ ہی سے ملتا ہے۔ یہ تدبیر کرتیں کہ بچہ کو مدرسہ کی چھٹی سے آنے سے قبل ایک طاق میں کھانا چھپا کر رکھ دیتیں، بچہ مدرسہ سے آتا اور کہتا کہ امی امی بھوک لگی ہے، کھانا دیجئے ’’بیٹا اللہ سے مانگو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کرلو اور مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مانگو یا اللہ بھوک لگی ہے کھانا دیجئے‘‘۔ یہاں سے ذہن کی پرورش کی جاتی ہے کہ جو کچھ ملتا ہے خدا سے ملتا ہے، بندے سے نہیں ملتا۔ ننھے بچے کے ذہن و دل میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے اور اس طرح تربیت کی جاتی ہے۔ ماں نے سکھلا دیا، جملے کو بھی رٹا دیا کہ اس طریقے سے خدا سے مانگ، بچہ روتا ہے، گڑگڑاتا ہے۔ اور اس طرح خدا سے مانگنے اور خدا سے امیدیں وابستہ کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے کہ ایک دن وہ بچہ ولی کامل بنا۔ تم اپنے بچے کو شیطان بناتے ہو کیسے ولی بنے گا۔ ماں ولیہ تھیں، ولایت کا انداز سکھاتی تھیں اور بتاتیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طاق میں کھانا بھیج دیا ہے، لے، کھالے اور کھانے کے بعد خدا کا شکریہ ادا کر کہ ’’یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔‘‘

روزانہ کا یہی معمول تھا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کسی مصروفیت کی وجہ سے ماں طاق میں کھانا رکھنا بھول گئیں اور بچہ مدرسہ سے آ گیا اور معمول کے مطابق وضو اور دوگانہ

کے بعد بچہ مشغول بہ دعا ہوا۔ ادھر ماں دوسرے کمرے میں خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوکر دست بہ دعا ہوگئیں کہ یا اللہ بڑی محنت سے میں نے جو ایمان ویقین اپنے لال کا بنایا ہے، آج سب کچھ کھودے گا، تو میری لاج رکھ۔ بیٹا الگ مصلیٰ پر خدا سے مانگ رہا ہے اور ماں الگ خدا سے گڑگڑا رہی ہیں کہ خدا میری لاج بچا، نماز و دعا سے فارغ ہوکر بچہ نے طاق کا پردہ ہٹایا تو انواع واقسام کے کھانے سے بھرا تھال دیکھا۔ زور سے پکارا امی امی آیئے، دیکھئے کہ آج میرے اللہ نے کتنے اچھے کھانے بھیجے ہیں۔ پورا گھر کھانوں کی خوشبو سے معطر ہوگیا۔ ماں نے دیکھا کہ انواع واقسام کے ایسے کھانے کہ انسانی ذہن جس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ماں بیٹے نے کھانا کھایا اور خدا کا شکر بجالیا۔''

---

دوران بیان حضرت مرشدنا نے پیران پیر ''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ'' کے بچپن کا واقعہ سنایا کہ ماں کی تربیت اور نصیحت نے ڈاکوؤں کو ایمان لانے پر مجبور کردیا۔ بابا حضور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ مزید علوم ومعارف کے حصول کے لئے شہر بغداد کا قصد فرمایا اور جب رخت سفر باندھا تو ماں نے رخصت کے وقت گدڑی میں چالیس دینار چھپا کر سل دیا اور آخری نصیحت کرتے ہوئے بیٹے کو رخصت کیا کہ ''بیٹا کبھی کسی حال میں بھی جھوٹ نہ بولنا'' قافلہ روانہ ہوا، راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو گھیرے میں لے لیا اور قافلہ والوں کے مال واسباب کو لوٹنا شروع کردیا۔ ایک ڈاکو آپؒ کے پاس بھی آیا اور جب ڈاکوؤں کے سردار نے آپؒ سے پوچھا، تمہارے پاس کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا چالیس دینار۔ اس نے کہا کہ کہاں ہے؟ آپؒ نے گدڑی میں چھپی ہوئی جگہ پر دیناروں کو دکھلا دیا۔ سردار نے پوچھا،

آخراس قدر پوشیدہ دیناروں کو آپ نے ظاہر کیوں کر دیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ بوقت رخصت ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا کبھی کسی حال میں جھوٹ نہ بولنا۔ اسی لئے میں نے صاف صاف بتادیا۔ ڈاکوؤں کی جماعت اس واقعہ سے اس قدر متاثر ہوئی کہ سب کے سب تائب ہو کر نیک اور پارسا بن گئے۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کی تربیت جب بچپن سے کی جاتی تھی تو یقین گھٹی میں جم جاتا تھا اور انسان کامل و برگزیدہ ہوتا تھا۔"

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ "**اللہ کا خوف**" اور اس کی محبت جب تک دل میں پرورش نہ پائے گی، تب تک نہ ہم خود کو اور نہ اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں۔ اگر واقعی ہم حضرت رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں تو ہم سب کو حضور پاک ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور 'ڈھائی سکنڈ' کی عیش وآرام والی زندگی کو ترک کرنا چاہیے۔ جب ہم ایسی زندگی گزاریں گے تو سب کچھ ہماری خواہش ومرضی کے مطابق ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے:

"جب تک خدا کا خوف، خدا کی محبت دلوں کے اندر پرورش نہ پائے گی، آخرت کا تصور دل ودماغ پر اس طرح چھا نہ جائے گا، جس طرح آج صبح وشام کا تصور ہے، جیسے سانس لیتے ہیں اور جیتے ہیں کا تصور ہے۔ تب تک آپ نہ خود کو جہنم سے بچا سکتے ہیں اور نہ اہل وعیال کو بچا سکتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (اے ایمان والو! خود کو آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ تحریم:٦) پہلے اپنی عاقبت بناؤ پھر تمہاری تربیت اور اصلاح کا اثر یہ ہوگا کہ تم اپنے اہل وعیال کو بچا سکو گے اور اگر واقعی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہِ) پڑھتے ہو تو آپ ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑلو، اس دنیاوی زندگی کے 'ڈھائی سکنڈ' میں آپ ﷺ کے کہے

ہوئے پر عمل پیرا ہو جاؤ، آپ ﷺ کی شکل اختیار کرلو، صرف 'ڈھائی سکنڈ' عیش و آرام ترک کردو تو پھر انشاء اللہ العزیز سب کچھ تمہاری خواہش کے مطابق تمہاری چاہت اور طلب کے مطابق موجود ہوگا، جس کی بشارت دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں وَ فِیْهَا مَاتَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ (جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفسوں میں خواہش پیدا ہوگی۔ زخرف:۷۱) اس دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خواہش نفس کی پیروی سے منع کیا ہے، مومن اپنے نفس کو خواہشات پر چلنے سے روکتا ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور جس نے نفس کو روکا خواہشات سے۔ نازعات:۴۰) تو اس کی جزا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (پس تحقیق جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ نازعات:۴۰) اگر صرف 'ڈھائی سکنڈ' اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پا کر رک جاؤ تو ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں اور وہ سب کچھ ہمیشہ ہمیش کے لئے تمہارے لئے ہیں جو تمہارے نفس کی خواہش ہوگی اور اگر اس دنیا کی 'ڈھائی سکنڈ' کی زندگی میں نفس کی خواہشات کے مطابق چلے تو کل آخرت کے لئے خطرہ ہے، کل بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ یہی نفس اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر کے جنت الفردوس کا مقام دلوانے والا ہے۔"

اسی بیان کے دوران حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ "نفس کیا ہے؟" اس کی وضاحت خود اس طرح فرماتے ہیں:

"آپ لیٹے ہیں مؤذن کی پکار پر روح کی آواز ہوتی ہے کہ نماز پڑھ لو۔ لیکن اندر سے ایک دوسری آواز آتی ہے، 'سو جی'۔ جو یہ 'سو جی' کی آواز دیتا ہے، یہی نفس ہے۔ تہجد کا وقت ہوتا ہے، آنکھیں کھلتی ہیں اور پھر سو جاتے ہیں، نفس اس قدر حاوی ہوتا

ہے کہ پیر صاحب کی آواز پر بھی بیدار نہیں ہوتا۔ یہاں کچھ بچے سوئے تھے، اٹھنے کی آواز پر آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں اور پھر سو جاتے ہیں، کبھی تو اٹھ کر پھر دوبارہ سو جاتے ہیں، جوں ہی پیر صاحب دوسری طرف گئے سونے کی فکر میں لگ گئے۔ اسی بچہ کو ابھی صبح میں یہ حکم دوں کہ سر نیچا اور پیر اوپر کر لے تو کر لے گا، لیکن جب اسی پر نفس کا غلبہ ہوتا ہے تو پیر کیا خدا اور رسول سبھی کے حکم پر نفس بھاری ہوتا ہے۔ کامیابی اسی میں ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ اس کی مخالفت کرو، اس کی خواہش پر اللہ ورسول کی مرضیات کو غالب کر دو۔ اور اگر اسی نفس کی خواہشات پر چلتے رہے، اسی کی اتباع میں لگے رہے تو نہ صرف خود ہلاک ہو گے بلکہ وہ سب ہلاک ہوں گے جو تمہاری تربیت اور کفالت میں ہیں کیوں کہ جو تم انداز اختیار کرو گے، اسی کی پیروی وہ کریں گے۔ اس لئے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ جیسے آپ ہوں گے ویسی ہی آپ کی اولاد ہوگی، جیسے آپ کے انداز ہوں گے ویسے آپ کے بچوں کا انداز ہوگا، ہر حرکت ونقل کو بغور دیکھ کر بچہ تربیت پاتا ہے، وہ بازار میں نہیں سیکھے گا، مکتب میں نہیں سیکھے گا، ایک گھنٹہ مولوی کے پاس نہیں سیکھے گا، دوست واحباب سے نہیں سیکھے گا، وہ جو کچھ سیکھے گا اپنی ماں کی گود اور باپ کی شفقت بھرے ہاتھ سے سیکھے گا، جب وہ بڑا ہو جائے گا تو اسی انداز سے جو اس کے اندر بیٹھ چکا ہے راہ عمل پکڑے گا اور اگر تمہارا انداز صحیح ہے، تم سنتوں کے پابند، تہجد میں اٹھنے والے، ذکر وفکر کرنے والے، اللہ، رسول کی اطاعت کرنے والے ہو گے تو وہ بھی اسی انداز اور تربیت پر گامزن ہوں گے۔''

---

بابا حضور علیہ الرحمہ نے اللہ رب العزت کا فرمان کہ ''اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ کہ وہ آگ ایسی ہے کہ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمیں مرنا ہے اور جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کا

حساب و کتاب بھی دینا ہے۔ لہذا ہمیں اپنی زندگی میں انقلاب لانا چاہئے اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے تاکہ آخرت کا تصور ہمارے دل و دماغ میں جگہ پائے اور جب تک ہم اللہ کی یاد کو اپنی زندگی میں قائم نہیں کریں گے تب تک ہمیں دنیا و آخرت دونوں جگہ سکون نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی خود کو اور نہ ہی اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ وہ آگ ایسی ہے کہ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس آگ کی حرارت اور شدت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اس دنیا کے لئے اس آگ سے ایک چنگاری لانے لگے تو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس آگ کی ایک لپک سے ساری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ لہذا اسے ستر سمندروں کے پانی سے ٹھنڈا کیا گیا تو وہ اس نارمل حالت میں ہے اور اس کی یہ حرارت ہے، جس سے آپ کھانا پکاتے ہیں۔ اس آگ کا تصور انسانی عقل نہیں کر سکتی ہے، لیکن وہاں اسی آگ میں جلنا ہوگا اور لوگ موت موت پکاریں گے لیکن موت نہ آئے گی کیوں کہ خود ملک الموت کو بلا کر ذبح کر دیا جائے گا۔

یہ سوچو کہ ہمیں مرنا ہے اور اللہ جل شانہ کے سامنے جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کا حساب و کتاب ہونا ہے۔ کیا ہمیں اس دنیا میں آرام سے رہنا ہے یا اس دنیا میں۔ اس میں کوئی وعظ و تقریر کی ضرورت نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ ذرا سوچو کہ میں اس دنیا کے عیش و آرام کے لئے سب کچھ کرتا ہوں۔ آخر اس آخرت کی ہمیشہ ہمیش کے عیش و آرام کے لئے کیا کچھ نہ کرنا چاہئے۔ سوچو، اپنی زندگیوں میں انقلاب لاؤ اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔

جس طرح آپ فاضل ٹائم میں لوگوں کے پاس جاتے ہیں، دوستوں کے پاس جاتے ہیں، دنیا کی باتیں ہوتی ہیں، دنیاوی عیش وعشرت کی باتیں ہوتی ہیں، گانے اور فلموں کی باتیں ہوتی ہیں، کمائی اور مزید ترقی کی باتیں ہوتی ہیں، آپ سنتے ہیں پھر اس کے لئے کوشش کرتے ہیں تو آج آپ کی الماریاں کپڑوں سے، فلمی کیسٹوں سے بھری پڑی ہیں، روپے پیسے اور عیش وعشرت کے دوسرے سامانوں سے گھر بھرے پڑے ہیں۔ اس کے لئے آپ نے ڈیوٹی ناغہ نہیں کیا بلکہ فاضل ٹائم میں دوستوں کے پاس گئے، جس کا یہ ثمر ہے۔ اسی طرح اگر اہل اللہ، جن کے سینے خدا کی معرفت اور عشق ومحبت سے گرم ہیں۔ آپ فاضل وقت ان کے پاس گزاریں گے، کسی اللہ کے نیک بندے سے ملاقات کریں گے تو آپ کے دلوں میں بھی آخرت کا تصور ہوگا، خدا کی رضا اور ناراضگی کی باتیں ہوں گی۔ آپ پڑھے لکھے ہیں، آپ کے اندر سمجھداری ہے، ذہن بیدار ہے، دنیا کا آپ نے تماشہ دیکھ لیا، سب کچھ آزما چکے، کہاں سکون ملا؟ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ اللہ کرنے میں سکون ملتا ہے۔ اگر اللہ اللہ نہیں کرتے بلکہ اللہ والے کے پاس تھوڑی دیر آپ بیٹھ جاتے ہیں تو سکون ملتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی بات کو قرآن مجید میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خوب سن لو کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ رعد: ۲۸) پھر انسان اپنے تمام اشغال وافعال کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ واقعی وہاں گئے، یہاں گئے، یہ کیا، وہ کیا، ساری دنیا دیکھی، لیکن دل کو سکون حاصل نہیں ہوا اور تھوڑی دیر اللہ اللہ کرنے میں یہ سکون حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ اسی مجلس میں صرف سانس پر اللہ اللہ کا خیال کر کے دیکھیں بایں طور پر کہ جو سانس اندر جاتی ہے اس پر اللہ کا خیال کریں اور جو سانس باہر کو آتی ہے اس پر بھی اللہ کا خیال کریں، تھوڑی ہی دیر کے اس

عمل سے آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہوگا کہ کس طرح سکون ملتا ہے۔ یہیں پر بیٹھے بیٹھے آپ کا دل کہے گا کہ ہاں، ہم کسی اور جگہ پہنچتے ہیں، کسی اور دنیا میں پہنچتے ہیں، یہی سکون سب کچھ کراتا ہے اور سب کچھ کرتا ہے۔ اور اگر دو روٹی کھانے سے آپ کے پیٹ میں درد ہونے لگے تو کھانا چھوڑ دیں گے! کھانے ہی کے لئے کماتے ہیں نا؟ کھاتا بھی ہے آدمی تو سکون ہی کے لئے، پیتا بھی ہے تو سکون ہی کے لئے، سوتا بھی ہے تو سکون ہی کے لئے۔ لیکن سب کچھ کرنے کے باوجود انسان کو سکون حاصل نہیں ہوتا، اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ سکون صرف میری یاد سے حاصل ہوگا۔ اور جب تک اللہ کی یاد اپنی زندگیوں میں قائم نہ کرلو گے تب تک دنیا وآخرت دونوں جگہ سکون حاصل نہیں ہوسکتا۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی بیان کے دوران فرماتے ہیں کہ ''**میری دعوت فکر**'' صرف ایک ہی ہے کہ کبھی کبھی یہ سوچو کہ اگر موت آجائے گی تو کیا حال ہوگا؟ موت اللہ کے دوستوں کی بہت بڑی چیز ہے۔ اس لئے کہ موت کی تمنا وہی کرے گا، جو اپنے محبوب کے وصل کی آرزو رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''میری صرف ایک ہی دعوت فکر ہے کبھی کبھی بیٹھ کر ضرور سوچا کریں کہ میری موت آجائے گی تو میرا کیا حال ہوگا۔ سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنی موت کو خوب یاد کیا کرو۔ موت کیا ہے آخرت کا سب سے پہلا دروازہ ہے۔ اللہ کے دوستوں کے لئے موت تو بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں اَلْمَوْتُ جَسَرٌ یُوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت تو ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ موت کی تمنا کوئی نہیں کرتا۔ موت کی تمنا وہی کرے گا، جس کو وصل کی آرزو ہے، وصل کی تمنا ہے۔ ہم لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ

ایمان سے بھی بیزار ہو چکے ہیں۔ کہتے تو ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لیکن اس کی عبادت سے بیزار ہیں۔ عشق اور محبت کی بات تو بہت لمبی ہے، وہ مضمون تو بہت الگ ہے۔ کاش اتنا ہی ہماری زندگیوں میں پیدا ہو جائے کہ جو ہم نے عہد و وعدہ کیا اسی کو کرنے لگیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے دے، صرف اتنا ہی ہمیں کہنا ہے، یہی میری دعوت ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اور آپ کی زندگیوں میں آخرت کا تصور اور آخرت کی فکر پیدا کرے۔ آمین''

حضرت مرشدنا ؒ نے ایک مجلس میں ''مادیت اور روحانیت'' کے موضوع پر گفتگو کی شروعات قرآن کریم کی آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء:۱۰۷) سے کی اور فرمایا کہ جب مادہ پرستوں نے اس آیت کریمہ کو سنا تو اس کی تحقیق میں لگے کہ آخر ''عالمین'' ہیں کہاں؟ اس کی تحقیق کے لئے وہ علما اور صوفیہ کے پاس گئے لیکن انہیں ان کی باتوں سے سیرابی حاصل نہیں ہوئی، وہ تشنہ ہی رہے۔ بالآخر انہوں نے تحقیق شروع کر دی۔ حضرت مرشدنا ؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (آپ سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ انبیاء:۱۰۷) اس آیت کو مادہ پرستوں نے پڑھا تو ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ اس دنیا کے علاوہ اور بھی بہت سارے عالم ہیں، جن کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے۔ وہ ہمارے علما کے پاس آئے، ہمارے علما نے انہیں صرف علمی بحث کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ عملی طور پر جاننا چاہتے تھے۔ باتوں سے ان کی تشنگی بجھائی نہیں جا سکی، وہ دوسرے عالموں میں جا کر سیر کرنا اور دیکھنا چاہتے تھے۔ تم نے اپنے اولیائے کرام کی نعمتوں کو حاصل نہیں کیا، سیر کا مفہوم ان مادہ پرستوں کو کیا سمجھا سکتے تھے۔ وہ اپنے دارالعمل میں گئے، تحقیق شروع کر دی، چاند پر گئے، سیر کیا، اب

وہ لوگ اس سے آگے دوسرے سیاروں (مریخ، زہرہ، مشتری وغیرہ) پر پہنچنے اور سیر کرنے کی کوشش میں ہیں۔

سائنسدانوں نے آواز سے تیز سواریاں تیار کر لی ہیں، اب وہ روشنی سے بھی تیز رفتار سواریوں کی تیاری میں مصروف ہیں، ان لوگوں نے پتا چلا لیا ہے کہ فضا میں کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں وقت نہیں ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ یہ سائنس داں دنیا کے سامنے اپنا انکشاف پیش کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ جب انہیں اس (روح) کی حقیقت کا یقین ہوگا، تو وہ روحانیت کو حاصل کرنے میں مشغول ہوں گے۔

تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ سائنسداں وقت اور رفتار پر بہت حد تک کامیابی حاصل کر چکے ہیں، وقت کو معلوم کرنے کے لئے نئی نئی گھڑیاں ایجاد ہوئی ہیں، ان کے ان تحقیقی آلات میں بھی خرابیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ وقت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اپنے پاس دو دو گھڑیاں رکھا کرتے تھے اس کے باوجود ان گھڑیوں میں خرابیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ لہذا وقت کی کمی بیشی ہونے پر آپ خود ہی ٹھیک کر لیا کرتے تھے، اہل اللہ پلک مارتے ہی حقیقت کو پا لیتے ہیں۔"

دوران بیان حضرت مرشدناؒ نے بڑے ہی تاسف بھرے انداز میں فرمایا کہ مادہ پرست اپنے کاموں میں سرگرم ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے علما مسلکی تضاد، مولوی حضرات جھاڑ و پھونک، تعویذ و گنڈوں میں الجھے ہوئے ہیں اور نوجوانوں کا طبقہ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں لگا ہوا ہے۔ اللہ رب العزت نے جو دولت ہمیں حضور آقائے کائنات ﷺ کے صدقے میں دی ہے، ہم اس کے قدرداں نہیں، ہم غفلت کی زندگی گزارنے والے بن گئے ہیں۔ غافل اور ناقدروں سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ حضرت مرشدناؒ نے دعوت فکر دیتے ہوئے "اسلاف کے کارنامے" کو یاد دلایا کہ ہمارے

اسلاف جھونپڑیوں میں رہتے تھے، ان کے کپڑوں پر پیوند ہوتا تھا، فاقہ پر فاقہ فرماتے تھے، بستر کے بجائے چٹائی تھی۔ لیکن یہ ایسے تھے کہ ان کی جھونپڑیوں سے جو نور نکلا، اس نے قیصر و کسریٰ میں لرزش پیدا کر دی، روم و ایران تھرانے لگے، بڑی بڑی سلطنتیں صرف سرنگوں ہی نہیں ہوئیں بلکہ اس نور سے روشن و منور ہو گئیں۔ ہم دنیا کے حصول میں اپنے مشن کو بھول گئے اور اپنے اسلاف کے کارناموں کو فراموش کر گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے، ہمارے کردار پر انگلیاں اٹھنے لگی ہیں، مادہ پرست ہمیں ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں اور ہمیں حقیر و ذلیل سمجھنے لگے ہیں۔ ہماری نااہلی اور ناکارگی کا انہیں پورا احساس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہماری ذلت و رسوائی کا دفتر دراز ہو، ہمیں وقت سے پہلے بیدار ہو جانا چاہئے اور سرگرم عمل بننا چاہئے۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے کیوں کہ یہ اسلام کے ناموس اور اس کی حرمت و عزت کا سوال ہے۔ ہمیں بزدلی چھوڑ کر بہادروں کی طرح اپنے دین کی خدمت میں لگ جانا چاہئے اور مادیت کے بجائے روحانیت کے حصول میں کوشاں رہنا چاہئے تاکہ عالمین کی سیر خود بھی کر سکیں اور دوسروں کو بھی سیر کرا سکیں۔ ہماری محنت و مجاہدے اللہ کی محبت و تقرب اور اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہونی چاہئے۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

> ''میرے دوستو! اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ مادہ پرست اپنے کاموں میں سرگرم ہیں اور ہمارے علما بریلوی، دیوبندی، سنی، وہابی، مقلد اور غیر مقلد کے جھگڑوں میں۔ مولوی تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک میں اور ہمارا نوجوان طبقہ یہود و نصاریٰ کی تقلید کرنے میں مشغول ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کے واسطہ سے اسلام کی نعمت ہمیں دی ہے لیکن ہم ناقدرے اور غافل ہو گئے۔ ناقدروں اور غافلوں سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ اسلام کی محافظت کا ذمہ خدا نے خود لیا ہے، اسلام کبھی ختم نہیں ہوگا۔ ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ اس دولت و نعمت سے اس قوم کو نوازے گا جو قدرداں ہوگی اور ایسے

لوگوں کو آپ کے اوپر مسلط کردے گا۔

لوگو! سوچو تو سہی تم اتنی بڑی دولت کے مالک تھے، لیکن آج تمہاری کیا حالت ہے؟ ذرا اپنے اسلاف کی طرف مڑ کر دیکھو، جھونپڑیوں میں رہنے والے، فاقہ پر فاقہ کرنے والے، کپڑوں پر پیوند لگانے والے، بستروں کی جگہ چٹائیوں پر سونے والے کی کیا شان تھی؟ ان ہی چھوٹے چھوٹے کمروں سے نور نکلا اور ساری دنیا میں پھیل گیا، قیصر و کسریٰ تھرانے لگے، روم و ایران کی عظیم سلطنتیں سرنگوں ہوگئیں اور بڑے بڑے عالی شان محلات اس نور سے جگمگا اٹھے۔

آج تمہاری کیا حالت ہے؟ تم اپنی روٹی بوٹی اور دنیا کی دولت حاصل کرنے میں اتنے مصروف و مشغول ہو کہ اپنے اسلاف کے کارناموں سے بھی نابلد ہو اور ان نعمتوں سے بھی کوسوں دور ہوگئے ہو۔ تمہارے قلب و ذہن پر اس قدر تاریکی چھائی ہوئی ہے، اس قدر ظلمات چھائی ہوئی ہیں کہ تم ان نوازشوں اور نعمتوں کے واقعات کو الف لیلیٰ کی کہانی سمجھنے لگے ہو۔ لیکن یہ مادہ پرست تمہارے آبا و اجداد کی نعمتوں کو حقیقت جان کر ریسرچ اور تجربہ میں لگے ہوئے ہیں اور تم گھر بیٹھے اللہ کی ان نعمتوں سے مستفیض نہیں ہونا چاہتے ہو اور حاصل کرنے والوں کا مذاق اڑا کر، لعنت و ملامت کر کے دل خوش کر لیتے ہو۔

تمہارا کام اللہ کے نور سے اور اس کی تجلی سے دل کو سجانا تھا لیکن تم سنگ مرمر کے پتھروں، روشنی اور قمقموں سے اپنے مکانات و محلات کو سجاتے ہو اور خوش ہوتے ہو۔ کیا تمہارے اسلاف کا یہی شیوہ تھا؟ ہیہات ہیہات۔

سائنسداں سمجھ چکے ہیں کہ تمہارے اسلاف جو خوبیاں اور کمالات اپنے اندر رکھتے تھے، ان سے یہ قوم عاری ہے۔ تمہاری نااہلی کا انہیں پورا احساس بلکہ یقین ہو چکا

ہے۔ اب تو وہ مسلم قوم کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ انہیں اپنی کاوش ومحنت میں موت بھی آجاتی ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ اگر موت کے بعد بھی میرا تحقیقی فارمولا کامیاب ہوجائے گا تو یہ ہماری قوم کے لئے فخر کی بات ہوگی۔ دیکھو، ان کی محنت کا پھل صرف دنیا کی کامیابی اور دنیا کی خوشی ہے۔ مولیٰ کی رضا، جنت اور مغفرت سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن تمہاری محنت ومجاہدہ کا پھل دنیا میں عزت وافتخار کے ساتھ مولیٰ کی رضا، جنت اور مغفرت اور ابدی راحت وآرام ہے۔

یہ قوم تمہارے اسلاف کے کارناموں کو سن کر جب تمہیں دیکھنے آئی، تمہارے مدارس اور خانقاہوں کا حال دیکھا تو سمجھ لیا کہ جن ہڈیوں کو ہم نے چوس کر پھینک دیا ہے انہیں ہڈیوں کو حاصل کرنے میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں یعنی ایک دوسرے پر طعن و تشنیع، جھاڑ پھونک، اور دعا وتعویذ کے ذریعہ دنیا کی دولت اور عزت کے خواہاں ہیں۔ صوفیوں کا بھی کچھ عجیب حال دیکھا، بھیس بدل کر لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں، دنیا اور شہرت کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ سات سو سال پہلے گزرے ہوئے ولی کے مزار شریف کا دھلا ہوا پانی کوڑھ کے مریض کو پلادینے سے مرض ٹھیک ہوجاتا ہے، لیکن جب مزار شریف کی رکھوالی کرنے والوں کے پاس پہنچتے ہیں، یہ سمجھ کر کہ جب مزار میں یہ خوبی ہے تو مزار کی رکھوالی کرنے والوں میں بھی کچھ خوبی ضرور ہوگی، چلو ان سے کچھ سیکھیں، تو یہاں آکر انہیں مایوسی ہوتی ہے، وہ آپ کو دیکھ کر مایوس ہوجاتے ہیں لیکن وہ مزار کا دھویا پانی اپنے دارالعمل میں لے جاکر ریسرچ کرتے ہیں، کافی دولت خرچ کرتے ہیں، آخری حد تک لگے رہتے ہیں تاوقتیکہ اس کا راز نہ جان لیں۔ اگر کامل یقین کے ساتھ تم اپنے اولیائے کرام اور بزرگوں سے اس نعمت کو حاصل کرنے میں لگ جاؤ تو کچھ دنوں کے اندر تمہیں یہ

دولت مل سکتی ہے۔ یادرکھو خدا اسی کا محافظ ہے جو خود اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ تم اپنے اولیائے کرام کی دولت کے محافظ ہونے سے انکار کر بیٹھے ہو تو خدا اس کی حفاظت کرائے گا کیوں کہ وہ بیدار لوگ ہمارے رموز کو حاصل کرنا چاہ رہے ہیں، جو اسرار اولیا کے سینوں میں چھپے ہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ انشاء اللہ اسرار کی حقیقت سامنے آئے گی اور اسرار کی فتح ہوگی۔

دیکھو وقت بہت تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے، کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا، تمہاری غفلت کا بھرم کھل جائے گا، تمہارا بھید عیاں ہو جائے گا اور یہ قوم تم سے پوچھے گی، تم ان کے اس طعنہ کا کیا جواب دوگے؟ کاش! تم ابھی بھی ہوش میں آجاتے اور کسی صاحب اسرار کی صحبت اختیار کر لیتے۔

اے میرے دوستو! وہ وقت آنے سے پہلے جاگ جاؤ، سرگرم عمل ہو جاؤ، دیکھو یہ اسلام کے ناموس کا سوال ہے، اس کی حرمت و عزت کا سوال ہے، بزدلی دکھانے کا وقت نہیں، بہادروں کی طرح اپنے دین کی خدمت میں لگ جاؤ، ایسی سیر کرو کہ دوسروں کو بھی سیر کرا سکو۔ تمہاری محنت و مجاہدہ اللہ کی محبت و تقرب کے لئے ہونی چاہئے اور اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہونی چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ مادہ پرست جو اسلام کی طرف مڑنے والے ہیں، ان کی رہنمائی کے لئے تیار ہونا ہے۔

دیکھو! یہ مادہ پرست تمام عروج و کمالات کے باوجود چین و سکون نہیں پا رہے ہیں، مادی چیزوں سے انہیں سچا سکون نہیں مل رہا ہے، وہ گھبرائے ہوئے دردر کی خاک چھان رہے ہیں، لیکن انہیں کہیں سکون نہیں مل رہا ہے، وہ سکون کی تلاش میں ہیں۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ ہندوستان بزرگوں اور صوفیوں کا دیس ہے۔ وہ بھاگ کر ہندوستان آئے تا کہ ان کی روح کو سچا سکون مل سکے۔ وہ لوگ مدارس اور خانقاہوں

میں گئے، سکون نصیب نہیں ہوا۔ بھاگ کر گنگا کے کنارے سادھوؤں کے پاس گئے، سادھوؤں نے انہیں دھوکا دینے کے لئے گانجے کا چند کش مارنے کو دیا، تھوڑی دیر تک وہ لوگ نشے میں پڑے رہے، لیکن جب ہوش میں آئے تو وہی کیفیت تھی، ان لوگوں نے سمجھا یہ بھی دھوکہ ہے۔

مختصر یہ کہ وہ لوگ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانا چاہ رہے ہیں لیکن روحانیت کی صحیح تعلیم دینے والا کہاں ہے؟ انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ وہ وقت آئے گا، جب ان کی پیاس اللہ کے نور سے بجھائی جاسکے گی۔ یہ کام ہمارا تھا لیکن ہم (مسلمان) خود مادیت اور دنیا کی چاہ میں سرگرداں ہیں۔ ہمیں اتنی فرصت کہاں کہ بزرگوں کی دولت کو حاصل کر کے اللہ کے جو بندے اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں ان کی رہنمائی کرسکیں۔

یہ مادہ پرست راکٹ پر سوار ہو کر اس کی لذت محسوس کر چکے ہیں، تمام اقسام کی چیزوں سے اپنے نفس کی پیاس بجھا چکے ہیں، ان تمام چیزوں سے اب وہ متنفر ہونے لگے، وہ معلوم کر چکے ہیں کہ روشنی سے تیز رفتار اگر کوئی سواری ہے تو وہ روح کی سواری ہے، اب وہ روح کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ مادیت کے علمبردار سمجھ چکے ہیں کہ روحانیت کے سوا سچا سکون اور مکمل فتح و کامرانی ناممکن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جاننے سے زیادہ عمل کی توفیق بخشے، اپنے اسلاف اور بزرگوں کی میراث کا اہل بنائے، محنت و مجاہدہ کی توفیق عطا کرے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے ہم سبھوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

---

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے ''ایک دعوت و پیغام — انسانیت کے نام'' کے موضوع پر اپنے طویل بیان کے دوران فرمایا کہ جس شخص کے اندر ایمان و اخلاص ہوگا، وہ صرف اپنے سماج اور معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں بلکہ عالم میں بسنے والی تمام مخلوقات کے لئے سودمند اور

کارآمد ہوگا۔ سماج اور معاشرے کی اصلاح کے لئے بھلے ہی جتنے قانون بنادیئے جائیں اور جس طرح کے بھی اصول مرتب کردیئے جائیں، بین الاقوامی سطح کے ہوں یا ریاستی سطح کے ہوں، اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں۔ مگر انسان کے اندر اللہ کا خوف، ڈر اور خشیت ہو تو کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی اور دنیا کے اندر امن وامان اور ہم آہنگی قائم رہے گی۔ اس کے لئے بلا تفریق مذہب وملت تعصب وتنگ نظری کے حصار سے باہر آنا ہوگا اور حق کا علمبردار بننا ہوگا۔ حضرت مرشدنا نے فرمایا کہ تمام مفکرین، اہل نظر اور اہل فہم حضرات کے لئے ایک دعوت اور ایک پیغام ہے کہ آؤ! اگر اپنی بھلائی، سماج اور معاشرے کی بھلائی، ملک اور قوم کی بھلائی کے ساتھ ساتھ سارے عالم میں انقلاب لانا چاہتے ہو تو اسلام کی دعوت کو قبول کرو اور لبیک کہو۔ انشاء اللہ العزیز فتح ملے گی، دنیا وعقبیٰ کی کامیابیاں اور فلاح تمہارے قدم چومے گی اور سارے عالم میں سکون واطمینان ہوگا۔ جھوٹ، دغا اور فریب کے بجائے انصاف، محبت، تقویٰ اور پرہیزگاری کا راج ہوگا۔ ہماری، تمہاری اور سب کی ایک فکر ہوگی اور سب کا ایک خیال ہوگا۔ حضرت نوراللہ مرقدہ نے فرمایا:

''ایمان واخلاص سے مزین شخصیت صرف اپنے خاندان، اپنے سماج، ملک اور معاشرہ کے لئے نہیں بلکہ عالم اور عالم میں بسنے والی تمام مخلوقات کے لئے کارآمد ہوسکتی ہے۔

اس مقام پر دل یہ چاہتا ہے کہ سارے عالم اور روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو دعوت دوں کہ آؤ اور اس فکر کو دیکھو اور سمجھو۔ اگر واقعتاً اور ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد یہ راہ تھیوریٹیکل (Theoretical) ہی نہیں بلکہ پریکٹیکل (Practical) طور پر سارے عالم کو فلاح وبہبود، راحت وسکون اور اطمینان ومحبت عطا کرنے والی ہو تو بلا کسی تفریق مذہب وملت، تعصب وتنگ نظری کے لبادوں کو اتار پھینک کر حق اور صرف حق کے علمبردار بن جاؤ۔ میں دنیا کے ریفارمر، سماج

ومعاشرے کی اصلاح ودرستی کرنے والوں نیشنل اور انٹرنیشنل، قومی اور بین الاقوامی قوانین کے بنانے والوں، عدل وانصاف قائم کرنے والوں اور عدلیہ و پولس کے اعلیٰ عہدیداروں سے سوال کرتا ہوں کہ آج چودہ سو برس کے عرصہ اور اس کے بعد اس راہ حق سے الگ رہ کر تمام ترقیات برقیات اور ایٹم کی طاقتوں سے لیس ہو کر بھی کیا تم سماج، معاشرے اور عالم کو جرائم، گناہ، پاپ اور برائیوں سے روکنے میں کامیاب ہوسکے۔ سارے انتظامات کے باوجود ریپ وجرائم کی شرح میں اضافہ ہی ہوتا رہا، انسانیت حیوانیت میں تبدیل نہیں ہوگئی؟ کیا تمہاری ترقیات اور اطمینان وسکون کے آلات دنیا کو سکون واطمینان دے سکے؟

بستی سے ہزاروں کوس دور جنگلوں، ویرانوں میں اور پہاڑ کی وادی کی گود میں ایک حسین نامحرم عورت کسی جوان مرد کو لبھاتی اور بلاتی ہو، وہاں نہ کوئی عدلیہ ہے اور نہ کوئی پولس، نہ ہنٹر کا ڈر ہے اور نہ جیل خانے کا خوف، نہ کہیں سماج کی ہنسی ہے اور نہ والدین کی روک ٹوک۔ بتاؤ بھلا کہ اس وقت اس پاپ کے سرزد ہونے سے کون روک سکتا ہے، یہاں کون سی حکومت ہے اور کون سا قانون۔ یہاں تو صرف اخلاص اور ایمان کی ایک جھلک کافی ہے۔ ایک احساس کافی ہے کہ ہائے جس کو کوئی نہیں دیکھتا، جو سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے، جو علیم وخبیر اور بصیر ہے، وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں حکومتوں کے قوانین، پولس اور فوج کی نظروں اور سزا سے تو بچ سکتا ہوں، لیکن ہائے اس کی نظریں مجھے دیکھ رہی ہیں۔

ایسے ویرانے میں سونا چاندی اور ہیرے جواہرات سے لدا ہوا قافلہ جا رہا ہے، سرکش ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ایک گروہ ان پر حملہ آور ہوا ہی چاہتا ہے، قتل وخونریزی اور لوٹ کا حادثہ ہوا ہی چاہتا ہے کہ یہاں نہ تو تمہارا قانون ہے اور نہ تمہاری فوج،

یہاں نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ پکڑنے والا۔ ہائے نہ کوئی وائرلیس ہے نہ کوئی برقی نظام۔ کون سا جذبہ ہے اور کون سی حکومت ہے جو اس مقام پر ایک عظیم جرم کو سرزد ہونے سے روک سکے؟ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم اس عظیم جرم کو سرزد ہونے سے روک سکتے ہو؟ جواب نفی میں ہوگا۔ یہاں صرف تقویٰ اور خدا کا خوف، اس کی محبت و ناراضگی کے ڈر کے جذبہ کی ایک کرن بھی قلب میں موجود ہے تو بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو روک دے گی، نہ لوٹ ہوگی نہ مار، نہ قتل ہوگا نہ خونریزی۔ اگر تقویٰ اور محبت کا جذبہ قلب و جگر پر طاری ہوگا تو اس قتل اور عظیم خونریزی کو ختم کر دے گا۔ اگر یہ جماعت اور یہ لوگ عالم میں فروغ پا سکیں تو جس صحت مند سماج کا تصور دنیا ہزاروں برس سے کرتی چلی آ رہی ہے، اس کا نقشہ سامنے آ سکے گا۔ یہاں نہ تو عدالت کی ضرورت ہوگی نہ قاضی کی، نہ پولس کی ضرورت ہوگی نہ فوج کی، نہ وکیل کی ضرورت ہے نہ بیرسٹر کی، نہ نیشنل لا کی ضرورت ہے نہ انٹرنیشنل لا کی، نہ کوئی جھوٹ بولتا ہوگا نہ کوئی دھوکہ دے گا، نہ رہزنی کرتا ہوگا اور نہ ڈاکہ ڈالے گا۔ یہاں تو کسی کا دل دکھانے سے بھی پرہیز کیا جاتا ہوگا کہ دکھے ہوئے دل کی آہ مولیٰ کی جبیں پر شکن بن جانے کا باعث ہوگی، جن کی رضا کی خاطر وہ اپنا سب کچھ قربان اور فنا کر چکا، ان کی ذرہ برابر ناراضگی کے تصور سے کانپ جائے گا اور گھبرا اٹھے گا۔ اس سماج کی کہاں تک تعریف کروں، جہاں پر راہ سے کانٹے اور پتھر ہٹا دینے سے نیکی کا تصور اور مولیٰ کی رضا کا خیال ہو۔ لوگ خود اپنے گھروں کے کوڑے کرکٹ ایسی جگہ ڈالیں گے کہ کسی انسان کو تو کیا حیوان کو بھی تکلیف نہ پہنچ سکے۔

تم اپنے انٹرنیشنل قوانین میں صرف 'انسانی برادری' کی باتیں کرتے ہو اور ان کے نزدیک 'خلق برادری' کا نظریہ ہے۔ یہ کسی انسان کو تکلیف پہنچانا تو درکنار کسی حیوان کو

بھی تکلیف پہنچانے سے تھرا اٹھتے ہیں کہ اگر کتے اور بلی کے پالنے والے کی ذراسی غفلت و بے توجہی اور کوتاہی سے انہیں گزند پہنچ گیا یا مر گیا تو مغفرت میں رکاوٹ اور ناراضگی کا باعث ہوگا۔ کیا ہی اچھا اور پیارا سماج ہوگا اور کیا ہی پاک اور بے خطر عالم۔ دنیا کے تمام مفکرین، اہل نظر اور اہل فہم حضرات کو اس مقام پر ایک دعوت اور ایک پیغام ہے کہ آؤ! اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو، سماج اور معاشرے کی بھلائی چاہتے ہو، ملک اور قوم کی بھلائی چاہتے ہو یا سارے عالم میں انقلاب لانا چاہتے ہو تو اس دعوت کو دل سے سمجھو اور لبیک کہو۔ انشاء اللہ العزیز تم فتح پاسکو گے اور دنیا اور عقبیٰ کی کامیابیاں اور فلاح تمہارے قدم چومے گی اور سارا عالم اطمینان کی سانس لے سکے گا۔ نہ جھوٹ ہوگا نہ دغا وفریب، نہ کسی قسم کا بلاؔ ہوگا نہ کسی ایٹم کا دھماکہ۔ انصاف اور محبت، تقویٰ اور پرہیز گاری کا راج ہوگا، سب کی ایک فکر ہوگی اور سب کا ایک خیال۔ اللہ جل شانہ فہم عطا فرمائے اور سب کو توفیق دے کہ اس حق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آمین یارب العالمین۔''

---

حضرت مرشدنؒا نے اسی بیان کے دوران سوالیہ لہجے میں فرمایا کہ ''چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینے اور زنا کی سزا سنگسار اور خون کا بدلہ خون کی سزا کے کیا معنی؟'' اس کے جواب میں خود ہی فرماتے ہیں:

''اس دنیا میں انسان کے ساتھ شیطان، اچھائی کے ساتھ برائی، رات کے ساتھ دن، روشنی اور اجالے کے ساتھ اندھیرا، رحم اور عدل کے ساتھ ظلم، خوشی اور مسکراہٹ کے ساتھ غم اور آنسو سب پیدا کیے گئے ہیں۔ کیوں کہ چیزیں اپنے اضداد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اندھیرا نہ ہوتو اجالے کی قدر کیا ہوگی۔ ناحق نہ ہوتو حق کو کیسے سمجھا جاسکے گا۔ ان ہی اصولوں کے ساتھ اس صاف ستھرے پاکیزہ معاشرے سے الگ کچھ ایسے لوگ

بھی ہوں گے جن کے قلب پر مہر ہوگی، جن کی آنکھوں اور کانوں پر پردے پڑے ہوں گے، جو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (البقرہ:۷) کے مصداق ہوں گے۔ کچھ ایسے ہوں گے جن کے قلوب میں مرض ہوگا، جس کے باعث وہ حق کو نہ سمجھ سکیں گے فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْم (بقرہ:۱۰) ان ہی کے حق میں کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ سچائی کی طرف سے آنکھیں اور کان بند کئے ہوں گے صُمٌّم بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَايَرْجِعُوْنَ (بقرہ:۱۸) انہیں کے لئے کہا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے نام پر محبت وخوف اور تقویٰ کے مفہوم سمجھنے سے قاصر ہوں گے، ان کا شیوہ ظلم ہوگا، وہ خود کو تباہ نہ کرتے ہوں گے بلکہ ان سے پاکیزہ سماج اور معاشرے کی پراگندگی کا بھی خطرہ لاحق ہوگا۔ اس لئے کسی ایک شخص کو مادی سزائیں دے کر آئندہ کے ظلم وستم، گناہ و پاپ کا سدباب کیا جاتا ہے۔ جب ایک چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں، جب ایک زانی یا زانیہ کو سنگسار کیا جاتا ہے تو آئندہ جرم کرنے والوں کی نیتوں تک کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ ان سے پوچھو کہ تمہارے قوانین نے کس حد تک جرم کو روکنے میں تمہاری مدد کی ہے۔ ہمارے اس پیارے، سماج اور معاشرے میں (جس کی طرف دعوت دی گئی ہے) نہ جرم کا تصور ہے نہ سزا کا۔ یہ تو صرف ان ظالموں کے ظلم کی سزا ہے، جنہوں نے دنیا اور عقبیٰ کو اپنے ہاتھوں سے اجاڑ ڈالا ہے۔ ایسے ظالموں کو سخت سزائیں دے کر معاشرے کو پاکیزہ بنانے کا نظم کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کر کے جب تم اس دنیا میں نہ بچ سکے تو عقبیٰ میں کیا بچ سکو گے۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو ایسے ظالم، سرکش اور نافرمان لوگوں کے سائے سے بھی دور رکھے اور ہمارے قلوب کو اپنی معرفت وحقیقت، تقویٰ اور ڈر سے

معمور کرے۔آمین''

دوران بیان حضرت مرشدنا نے خود ہی ایک اور سوال اٹھایا کہ یہاں تو یہ لوگ ''خلق برادری'' کی باتیں کرتے ہیں اور جانوروں تک کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے ،جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔لیکن ان ہی جانوروں کو کاٹ کر کھا جاتے ہیں۔خود ہی اس کا جواب مدلل انداز میں مرحمت فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کا انحصار زندہ چیزوں کے قتل پر قطعی نہیں۔لیکن وہ لوگ بتائیں جو درختوں کا پھل،اناج، غلہ اور ترکاریوں کی زندگی کو ختم کر کے اپنا رزق یکجا کرتے ہیں۔جب کہ علم نباتات یا Botany کے محققین نے اپنی تحقیقات اور ریسرچ کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ پودوں میں بھی حیات ہے،ان میں نشو ونما،کھانے پینے اور سانس لینے کی صلاحیت موجود ہے تو پھر ان کا کھانا،روندنا اور کچلنا سنگدلی نہیں ہے کیا؟ اگر ان چیزوں کا کھانا ان کے لئے جائز و درست ہے تو اللہ کے نام پر بکری اور بھیڑ کا ذبح کرنا ممنوع وحرام کیوں کر ہوا؟ اور یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جس طرح دوسرے جانوروں کا دودھ اور گوشت دونوں جائز اور حلال ہے۔اسی طرح سے اس کے گوشت کا استعمال بھی جائز اور حلال ہے۔اگر کوئی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے اور نہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن کسی کو بھی خالق نہیں جاننا چاہئے اور معبود کا درجہ نہیں دیا جانا چاہئے۔کیوں کہ خالق خالق ہے اور مخلوق مخلوق۔حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ''اِنَّ الدُّنیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃ (بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو) مشاہدے سے بھی یہ بات خوب سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں بسنے والے انسانوں کا تصرف دنیا کی ہر شئے پر ہے۔گوشت کھانے والوں پر طنز کرنے والوں سے یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا تم اور تمہاری زندگی کا انحصار زندہ چیزوں کے قتل پر نہیں ہے؟ کیا تم درختوں کا پھل،اناج،غلہ اور ترکاریوں کی زندگی کو ختم کر کے اپنا رزق نہیں یکجا کرتے ہو؟ آج علم نباتات یا

Botany کے علما نے اپنی تحقیقات اور ریسرچ کے ذریعہ پوری طرح ثابت کردیا ہے کہ پودے بھی حیات رکھتے ہیں، ان میں بھی جان ہے، ان میں بھی جانداروں کی طرح نشو ونما ہے، وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور سانس لیتے ہیں۔ ان میں بھی حیات اور موت کا اصول ہے۔ ساتھ ہی انسانوں کی طرح افزائش نسل کا اصول بھی ہے۔ پھر اہنسا کی باتیں کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کا قتل جائز، ان کا کھانا حلال اور بکری اور بھیڑ کا اللہ کے نام پر کیا ہوا ذبیحہ حرام ہے؟ تمہارا یہ اصول ہے کہ ''جیوجیواہار'' (زندوں کا انحصار زندوں پر ہے) زمین میں بیج ڈال کر کھاد اور پانی سے ان کی پرورش کی جاتی ہے اور پک کر تیار ہو جانے کے بعد انہیں کاٹ کر اپنے استعمال میں لایا جاتا ہے، جس طرح ان کے قابل انتفاع ہونے سے پہلے ان کا روندنا، کچلنا اور تباہ کرنا جرم اور سنگدلی ہے اور پک کر تیار ہو جانے پر ان کو استعمال میں لانا جائز اور حلال ہے۔ اسی طرح مرغا مرغی، بھیڑ بکری اور جانوروں کا ذبح کرنا جب تک کہ وہ استعمال کے قابل نہ ہو جائیں تکلیف اور گزند پہنچانا، سنگدلی اور جرم ہے اور ان کے استعمال کے قابل ہو جانے پر قاعدے کے مطابق ان کا استعمال کرنا حلال اور جائز ہے۔ ہرے درختوں کو کاٹ کر ان کا ایندھن بنایا جاتا ہے، ان کے مغز اور پختہ حصے کو تعمیرات کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے، جنگلات کو کاٹ کر آبادی اور انسانوں کا بسیرا بنایا جاتا ہے۔ جب تک کہ جاندار جانور دودھ دیتے ہیں، ان کا استعمال دودھ کے لئے کیا جاتا ہے اور جب وہ بیکار ہو جاتے ہیں تو بلاوجہ انہیں سڑانے اور گلانے کے بجائے کاٹ کر استعمال میں لایا جاتا ہے، جس طرح ایک پھلدار درخت جب تک پھل دیتا ہے تو اس کے پھلوں کو کھایا جاتا ہے اور جب وہ پھل دینا بند کر دیتا ہے تو انہیں کاٹ کر ایندھن بنا ڈالا جاتا ہے۔ گائے کو بلاوجہ ذبح کے کچھ

معنی نہیں۔ اس کی پرورش اس کی نگرانی اور اس کا خیال اسی اصول کے تحت کیا جاتا ہے۔ضرورت پڑنے پر جس طرح دوسرے جانوروں کا دودھ اور گوشت دونوں جائز اور حلال ہے اسی طرح اس کا بھی۔ اس کے گوشت کا استعمال صرف جائز اور حلال ہے، حکم اور مذہب نہیں ہے۔ اگر کوئی نہیں کھانا چاہتا اور پسند نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں۔ کسی کو خالق نہ جانے اور معبود کی جگہ نہ دے۔ خالق خالق ہے اور مخلوق مخلوق۔ ایک مجبور ولاچار پیشاب و غلاظت سے بھرا ہوا بھلا معبود کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ جل شانہ، سمجھ دے اور شرک سے بچائے۔ آمین''

حضرت باباحضور نور اللہ مرقدہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے اندر جھکاؤ اور ''عاجزی وانکساری'' پیدا کرو۔ صاحب کمال وہی ہوگا، جس کے اندر عاجزی وانکساری اور عفو ودرگزر والی خوبیاں ہوں گی۔ لہذا تکبر وتمکنت سے توبہ کرنی چاہئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے دست مبارک پر لاکھوں کروڑوں انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ مجدد الف ثانی، ہزار سال کے مجدد کہے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں کتے، بلی سے زیادہ اپنے کو ذلیل جانتا ہوں اور کافر فرنگ سے بھی کم اپنے اندر ایمان پاتا ہوں۔ اتنے بڑے ولی، جن کی شان میں ان کی پیدائش سے پانچ سو سال پہلے سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پانچ سو سال بعد ہند میں ایک ولی پیدا ہوگا، جس کی نسبت تمام اولیا میں سب سے زیادہ بلند ہوگی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے سیکڑوں برس بعد ایک ولی پیدا ہوگا، جس کی نسبت تمام اولیا میں سب سے زیادہ بلند ہوگی اور

مجھے فخر ہے کہ وہ یہاں آ کر میرے پاس مراقبہ کریں گے۔ پتہ نہیں کتنے اولیائے کرام نے ان کی پیدائش اور آمد کی بشارتیں دیں۔ ایسی ہستی کب ہستی بنی، جب نیستی کا یہ عالم ہوا کہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ کتے، بلی سے زیادہ ذلیل، کافر فرنگ سے بھی کم ایمان اپنے اندر پاتا ہوں جیسا کہ مذکور ہوا۔ معلوم ہوا کہ عاجزی اور انکساری فنائیت کا انداز ہے۔ ''میں'' کے خاتمہ کا سبق انسانیت کو پیدائش کے ساتھ ہی ساتھ سکھایا گیا ہے۔

ہم کیا کرتے ہیں، روزانہ اپنے کو ایک دوسرے سے افضل جانتے ہیں، روزانہ اپنے اندر خوبی اور کمال دیکھتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اپنے اندر جھکاؤ پیدا کرو، عاجزی اور انکساری پیدا کرو۔ جو صاحب کمال ہوتا ہے، جس کے اندر خوبی ہوتی ہے، اس کے اندر عفو و درگزر کی صفت ہوتی ہے، اس کے اندر مٹنے اور کمال حاصل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، نہ کہ اپنے کو اکڑا کر چلنے کا۔ اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ یہ سب نفس کا فساد ہے، جب تک تزکیہ باطن نہیں ہوتا ہے، جب تک نفس پاک نہ ہو جائے، صاف نہ ہو جائے، تصفیۂ قلب اور تزکیہ نفس نہ ہو جائے، تب تک یہ عادتیں جاتی نہیں ہیں۔ آدمی لاکھ دبانا چاہے، دبتی نہیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق عنایت فرمائے، محنت و مجاہدے کی توفیق دے۔ ہمارے نفسوں کو مزکیٰ کر دے، چمٹا لے اور اپنا بنا لے۔ آمین''

---

حضرتؒ نے ایک مجلس میں ''حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابلیس لعین کا واقعہ'' سنایا کہ غلطی دونوں سے ہوئی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کا نفس جھک گیا اور وہ اپنی غلطی پر فوراً نادم و شرمندہ ہوئے تو اللہ رب العزت نے انہیں دنیا اور آخرت کا بادشاہ بنا دیا، نبی بنا دیا اور ان کی اولاد میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بابرکت ذات گرامی ہوئی۔ لیکن ابلیس لعین نے کبر کیا، اللہ کے حکم کی

نافرمانی کی تو وہ دھتکار دیا گیا اور کافر ہوا۔ حضرت باباحضور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے اس واقعہ سے درس ملتا ہے کہ ہمیں اپنی انانیت و کبر کو دور کرنی چاہیئے اور غرور و تمکنت کو دفع کرنا چاہیئے، اپنے کو ذلیل و کمتر سمجھنا چاہیئے اور دوسروں کو افضل و برتر سمجھنا چاہیئے، اپنی کمی اور کجی پر نظر رکھنی چاہیئے اور اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید میں ابلیس کے واقعہ کے ساتھ ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ آدم علیہ السلام سے اللہ جل شانہ نے کہا تھا یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ٥ (بقرہ: ۳۵) ''اے آدم تم اور تمہاری بیوی جاؤ تم دونوں جنت میں رہو سہو، کھاؤ، جہاں جی چاہے جاؤ، اور لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا (اس سے کچھ نہ کھانا)۔ حضرت آدمؑ سے حکم عدولی ہوگئی، رب کے حکم سے سرتابی ہوگئی، منع فرمایا گیا تھا، نہ کھانا، کھالیا۔ غلطی دونوں نے کی۔ ابلیس سے کہا تھا، ''سجدہ کر'' نہ کیا۔ آدم سے کہا تھا ''مت کھا'' کھالیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا گیا، کیوں ،ہم نے منع نہ کیا تھا کہ اس درخت کے قریب تک نہ جانا؟ فوراً نادم و شرمندہ ہوئے اور پکار اٹھے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ٥ (اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم بڑے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ اعراف: ۲۳) حضرت آدمؑ کا نفس جھک گیا، اس نفس نے خطا کا اقرار کرلیا، اپنے جرم کا اقرار کرلیا، معافی مانگ لی۔ نفس ابلیس نے کبر کیا اکڑ کر کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ٥ (میں آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ ص: ۷۶) نہ نادم

ہوا، نہ تائب ہوا، بلکہ اپنے جرم کو چھپانے کے لئے دلائل بیان کرنے لگا، انکار کیا اور کبر۔ پس وہ کافر ہوا ،اسے دھتکار دیا گیا فَاخْرُجْ مِنْھَا (نکل جا یہاں سے۔ص:۷۷) مقام قرب سے نکال کر مردود و ملعون کا خطاب ملا۔ یہاں تک کہ ہمیں تعلیم دی گئی کہ پڑھا کرو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ''اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔'' آدم علیہ السلام نے توبہ کرلی، معافی مانگ لی، جرم کا اقرار کرلیا، اپنے نفس کو جھکا دیا تو دنیا اور آخرت کے بادشاہ بنا دیئے گئے۔ آدم نبی اللہ بنا دیئے گئے، تمام انسانوں کے باپ بنا دیئے گئے اور یہ فخر حضرت آدم علیہ السلام کو عطا ہوا کہ ان کی اولاد میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا۔ اللہ اکبر (اس شرف و بزرگی کی کوئی حد بھی ہے۔)

آدم علیہ السلام اور ابلیس کے اس واقعہ میں (جس کی ابتدا انسانیت کی ابتدا سے ہے) یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی انانیت اور غرور کو دفع کرو، اپنے مولیٰ کے احکامات پر سر جھکا دو، جہاں بھی حکم کریں سجدہ کرو، غرور و تمکنت کو دفعہ کرو، نفس کے شر کو ختم کرو، مولیٰ کی انا میں اپنی انا کو ختم کرلو، جو وہ چاہتے ہیں اس کا اقرار کرلو۔ سماج میں رہنے کے لئے یہ تعلیم سیکھو کہ اپنے کو سب سے کمتر اور ذلیل سمجھو، دوسروں کو اپنے سے زیادہ افضل اور اچھا سمجھو۔ جب تک اپنے کو سب سے افضل اور اعلیٰ، خوبی اور کمال والا سمجھو گے تو پھر ضرور تم سے غرور ہوگا، تمکنت ہوگی، شرارت ہوگی، دوسروں کا حق دبے گا اور دوسروں کا نقصان ہوگا۔ جب تم خود سر جھکا لو گے، جب خود تمہارے اندر جھکاؤ پیدا ہوگا، جب خود اپنی کمی اور کجی کو دیکھو گے تو اپنی اصلاح کر کے اپنے کو فائدہ پہنچا سکو گے۔''

باباحضور علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کاملین و

واصلین اولیائے مقربین میں سے گزرے ہیں، وہ ہمیشہ اپنے کو دوسروں سے ذلیل وکمتر جانتے تھے، لیکن زندگی میں ایک بار ''بدگمانی'' جیسی ایک غلطی نے انہیں ذلت ورسوائی اور پشیمانی اٹھانے پر مجبور کردیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ، کاملین، واصلین، اور اولیائے مقربین میں سے گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اپنے کو دوسروں سے ذلیل اور کمتر جانتا تھا، زندگی میں ایک بار یہ غلطی ہوئی کہ میں نے اپنے کو کسی سے بہتر اور اچھا جانا تو اس کی سزا مجھے فوراً مل گئی۔ فرماتے ہیں کہ سنو! واقعہ یہ ہوا کہ ایک بار میں دریا کے کنارے کنارے جارہا تھا، دیکھتا ہوں کہ دریا کے کنارے ایک شخص بیٹھا ہے، اس کے سامنے ایک صراحی اور ایک گلاس رکھا ہے اور ایک عورت بھی بیٹھی ہوئی ہے۔ میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ کوئی گندا آدمی ہے۔ اور میرے دل میں خیال آیا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں، مجھے شراب کی عادت نہیں، میں کسی ایسی ویسی عورت کے ساتھ نہیں بیٹھتا۔ یہ خیال گزرا ہی تھا کہ ایک دوسرا حادثہ رونما ہوا، ایک کشتی سامنے سے آتی ہے اور عین اسی جگہ جہاں میں اور وہ شخص تھا، دیکھا کہ کشتی ڈوب جاتی ہے، اس میں سات آدمی سوار تھے، سب غرقاب ہونے لگے تو وہ آدمی تیزی سے دریا میں کودا اور کئی بار کود کر چھ آدمیوں کو زندہ بچالیا، بہت تلاش کے باوجود اسے ایک آدمی نہ مل سکا، جب وہ حیران وپریشان ہوگیا تو مجھ سے کہتا ہے، (میں وہیں کھڑا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا) اے حسن بصری! تو مجھ سے بہتر ہے نا! دیکھ تم سے کمتر اور خراب انسان نے چھ کی جان بچالی۔ تو مجھ سے بہتر ہے تو آ اور ایک کو بچالا۔ اس کے منہ سے اپنا نام سننا تھا کہ میرے پیر کانپنے لگے کہ یہ آدمی مجھے کیسے پہچانتا ہے۔ میں تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ پھر کہتا ہے، اے حسن بصری! تو اپنے کو اولیائے

کاملین میں سے جانتا ہے، تیرے ہاتھوں پر ہزاروں لوگ بیعت کرنے اور تعلیم لینے آتے ہیں، لیکن تجھ میں ابھی تک بدگمانی کی عادت باقی ہے، تیرا گمان خراب ہے۔ اے حسن! سن تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ صراحی میں شراب ہوگی، اس میں ٹھنڈا پانی ہے اور جس عورت کے لئے تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ فاحشہ عورت ہوگی، وہ میری مائی ہے۔ اے حسن! ہوگا تو مجھ سے بہتر۔ اور واقعی ہے تو، تو آ، اور ایک ڈوبے ہوئے کو نکال لا۔ ایک کمتر شخص نے چھ کی جان بچالی، تو ایک بچالا۔ فرماتے ہیں کہ اس کی باتوں سے میں اتنا ذلیل ورسوا ہوا کہ وہیں بیٹھ گیا اور رونے لگا، لیکن اس شخص کو مجھ پر رحم نہ آیا۔''

کلکتہ کی ایک مجلس میں حضرتؒ نے فرمایا کہ دنیاوی چیزوں کو دیکھ کر جو ''علم الیقین'' حاصل ہوا ہے، اس نے لوگوں کو بیوی، بچے اور وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا ہے اور دنیا کمانے میں پاگل کردیا ہے۔ لیکن اللہ رب العزت جو دنیا وآخرت دونوں دینے والے ہیں، ان کی یاد میں نہ کوئی بے چین ہوا اور نہ ان کے عشق میں کوئی پاگل ہوا۔ ایک وقت تھا کہ بزرگان دین اور اولیا اللہ کی مجالس میں اللہ رب العزت کے ایسے تذکرے ہوتے تھے کہ بادشاہ بھی اپنی بادشاہت چھوڑ دیتا تھا اور تخت وتاج کو ٹھوکر ماردیتا تھا۔ اللہ کی یاد میں، اللہ کی محبت میں ہی ''حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ'' اور ''حضرت ابراہیم بن ادہمؒ'' نے اپنی بادشاہت چھوڑ دی اور اس طرح نہ جانے کتنے بادشاہ ہوں گے، جنہوں نے اللہ کی محبت میں اپنی بادشاہت اور تخت وتاج کو ٹھوکر ماردی۔ لیکن افسوس کہ آج نہ وہ تذکرے ہیں اور نہ ہی وہ چاشنی ہے۔ بعدہ حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کو راستہ وہی بتایا گیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ طلب نہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

''آج دنیا کے سامنے دولت، اچھے کپڑے، اچھی بلڈنگ، اچھے کام کے اتنے تذکرے ہیں یا انہیں دیکھ کر جو علم الیقین حاصل ہوا ہے، اس نے بیوی چھوڑنے پر،

بچے چھوڑنے پر بے چین کردیا ہے اور وطن چھوڑنے اور ہجرت کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ ملک بدر ہو کر ترقیات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ ہر ایک کی دوڑ یہ ہے کہ میری بلڈنگ اونچی ہوجائے، میری کار اس سے اچھی ہوجائے، میرے جوتے اس سے اچھے ہوجائیں، یعنی کہ انسانوں کو دنیا کمانے نے پاگل کردیا ہے۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ جو دنیا بھی دینے والے ہیں اور آخرت بھی دینے والے ہیں، ان کی یاد نے نہ کسی کو بے چین کیا اور نہ ان کے عشق میں کوئی پاگل ہوا۔ ایک زمانہ تھا، جس وقت بزرگان دین، اولیا اللہ کی مجالس میں اس مولیٰ ومحبوب کے اتنے تذکرے ہوا کرتے تھے، سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات کے پیدا کرنے والے مالک کا اتنا ذکر خیر ہوتا تھا کہ لوگ پاگل و دیوانے ہوجاتے تھے۔ بادشاہ بادشاہت چھوڑ کر، تخت و تاج چھوڑ کر، اس مولیٰ اور محبوب کی تلاش میں بھٹکا کرتے تھے۔ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا تذکرہ آپ نے سنا ہوگا، کچھوچھہ شریف میں آرام فرما ہیں، سمناں کے بادشاہ تھے۔ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے۔ اس طرح سے پتہ نہیں کتنے بادشاہ گزرے ہیں کہ جب ان کے دل میں اللہ کی یاد اور اس کے عشق ومحبت کی چاشنی پیدا ہوئی تو تخت وتاج کو لات مار کر کسی اللہ کے ولی کی تلاش میں جنگلوں میں بھٹکا کرتے تھے۔ انہیں خوش قسمتی سے کوئی اللہ والا مل جاتا تو ان کی صحبت بابرکت میں برسہا برس رہ کر محنت ومجاہدہ کیا کرتے تھے پھر ایک نور بصیرت پیدا ہوا کرتی تھی، ایک جذبہ پیدا ہوتا تھا، عشق کی ایک لہر پیدا ہوتی تھی، وہ انوار پیدا ہوتے تھے، جن سے چودہ طبق زمین وآسمان بلکہ دونوں عالم روشن ہوجاتے تھے اور وہ ولی کامل ہوجایا کرتے تھے۔

آج بھی ولی کی تلاش ہوتی ہے، لیکن اس لئے کہ وہ دعا فرمادیں گے تو گھر میں برکت

ہوگی اور کاروبار ترقی کر جائے گا۔ چونکہ آج ہمارے سامنے نہ وہ تذکرے ہیں، نہ وہ ذکر اور نہ وہ چاشنی ہے۔ اس لئے ہمیں نہ اس کی طلب ہے نہ اس کی پیاس۔ لیکن عزیز من! جب آپ بھی چکھ لیں گے، آپ کے دل کو بھی اس درد کی لذت مل جائے گی تو آپ بھی بے چین ہوں گے، پاگل ہوں گے، آپ کا دل بھی پاگل ہوگا اور اپنے محبوب کی یاد میں بے چین، ہمہ وقت اس کی طرف نگاہ لگی ہوگی۔ اللہ کرے سب کے دل میں وہ آگ لگ جائے، سب کے دل اللہ کی یاد سے بے چین و بیتاب ہو جائیں اور اس کی طرف جتنا بڑھ سکتا ہو، بڑھے۔ اس لئے کہ نہ میں کہہ رہا ہوں، نہ تصوف کہہ رہا ہے اور نہ صوفیہ کہہ رہے ہیں بلکہ خود اللہ جل شانہ کہہ رہے ہیں فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ (پس بھاگو اللہ کی طرف۔ ذاریات: ۵۰) لیکن انسان کب بھاگے گا؟ یہ تو سونے کی طرف بھاگ رہا ہے، چاندی کی طرف بھاگ رہا ہے، اچھی کار کی طرف بھاگ رہا ہے، عورت کی طرف بھاگ رہا ہے، اونچی بلڈنگ کی طرف بھاگ رہا ہے، اللہ کی طرف کب بھاگے گا؟ جب وہ آگ کلیجے میں لگے گی اور جب کوئی ہستی ایسی ہوگی کہ ایک نگاہ ڈالے اور دل بے چین و بیتاب ہو جائے، اور پھر جب دلوں میں بیتابی و بے چینی ہوگی تو انشاء اللہ اس کی طرف ضرور بھاگے گا۔

آپ کو راستہ تو وہی بتایا گیا، لیکن افسوس، چونکہ وہ طلب نہیں ہے اور بے طلب کو جب کوئی کاسہ دے دیا جائے، سونا بھی دے دیا جائے، ہیرا بھی دے دیا جائے تو کیا قدر ہوگی۔ پہلے اللہ اپنی یاد، اپنا عشق اور اپنے پانے کی طلب پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قدر کی توفیق دے اور عمل کی بھی توفیق دے، راستے کھول دے اور اپنے عاشقوں میں درج کر لے۔''

حضرت مرشدنا نور اللہ مرقدہ نے ایک مجلس میں بڑے ہی درد بھرے انداز میں فرمایا کہ لوگو! ہم وہ پیر

نہیں ہیں بلکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دین کے خادم ہیں، ہماری خواہش ہے کہ ہم قیامت کے دن حضور آقائے کائنات ﷺ کے خادموں میں شمار کر لئے جائیں۔ حضرت مرشدنا اپنے والد، بھائی اور بیٹے کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ سب بھی آپ کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ ''خدمت بڑی چیز ہے''۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! ہم وہ پیر نہیں ہیں، حضرت محمد ﷺ کے دین کے خادم ہیں۔ اسرار کو وہ پیر نہ سمجھو۔ ہم جو تمہارے گھر گاؤں جاتے ہیں تو تمہارے مہمان ہوتے ہیں، تمہیں اختیار ہے کہ جو خدمت کر سکو کرو۔ لیکن ہم وہ پیر نہیں ہیں، ہم تو خادم ہیں۔ فرمایا گیا کہ قوم کا سردار ہی اس کا خادم ہوتا ہے۔ ہمارے خادم ہونے کا یہی ثبوت ہے۔ کل قیامت کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے، ان کی امت کے خادموں میں شمار کر لئے جائیں، یہی ہماری خواہش ہے۔ آپ بھی دیکھتے ہوں گے کہ ہمارے بچے، ہمارے بھائی، آپ کی خدمت کے لئے دیگ اور پتیلے اٹھا کر وہاں سے لاتے ہیں اور دو بجے رات، تین بجے رات کو بھی آپ کو گلے سے لگاتے ہیں۔ جائیے کسی خانقاہ میں پیرزادے آپ سے پیر دبوائیں گے، سلام کا جواب نہیں دیں گے، پرنس کہے جاتے ہیں، شہزادے کہے جاتے ہیں، شہزادوں کی طرح رہیں گے۔ یہاں آپ کی جوتیاں بھی سیدھی کرتے ہیں۔ آپ بیت الخلا گندا کر کے آتے ہیں تو میرے بیٹے، میرے والد، اور میرے بھائی بیت الخلا میں پانی بھی ڈالتے ہیں۔ وہ آپ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ کتنی بار میں نے خود اپنے والد صاحب کو بیت الخلاء صاف کرتے دیکھا ہے، پانی ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدمت بڑی چیز ہے۔''

حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ نے ایک مجلس میں اپنے مریدین کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ

’’غافلوں کی صحبت‘‘ سے بچیں۔ ذاکرین کے ساتھ اپنا وقت گزاریں۔ اور جب کبھی غافلین کے ساتھ ہوں تو ذکر خفی میں لگ جائیں ایک لمحہ اور ایک پل کے لئے بھی غافل نہ رہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’جب آپ غافلوں کی صحبت میں جائیں گے تو آپ کا دل غافل ہو جائے گا۔ جو کچھ کما کر یہاں سے لے جائیں گے، غافلوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے مہربانی فرما کر ذاکرین کے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش کریں۔ جب غافلوں کے ساتھ ہوں تو مجددی سلسلے کے لوگ ہیں تو وہ وقوف قلبی کرتے رہیں۔ جن کا ذکر خفی جاری ہو تو وہ ذکر خفی میں لگ جائیں۔ ایک لمحہ کے لئے، ایک پل کے لئے بھی غفلت میں نہ رہیں اور اس وقت خاص طور سے بھی جس وقت غیر مشرب کا آدمی آپ سے مخاطب ہو، آپ سے بات کر رہا ہو۔ اکیلے میں اور کریں، مجلس میں اور کریں۔ صوفیہ کی شان ہے جب مجلس میں ہوتے ہیں، اکیلے ہوتے ہیں۔ جب اکیلے ہوتے ہیں تو مجلس میں ہوتے ہیں۔ کیسے اکیلا ہوتا ہے صوفی، اللہ کی یاد کے ساتھ اکیلا ہوتا ہے، وہ ذکر میں ایسا محو ہوتا ہے کہ آپ کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔ جب لوگوں کے درمیان رہو تو ہمہ وقت اللہ کے ذکر کے ساتھ لگے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی کشش، لوگوں کا خیال، لوگوں کی باتیں، لوگوں کا انداز تمہیں غافل کر دے۔ بہر حال دوام کی کیفیت کی کوشش ہو، برابر ذکر کرتے رہو۔‘‘

حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ کی مجلس میں قطب زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت الحاج الحافظ ’’حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب قدس سرہ العزیز‘‘ تشریف فرما ہوتے اور اگر آپؒ کو فرصت نہیں ہوتی تو آپؒ اپنے مریدین کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حزب البحر کی اجازت لینے کی ہدایت فرماتے۔ بابا حضور علیہ الرحمہ کی ایک مجلس میں قطب زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت

الحاج الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب قدس سرہ العزیز تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضرت موصوفؒ تشریف فرما ہیں، جن کو حزب البحر پڑھنا ہو وہ ان سے حزب البحر کی اجازت لے لیں گے اور مزید کچھ پوچھنا ہو تو ان سے پوچھ بھی لیں گے اور ان سے دعائیں کرا لیں گے۔ نیز حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے تعلق سے فرمایا کہ ہمارے پیر صاحبؒ نے ایک روز فرمایا کہ اسرار! یہ ہمارے بیس برس سے بھی زیادہ کے ساتھی ہیں، جاڑا، گرمی، برسات ہر موسم کے ساتھی ہیں۔ حضرت مرشدنؒا نے فرمایا کہ یہ ہمارے پیر صاحب کی یادگار ہیں، ہماری پیدائش کے قبل سے ہی یہ سلسلہ سے وابستہ ہیں اور ہمارے ہوش سنبھالنے کے قبل سے ہی یہ خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خوبیوں کے علاوہ بے نفسی کی دولت عطا فرمائی ہے۔ مجھے حضرت موصوف پر رشک آتا ہے کہ کاش اللہ رب العزت مجھے بھی ایسی بے نفسی عطا فرماتا۔ بابا حضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''کچھ لوگ حزب البحر وغیرہ اگر پڑھنا چاہتے ہیں تو وہ اپنا نام ولی محمد صاحب کے پاس لکھا دیں گے۔ مولانا عبدالحکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ ان سے آپ لوگ مل بھی لیجئے گا، بہت پرانے آدمی ہیں اور ہمارے پیر صاحبؒ کی یادگار ہیں، ہماری پیدائش کے پہلے سے یہ سلسلہ سے لگے ہیں اور ہمارے ہوش سنبھالنے سے پہلے یعنی جب ہم آٹھ، نو برس کے ہوں گے تب کے ہمارے پیر صاحب کے خلیفہ ہیں اور عالم بھی ہیں، حافظ بھی ہیں، مدرسہ کے مہتمم بھی ہیں، پیر بھی ہیں، بہت سے لوگوں کے پیر ہیں، بہت سے لوگوں نے ان سے بیعت کی ہے۔ حضرت صاحبؒ بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ ۳۳ آیت پہلے رول میں آتی تھی کاغذ میں۔ لوگ چاشت کے وقت کاٹ رہے تھے۔ ہم لوگ بھی یہیں بیٹھے تھے۔ نانا نواسہ سب لوگ مل کر بانٹ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر ہم نانا نواسہ چلنے لگے۔ کچھ دور راستے میں پہنچتے ہیں اور پلٹ کر فرماتے ہیں۔ اسرار! یہ میرے ساتھی ہیں، یہ میرے

بیس برس سے بھی زیادہ کے ساتھی ہیں۔ پتہ نہیں دل میں کیا خیال آیا تھا، مجھے بتانے کی ضرورت کیا تھی، میں تو خادم ہی تھا۔ لیکن اس وقت کچھ پیار آیا ہوا تھا۔ یہ میرے ساتھی ہیں، یہ میرے بیس برس سے بھی زیادہ کے ساتھی ہیں، جاڑا، گرمی، برسات ہر موسم کے ساتھی ہیں۔ اسرار دعا کرو اللہ ان کو استقامت دے، ان کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ ہم نے کہا۔ ہاں حضور، حاضر ہیں۔ آپ کی دعا کافی ہے۔ بہرحال، اچھے آدمی ہیں، اللہ ان کے ذریعہ امت کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے۔ امت کی اصلاح اور امت کی ہدایت کے کام ان سے لے۔ بہرحال، تشریف لائے ہیں، ان سے ملئے بھی، دعا کریئے اور کرائیے، حزب البحر وغیرہ مولانا بہت پڑھتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم کو فرصت نہیں رہتی ہے تو مولانا سے اجازت کے لئے کہہ دیتے ہیں، لوگوں کو اجازت دیدیتے ہیں۔ جب بھی مولانا آئے، سن بھی لیتے ہیں، پڑھ بھی لیتے ہیں، پڑھا بھی دیتے ہیں۔ ہم ایسے ہی آدمی ہیں، ناکارہ آدمی ہیں۔ بہرکیف! جو لوگ پڑھنا چاہیں، میں دیکھ لوں گا، نظر ثانی کرلوں گا کہ اس قابل ہیں کہ نہیں کہ پڑھ سکیں کہ نہیں پڑھ سکیں۔ پھر میں جب اجازت دے دوں گا کہ ہاں آپ اجازت لے لیں تو آپ لوگ اگر مولانا تشریف فرما رہیں گے تو ان سے اجازت لے لیجئے گا۔ سیکھ لیجئے گا اور کوئی سبق و اسباق، کوئی چیز جاننے و سمجھنے کی ہو تو مولانا سے پوچھیں گے، وہ بتائیں گے۔ بہت پرانے آدمی ہیں۔ میں نے بتایا نا کہ میری پیدائش سے پہلے حضرت صاحبؒ سے بیعت ہیں اور میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے جب میں سات، آٹھ، نو برس کا ہوں گا تب کے حضرت صاحبؒ کے خلیفہ ہیں اور بےنفس بزرگ ہیں، ان کی سب باتیں اچھی لگتی ہیں۔ ایک بات ایسی ہے جو بہت کم آدمیوں میں دیکھنے میں آتی ہے۔ عالم ہیں، فارغ ہیں، پیر ہیں، حافظ ہیں،

سب چیزیں ہیں، لیکن بے نفسی، اللہ جل جلالہ نے ان کو جو چیز عطا فرمائی ہے، اس پر رشک آتا ہے کہ اللہ ہمیں بھی ایسی بے نفسی عطا فرماتا تو کتنی اچھی بات تھی۔ یہ بہت بڑا کمال ہے، بہت بڑی خوبی ہے۔ اور یہ شاید سلسلہ کی برکت سے ہی ہو سکتی ہے اور کہیں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کمالات سے نوازا ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے فیض و برکت سے سب کو نوازے۔''

ایک مجلس میں حضرت مرشدنا نور اللہ مرقدہ نے ''پاس انفاس'' سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ نماز، ذکر اور مراقبہ سے الگ ہونا چاہئے۔ پاس انفاس اور وقوف قلبی خالی اوقات کے لئے ہے، جب خالی اوقات میں ہوں تو آورد کی کیفیت پیدا کریں تاکہ آمد کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ نیز ذکر خوب کریں اور غفلت و سستی سے بچتے رہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

''پاس انفاس نماز سے الگ ہونا چاہئے۔ خالی اوقات میں برابر کرتا رہے، اس کے لئے سعی کرنا ہے، کوشش کرنا ہے۔ نماز میں قصداً کوئی فعل نہیں کیا جاتا۔ جو حکم کے طور پر ہے وہی کیا جاتا ہے، جیسے سورہ فاتحہ کا پڑھنا، التحیات کا پڑھنا، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کا پڑھنا۔ اس کے علاوہ کیفیت کوئی آتی ہے تو وہ الگ بات ہے۔ لانا نہیں۔ پاس انفاس یا وقوف قلبی خالی اوقات کے لئے ہے، جو فرائض اور واجبات، مراقبہ یا ذکر و اذکار سے الگ اوقات ہیں۔ ذکر کے وقت میں پھر ایک فعل ہو رہا ہے۔ مراقبہ کے وقت میں پھر ایک فعل الگ ہو رہا ہے، اب اس کی برکت سے وہ خود اپنے آپ ہو رہا ہے تو ہمیں اسے روکنے کی ضرورت نہیں۔ مراقبہ نام ہے انتظار کا۔ انتظار میں کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے۔ انتظار کرنا ہے کہ آمد کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ ذکر خفی والوں کا بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اپنا کام کئے جا رہے ہیں، نماز پڑھے جا رہے ہیں۔ پاس انفاس، سانس کسی حال میں رکتا نہیں، چاہے وہ مراقبہ ہو،

چاہے وہ نماز ہو، چاہے سونا ہو، چاہے کھانا ہو، کسی حال میں بھی ہو پاس کی ترتیب، سانس کا آنا جانا رکتا نہیں۔ اگر کسی کی آمد پاس انفاس کی ہو رہی ہے، اس کے ساتھ اللہ ھو، اللہ ھو ہو رہا ہے تو اس کو روکنے کی کیا ضرورت ہے کہ اس کو روکو، لیکن نماز میں، ذکر میں، مراقبے میں، دوسرے کسی کام میں آورد کے طور پر کرنا نہیں۔ ہاں، اگر وہ اپنے طور پر سانس پر چلتا ہے، چل رہا ہے، تو اچھی بات ہے، اسے روکنا نہیں ہے۔ لیکن جو اوقات خالی ہیں، اس میں کرنا ہے، اس میں آورد کا بھی انداز پیدا کرنا ہے تاکہ آمد کا انداز پیدا ہو جائے تاکہ آمد کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ ذکر بہت کرنا، ذکر میں کبھی سستی نہیں کرنا وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي (طٰہٰ: ۴۲) اور میرے ذکر میں کبھی سستی مت کرنا۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان کے دوران فرمایا کہ اگر عیسائیوں کو دو فرقے میں بانٹ دیا جائے تو مسلمان آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑی تعداد میں شمار ہوں گے، دولت اور زمین کے اعتبار سے بھی ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارا قبلہ اول آج یہودیوں کے قبضے میں ہے، جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام نے شب معراج میں نماز ادا کی اور حضور اکرم ﷺ نے جس سرزمین سے سفر معراج شروع کیا، آج وہ مقدس سرزمین مٹھی بھر یہودیوں کے قبضے میں ہے، جن کے ذریعہ بیت المقدس کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے اور ہماری حیثیت محض تماش بین کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی برتی، دنیا کی محبت میں مغلوب ہو گئے، دنیا کی دولتوں کے گرویدہ ہو گئے اور دنیا کی ترقیوں میں گم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا۔ ذلت و رسوائی کا سبب ہم خود بنے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضرورت اس وقت "جہاد" کی ہے، اس کے لئے متحدہ طور پر ہمیں کوشش کرنی ہوگی، بزدلی چھوڑنی ہوگی اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔ اگر ہمت سے کام نہ لیا گیا اور متحدہ طور پر کوشش نہ کی گئی تو ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (محمد: ۳۸) پھر تمہاری مثال بھی باقی نہیں رہے گی۔ لہٰذا جب افغانستان

میں ہمت سے کام لیا گیا تو مٹھی بھر افراد نے روس جیسی عظیم طاقت کی ریڈ آرمی کو واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''اس زمین پر تمام مسلمانوں کو اگر جمع کر دیا جائے اور عیسائیوں کو اگر بانٹ دیا جائے کیتھولک و پروٹسٹینٹ میں تو مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد دنیا میں ہوگی۔ ہاں، اگر کیتھولک اور پروٹسٹینٹ کو ملا دیا جائے گا تو وہ تعداد کم ہو جائے گی، مسلمان دوسرے نمبر پر ہوگا۔ ورنہ تمام عالم میں سب سے زیادہ مسلمان ہیں اور زمین کے سب سے بڑے حصے پر عرب اور مسلمان قابض ہیں، اتنی بڑی زمین، اتنی بڑی مِلک، اتنے بڑے مُلک، اتنی بڑی تعداد، اتنی بڑی دولت، آج شاید مسلمانوں سے زیادہ دولت بھی کسی کے پاس نہیں ہے، تیل اور پٹرول کے خرچے اور پیسے کی وجہ سے اور سونے کی کانیں اور دوسری دولت جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں، اس حساب سے یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکین و کفار کا تو شمار کیا۔ کسی کے پاس اتنی دولت نہیں جتنی ان کے پاس ہے، مَین پاور بھی، ویل پاور بھی اور زمین کے اعتبار سے بھی، دنیا کے اعتبار سے مسلمان سب سے زیادہ غالب ہیں۔ لیکن آہ، افسوس کہ ایمان، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بے وفائی، دنیا کی محبت، دنیا کے مال، دنیا کی ترقی، دنیا کے عیش و محبت کی وجہ سے آج اتنی بڑی تعداد میں وہ ذلیل ہیں اور اعظم گڑھ سے بھی چھوٹے علاقے پر قابض۔ چند لاکھ کروڑ بھی شاید مشکل سے ہوں کہ اتنی تعداد والے لوگ، اتنے کروڑوں آدمیوں پر اربوں انسانوں کے اوپر طمانچہ لگا کر غالب ہیں، قبلہ اول کے اوپر غالب ہیں۔ آج مسلمانوں کے قبلہ اول پر کتنی کتنی فحش حرکات ہو رہی ہیں، جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام نے شب معراج میں نماز پڑھی۔ وہ، وہ زمین ہے جس پر سے سفر معراج سرکار دو عالم ﷺ

کا شروع ہوا۔ وہ، وہ جگہ ہے، جہاں سے نبی اکرم ﷺ براق پر سوار ہو کر وہاں تشریف لے گئے۔ برسوں تک مسلمانوں کا قبلہ رہنے والی وہ جگہ آج یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ کوئی کہتا ہے امریکہ بڑا پاور ہے، کوئی کہتا ہے روس سب سے بڑا پاور ہے۔ بہرحال، نمبر ایک دو یا نمبر دو دو۔ نمبر ایک یا نمبر دو کے سپر پاور کے خلاف جب جوش جہاد کے ساتھ نہتے اور ایمان والے لوگ کھڑے ہو گئے، ہمت اور جوش کے ساتھ اس پندرہویں اور چودہویں صدی میں کھڑے ہو گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی، مدد فرمایا، ان کے جہاد کو قبول فرمایا اور روس جیسی عظیم طاقت کو واپس ذلیل ورسوا ہو کر ان کے گھر جانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن افسوس، ہم ہیں کہ اس بات کو کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں، ہمیں یہ باتیں نکالتے ہوئے ہمت نہیں ہوتی۔ دین کے دعویدار، دین کی باتیں کرتے اور کہتے ہوئے تھکتے نہیں۔ لیکن جب اس قسم کی باتیں زبان پر لانی ہوتی ہے تو خوف ہوتا ہے۔ خوف کے مارے ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ بات زبان سے نہیں نکال سکتے ہیں۔ جو باتیں زبان سے نہ نکال سکتے ہوں، وہ جہاد کیا کریں گے، وہ ہمت کیا پیدا کریں گے، وہ قوم اور امت کو زندہ کیا کریں گے، وہ ماریں گے اور قوم کو دین کو مٹائیں گے، ان سے خطرہ ہے دین کے مٹنے کا، ان سے دین کے پھیلنے کا کوئی بھی امکان نہیں۔ بہرحال، دعائیں کرتے رہو، اللہ تبارک وتعالیٰ سے عاجزی کرتے رہو اور ہمت پیدا کرو، ہمت کی ضرورت ہے۔ وہ قوم مٹادی گئی، جس کے پاس سے ہمت ختم ہو گئی۔ یہ نہ سمجھو کہ مسلمان ختم ہو جائیں گے، اسلام ختم ہو جائے گا، تمہیں مٹادیا جائے گا، تمہاری جگہ دوسرے آدمیوں کو لا دیا جائے گا، خدا دین کو قائم رکھے گا، خدا کو دین سے محبت ہے، تم سے محبت نہیں۔ تم اگر دین پر قائم رہو گے تو تم سے محبت ہو گی، تم اگر دین کے وفادار ہو گے تو تم سے محبت باقی رہے گی، اگر تم دنیا کے

وفادار ہو جاؤ گے تو جس طرح دنیا فانی ہے تم بھی فنا کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن ہمت پیدا کرو، بزدلوں سے کبھی قوم باقی نہیں رہی ہے، بزدلی سے کبھی مشن باقی نہیں رہا ہے، لیکن مشن اور قوم باقی رکھی جائے گی، بزدل لوگ مٹا دیئے جائیں گے، ختم کر دیئے جائیں گے، ان کا وجود باقی نہ رہے گا۔ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم (محمد:۳۸) پھر تمہاری مثال بھی باقی نہیں رہے گی۔ بہر حال، اس وقت سب سے بڑی ضرورت جہاد کی ہے۔ اور وہ جب تک امت کے اندر نہ ہوگا، وہ یہاں اعظم گڑھ کی بات نہیں، وہ تمہارے یا سو پچاس، دوسو پانچ سو آدمیوں کی بات نہیں، وہ تمام ملت اسلامیہ میں، سارے عالم میں، جب ہمت کے ساتھ کھڑے ہوں گے، علما کھڑے ہوں گے، ائمہ کھڑے ہوں گے، جوان کھڑے ہوں گے، اور اس طرح کی تشکیل ہوگی، اس طرح سے جماعتیں تشکیل کی جائیں گی، اس طرح سے لوگ تشکیل کر کے بھیجے جائیں گے، ان کی اس طرح ترتیب کی جائے گی اور ان کو اس طرح سے تیار کیا جائے گا تو پھر مسلمان اور اسلام غالب ہوگا۔ ورنہ جس طرح سے آن پڑتی ہے تو پھر ہمت بھی ہو جاتی ہے کبھی ایسا بھی وقت آئے گا، جیسا افغانستان پر آ گیا۔ آ گیا روس، ہمت پیدا ہوئی، طاقت پیدا ہوئی، مرتے کیا نہیں کرتے والا مسئلہ پیدا ہوا، پھر جان ہتھیلی پر لے کر مجاہدین افغانستان کھڑے ہو گئے۔ جب کھڑے ہو گئے تو ان کے اندر وہ ہمت تھی، وہ جوش تھا اور اللہ کی تائید تھی۔ اللہ کو غیرت اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے ساتھ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید آئی، مدد آئی، نصرت آئی، سارے عالم نے دیکھا کہ چند مٹھی بھر لوگوں نے روس کی ریڈ فورس، ریڈ آرمی، جو دنیا کی سب سے زیادہ مضبوط فوج کہی جاتی ہے، کو واپس جانے پر، ذلیل و رسوا ہونے پر مجبور کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بھی

مدد فرمائے، ہمیں بھی ہمارے دشمنوں پر غالب کردے۔ آمین''

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز نے ایک مجلس میں بیعت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اس کی پوری وضاحت فرمائی کہ ''بیعت کیا ہے؟'' ۔آپؒ فرماتے ہیں کہ بیعت دراصل بیع سے ہے، جس کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات اور مرضیات کو، اپنے احوال اور حال کو، اپنے خیال وتخیل تک کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ یعنی اب حضور پاک ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی گزرے گی اور جو خود چاہے گا وہ نہیں ہوسکتا۔ چونکہ مرید نے اپنی ذات کو، اپنے نفس کو، اپنی تمام خواہشات ومرضیات کو فروخت کردیا ہے، غلامی کی بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈال لی ہیں اور بندگی کی زنجیروں سے اپنے ہاتھوں کو جکڑ لیا ہے۔ لیکن اگر مرید نے بیعت کے بعد عہد کو توڑ دیا تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ہ (پس جس نے بیعت توڑی بیعت توڑنے کا نقصان یقیناً اس پر ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ عہد کو پورا کیا تو اللہ اس کو اجر عظیم دے گا۔ فتح: ۱۰) اور اگر مرید اپنے عہد وپیاں پر قائم رہا تو وہ اجر عظیم کا مستحق ہوگا اور محنت ومجاہدے کی بدولت وہ ولی بن جائے گا۔ غرضیکہ حضرت مرشدنا نوراللہ مرقدہ خطبہ اور قول وقرار کے ہر عربی جملہ کو پڑھتے، اس کا ترجمہ کرتے اور مفہوم سمجھاتے جاتے تھے۔ بعدازاں آپؒ نے ایک ''غلام بچے کا واقعہ'' سنایا کہ اس غلام بچے نے اپنے آقا کے سامنے جب خودسپردگی کردی، اپنی مرضی اور خواہش کو اپنے مالک کے تابع کردیا تو وہ بچہ غلام نہ رہا بلکہ وہ اپنے آقا کا بیٹا بن گیا، اس کے نام ساری زمین اور جائیدادیں کردی گئیں۔ اس واقعہ کے بعد فرمایا اگر تم اس بچے کی بات مان لوگے تو ولی بن جاؤ گے۔ بہر حال، بیعت کے وقت مرشد اور مرید کے درمیان جو قول وقرار ہوتا ہے۔ اس کا عربی متن مع ترجمہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ مریدین اس کو پڑھیں اور اس سے مستفید ہوں اور آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کریں۔ اور اس خیال سے پڑھیں کہ ہم اپنی زندگی میں اب انشاءاللہ تعالیٰ

انقلاب لائیں گے اور جو عہد و پیماں کیا ہے اس پر عمل کریں گے۔ اور اس بات پر بھی غور وفکر کریں کہ ہم نے جو بیعت کی ہے، اس پر کتنے کاربند ہیں۔ انشاءاللہ العزیز اس کا فائدہ ہوگا اور زندگی میں انقلاب برپا ہوگا۔ حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز اور مرید کے درمیان بیعت کے وقت جو قول و قرار ہوتا ہے۔ اسے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز طالبین کو رومال یا چادر پکڑنے (خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں وہ پردے میں رہتیں) کا حکم فرماتے اور پھر یہ خطبہ پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ٥ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوااللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْماً ٥

سب تعریف اللہ کی ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں، اس کی بخشش کے خواستگار ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ کی رحمت ان پر اور ان کی آل اور

اصحاب پر ہو اور برکت اور سلام ۔ امابعد ۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے اور شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے ۔ اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اس کی راہ پر جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، بیشک جو لوگ آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں یقیناً وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا دست قدرت اور رحمت ان کے ہاتھوں پر ہے، پس جس نے بیعت توڑی اس کا نقصان یقیناً اس پر ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ عہد کو پورا کیا تو اللہ اس کو اجر عظیم دے گا۔

بعدہ حضرت مرشدنا علیہ الرحمۃ طالبین سے کہلواتے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِمَاجَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ اللّٰهِ وَ اٰمَنْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَلٰى مُرَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَبَرَّأْتُ مِنْ جَمِيْعِ الْاَدْيَانِ وَجَمِيْعِ الْعِصْيَانِ وَ اَسْلَمْتُ الْاٰنَ وَ اَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ٥

میں اللہ اور تمام چیزوں پر جو اللہ کی طرف سے آئیں اللہ کی مراد کے مطابق ایمان لایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان تمام چیزوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئیں، ان کی مراد کے مطابق ایمان لایا۔ میں سوائے اسلام کے تمام غلط دینوں سے بیزار ہوں، میں اس وقت سچے اسلام کا اظہار کرتا ہوں، اور خلوص دل سے کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ طالبین سے بیعت کے کلمات کہلواتے:

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بِوَاسِطَةِ خُلَفَائِهٖ وَ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ اِنِ اسْتَطَعْتُ اِلَيْهِ سَبِيْلاً ٥ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَاسِطَةِ خُلَفَائِهٖ عَلٰى

اَنْ لَّآ اُشْرِکَ بِاللّٰهِ شَیْئاً وَّلَآاَسْرِقَ وَلَآاَزْنِیَ وَلَآاَقْتُلَ وَلَآاٰتِیَ بِبُهْتَانٍ اَفْتَرِیْهِ بَیْنَ یَدَیَّ وَرِجْلَیَّ وَلَآاَعْصِیَهٗ فِیْ مَعْرُوْفٍ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے خلفا کے واسطے پانچ باتوں پر بیعت کی۔ اس گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ دینے پر، رمضان کے روزہ پر، اور بیت اللہ کے حج پر اگر راہ کی استطاعت ہوئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے خلفا کے واسطے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کا کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤں گا، نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا، نہ قتل کروں گا، اور نہ اپنی طرف سے کسی پر بہتان رچوں گا، اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی امر مشروع میں نافرمانی کروں گا۔

بعدازاں حضرت مرشدنا مریدین سے فرماتے اور مریدین خاموشی سے سنتے:

اَخَذْتُ مِنْکُمُ الْبَیْعَةَ فِیْ السِّلْسِلَةِ الْعَالِیَّةِ الْمُجَدِّدِیَّةِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الْاِمَامِ الرَّ بَّانِیْ مُجَدِّدُ اَلْفِ ثَانِیْ الشَّیْخِ اَحْمَدَ الْفَارُوْقِی السَّرْهِنْدِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ فِیْ السِّلْسِلَةِ الْعَالِیَّةِ الْچِشْتِیَّةِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الْخَوَاجَهْ مُعِیْنِ الدِّیْنِ الْچِشْتِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَ فِیْ السِّلْسِلَةِ الْعَالِیَّةِ الْقَادِرِیَّةِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الْغَوْثِ الْاَعْظَمْ مُحِیِّ الدِّیْنِ عَبْدِالْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَ فِیْ السِّلْسِلَةِ الْعَالِیَّةِ النَّقْشَبَنْدِیَّةِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الْخَوَاجَهْ بَهَاءِ الدِّیْنِ نَقْشَبَنْدْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَ فِیْ السِّلْسِلَةِ الْعَالِیَّةِ الشَّاذِلِیَّةِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الشَّیْخِ اَبِی الْحَسَنِ الشَّاذَلِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ ہ بِاجَازَۃِ مُرْشِدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدْ سَعِیدْ خَانُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَبِمَا حَصَلَتْ لَهٗ اِجَازَةُ حَافِظ حَامِدْ حَسَنِ الْعَلَوِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَبِمَا حَصَلَتْ لَهٗ اِجَازَةُ قُطْبِ الْعَالَمِ حَضْرَتُ السَّیِّدِ عَبْدِالْبَارِیْ الشَّاهْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ ہ

میں نے آپ کو اپنے مرشد الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے جن کو اجازت کی برکت حاصل ہے حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور جن کو

اجازت کی برکت حاصل ہے قطب عالم حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل سلسلوں میں مرید کیا۔(۱) سلسلہ عالیہ مجددیہ میں جس کی نسبت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، (۲) سلسلہ عالیہ چشتیہ میں جس کی نسبت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ کی طرف ہے، (۳) سلسلہ عالیہ قادریہ میں جس کی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، (۴) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں جس کی نسبت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، (۵) سلسلہ عالیہ شاذلیہ میں جس کی نسبت حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔

اَفَاضَ اللّٰهُ عَلَيۡنَا بَرَكَاتِ هٰذهِ السَّلَاسِلِ بِهٰذِهِ السِّلۡسِلَةِ الۡمُبَارَكَةِ وَ يَمُنُّ عَلَيۡنَا بِانۡسِلَاكِنَا فِیۡ زُمۡرَةِ اَوۡلِيَاءِهِ الۡمُقَرَّ بِيۡنَ بِرَحۡمَتِهٖ وَ هُوَ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِيۡنَ ٥ اٰمین

اللہ پاک اس پاک سلسلہ سے ان تمام مبارک سلسلوں کی برکتیں ہم پر نازل فرمائے اور اپنی مہربانی اور احسان سے اپنے مقرب ولیوں کے زمرہ میں شامل کرے۔ وہ بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔ آمین

آخر میں بیعت ہونے والے کہتے: اِخۡتَرۡتُ وَ قَبِلۡتُ (میں نے قبول کیا اور اختیار کیا) اس کے بعد حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ اور مریدین وحاضرین دعا فرماتے۔

بعد ازاں حضرت مرشدنا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''بیعت دراصل بیع سے ہے، جس کے معنی بیچنا ہے۔ گویا بیعت کے معنی بیچنا کے ہوئے۔ کہا ہے بایعت بیچا میں نے۔ یعنی اپنی خواہشات اور مرضیات کو، اپنے احوال اور حال کو، اپنے خیال و تخیل تک کو بیچ دیا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں۔ اب جو وہ چاہیں گے وہی کریں گے۔ جو میں چاہوں گا اب نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ میں نے اپنے کو بیچ دیا۔ جس سے بیچ دیا، اسی کا ہو گیا یعنی غلام ہو گیا۔ بکے ہوئے مال کا اپنے

اوپر کوئی اختیار نہیں۔ اور وہ شخص بڑا دھوکہ باز ہے، جو مال کو ایک کے ہاتھ بیچنے کے بعد دوسرے کے ہاتھ بیچنے لگے۔ ایسا نہ کرنا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ط (فتح۔۱۰) میں نے کئی بار بچہ والا قصہ آپ کو سنایا ہے۔ جس سے بک گئے اس کے غلام ہو گئے۔ اب غلام کی کوئی مرضی نہیں ہوگی۔ اگر آقا کی مرضی کے خلاف غلام مرضی چلائے تو گڑبڑ ہوگی۔ یہ مسئلہ اسی بچے والے واقعہ سے واضح ہو جاتا ہے۔ ایک بڑے آدمی تھے، بڑے دولت مند، صاحب جائیداد، نواب۔ لیکن ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب غلام بکتے تھے، نوکر بیچے جاتے تھے۔ ایک بازار لگتا تھا، جہاں بیچا جاتا تھا۔ کوئی کہیں سے کسی کو لے آیا، کسی ملک سے کوئی پکڑ لایا اور بازار میں بیچ دیا— ان (دولت مند) کے بہت سے نوکر چاکر تھے، سب باہر کام کرنے والے تھے، چاہتے تھے کہ گھر پر کوئی بچہ رہے، ایک کم عمر، جو کام دھام کرتا رہے۔ میاں بیوی نے مشورہ کیا، چلو بازار چلتے ہیں۔ بازار میں گئے، ایک اچھا بھولا بھالا بچہ بک رہا تھا۔ دونوں کو پسند آیا، لے چلو اس بچے کو، کتنا دام ہے۔ اتنا دام ہے۔ دام دیا، گھر لے کر چلے آئے۔ مالک نے بچے سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ جواب دیا، جو آپ رکھ دیں۔ پہلے تو تیرا نام رہا ہوگا، تیرے اماں ابا کا رکھا ہوا۔ ہاں تھا، سو بازار میں بک گیا، اب میرا کوئی نام نہیں۔ بیٹے آپ کیا پہننا پسند کریں گے، یہ تو غلامی کا لباس ہے، اللہ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے، ہم بہترین سے بہترین لباس لا لا کے تجھے پہنائیں گے، تو بتا دے اپنی خواہش کیا ہے، کون سا لباس پہنتا ہے۔ وہ لڑکا ہنس رہا تھا۔ حضور، جو آپ پہنا دیں۔ بیٹا کچھ تیری خواہش تو ہوگی۔ حضور، خواہش بازار میں بک گئی— اگر اسی بات پر عمل کر لو تو کل ولی بن جاؤ گے، نفس کی خواہش پر چلتے ہو، اس لئے مر جاؤ گے، کبھی ولی نہ ہو گے، جس دن بچے کی بات مان لو گے، اسی دن ولی

ہو جاؤ گے ـــ کیا کہا اس نے، حضور خواہش بازار میں بک گئی۔ اب میری کوئی خواہش نہیں۔ لاکھ پوچھتے رہو گے، کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بیٹا کیا کھانا پسند کریں گے، کس ملک کے رہنے والے ہیں، کیا کھایا جاتا تھا۔ حضور، جو کھلا دیں گے، وہ کھالیں گے۔ ہے کوئی خواہش، کوئی عادت۔ حضور، وہ عادت بازار میں بک گئی، اب میری کوئی عادت نہیں، اب میرا کوئی نام نہیں، اب میری کوئی خواہش نہیں۔ پھر اس بچے کو پکڑا، مکان بہت بڑا تھا، سب ویل فرنشڈ، ہر کمرا میں اس بچے کو لے جاتے ہیں۔ کون سا کمرا پسند ہے، دیکھ لے، کس کمرے میں تو قیام کرے گا، اس میں رہ لینا، سب جگہ گھما پھرا کر لا کر بیٹھا دیا۔ کمرا منتخب کر لے بیٹا، اب تجھ سے کچھ نہیں پوچھنا، تو اپنی پسند بتا۔ حضور، پسند بازار میں بک گئی۔ بس یہ چار باتیں ہیں۔ تیرا نام کیا ہے، جو نام رکھ دیں، وہی نام ہے۔ پچھلا نام کیا تھا، بازار میں بک گیا، یہ لڑکا بھی جو جواب دیتا تھا بکنے پر۔ اس بچے کی وہ بات، آج بیعت پر یاد آ گئی۔ وضاحت کر دوں کہ بیعت کیا ہے، بکنا کیا ہے۔ بیٹا تیرا نام کیا ہے، بابا جو نام رکھ دے، وہی نام ہے، نام جو پچھلا تھا، وہ بازار میں بک گیا۔ بیٹے کیا پہنیں گے، جو پہنا دیں، وہی پہنیں گے۔ خواہش کیا ہے، خواہش بازار میں بک گئی۔ کیا کھائیں گے، عادت کیا ہے۔ حضور جو کھلا دیں گے کھالوں گا، عادت کیا ہے تیری، عادت بازار میں بک گئی۔ ان کمروں میں سے کوئی کمرا پسند کر لے لالہ، کس میں رہے گا۔ حضور، جس میں رکھ دیں گے رہ لوگوں گا۔ پسند بتا دے تو صحیح۔ پسند بازار میں بک گئی، جو حضور کو پسند وہی میری پسند۔ جو حضور کی خواہش، وہی غلام کی خواہش۔ جو آقا کی خواہش، وہی غلام کی خواہش، جو آقا کی عادت، وہی غلام کی عادت، جو آقا پسند کر لیں نام، وہی نام غلام کو پسند ـــ ہوا کیا، دونوں پاگل ہو گئے، میاں بیوی چلائے، پھر گاڑی تیار کرو، وکیل

بلاؤ، ہنگامہ مچا۔ ہم بازار سے غلام خرید کر لائے تھے، گھر میں ہمارا یہ بیٹا ہو گیا۔ ہم اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری اولاد ہے۔ ہم نے اس کو متبنیٰ بنا لیا، گود لے لیا، ہماری پوری جائیداد، پورے مُلک، پوری مِلک، پوری خواہش، پوری تمناؤں سب کا مالک ہے یہ ہمارا بیٹا۔۔۔ کیا ہوا، معلوم؟ بازار سے غلام آیا تھا، گھر میں آقا بن گیا۔ کتنی دیر لگی اس کو، وہ تو صبح میں بکا تھا، ایک گھنٹے کے بعد آقا ہو گیا۔ تم آج تک بکے نہیں، اس لئے آقا نہیں بنے۔ خدا کی قسم جس پل سچے بک جاؤ گے۔ اس وقت ولی ہو جاؤ گے، ولی جسے بنا دیتے ہیں، بابا فرید کہتے ہیں جیسے کسی کو جاگیر دے دیتے ہیں، تصرف دے دیتے ہیں، آقا ہی بنا دیتے ہیں۔ جس پل اللہ کی بیعت تم نے کر لی، اپنی خواہش کو اس کی خواہش میں مدغم کر لیا، اپنی تمناؤں کو اس کی تمناؤں میں مدغم کر لیا، اپنی پسند کو ان کی پسند میں مدغم کر لیا، اپنی ذات کو اس کی ذات میں گم کر دیا۔ اسی دن تم وہ ہو جاؤ گے کہ تمہارے پیر نہ ہوں گے اللہ کے پیر ہوں گے، تمہارے ہاتھ نہ ہوں گے، اللہ کے ہاتھ ہوں گے، تمہاری آنکھیں نہ ہوں گی، اللہ کی آنکھیں ہوں گی، حتیٰ کہ تمہارے کان نہ ہوں گے، اللہ کے کان ہوں گے، یہاں تک کہ یہ تمہاری زبان نہ ہوگی، اللہ کی زبان ہوگی، جو کہہ دو گے، اللہ کہہ رہا ہوگا، وہ تم نہیں کہہ رہے ہو گے۔ یہ حدیث قدسی کا مفہوم ہے، میں نہیں کہتا۔ اللہ فرماتا ہے جب عبادت نافلہ کے ذریعہ بندہ میرا تقرب چاہتا ہے تو میں اس کے پیر ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی زبان بن جاتا ہوں، جس سے وہ کلام کرتا ہے۔۔۔ بس وہی مالک ہو گیا نا۔"

حضرت بابا حضور قدس سرہ العزیز نے اپنے بیان کے دوران قرآن کریم کی درج ذیل آیات کریمہ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَااللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّاتَخَافُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ج وَلَكُمْ فِیْهَا مَاتَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُم فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ (جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے۔ان پر فرشتے اتریں گے۔کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو۔جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے۔اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔حٰمٓ السجدۃ: ۳۰ تا ۳۲) کی تلاوت فرمائی اور ان آیات کی روشنی میں فرمایا کہ ''استقامت کیا ہے؟'' حضرت مرشدنا فرماتے ہیں کہ جب تک کسی بھی عمل میں استقامت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے تب تک فلاح و کامیابی کی امید نہیں،لیکن جب اعمال میں استقامت حاصل ہوجاتی ہے تو دین و دنیا دونوں جگہوں کی کامیابی حاصل ہوجاتی ہے۔حضرت بابا حضور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''ہمارے پیر و مرشد کے پاس ایک ایک دن میں ڈاک ۷۰،۸۰ کبھی ۴۰،۵۰ بھی آتی۔ اب اتنی ڈاک آرہی ہے، اتنے ہی آنے جانے والے دستی خط بھی لا رہے ہیں۔ جواب بڑا مشکل ہوتا، سارے لوگوں کو تو جواب دیا نہیں کرتے تھے۔کم و بیش کو جواب دیا کرتے تھے۔اور ہر جواب میں لکھتے تھے ''اللہ آسانیاں کرے اور استقامت دے۔'' میں چھوٹا تھا، میں ہی ڈاک ڈالنے کو جاتا تھا۔خط اس طرح ہوتا، محبی، السلام علیکم، الحمدللہ بخیریت ہوں، اللہ آسانیاں کرے۔والسلام، محمد سعید خاں۔بس اتنا ہی خط ہوتا تھا۔بچے تھے، سمجھ میں کیا آئے۔بڑے ہوئے تو مجھے سمجھ میں آیا کہ وہ آسانی سے کا جملہ کتنا بھاری ہے۔اللہ تعالیٰ اگر قبول فرمالے تو ساری زندگی کا وزن ہی اتر

جائے۔ دوسری دعا لکھتے تھے کہ اللہ استقامت عطا فرمائے۔ پہلے چھوٹے بچے تھے تو استقامت کا معنیٰ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ دین کی اصل، دین کا مدار، فلاح و کامیابی اور بہبود کا مدار ہی ہے استقامت۔ استقامت نہ ہو، استقامت علیٰ عمل صالح، استقامت علیٰ عمل خیر اگر نہ ہو تو پھر کامیابی کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔ آج توفیق ہے نماز پڑھنے کی، نہیں پڑھ رہے ہیں تو دین پر اسقامت نہیں۔ آج کلمہ پڑھ رہے ہیں کل نعوذ باللہ کچھ اور ہو رہے ہیں تو ایمان پر استقامت نہیں۔ معلوم ہوا کہ دین حاصل ہو جائے تو بھی اس پر استقامت لازم ہے۔ ایمان حاصل ہو جائے تو بھی اس پر استقامت لازم ہے۔ آج بیس رکعت نمازیں پڑھ رہے ہیں کل ایک بھی رکعت نہیں پڑھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اگر نماز کی توفیق حاصل ہو جائے تو اس پر استقامت لازم ہے۔ کبھی ایک بھی روزہ نہیں رکھ رہے ہیں، مگر رمضان کے روزے کی توفیق ہے تو رمضان کے روزے پر استقامت نصیب ہونا اور کسی عمل میں بھی جب تک استقامت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی تو فلاح اور کامیابی کی امید نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں جہاں کامیابی کی شرط لگائی، وہاں استقامت کی شرط لگائی، اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَااللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے۔) صرف رَبُّنَااللّٰہ کہہ دینا کافی نہیں بلکہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا شرط ہے۔ اس مفہوم کی کئی آیتیں قرآن مجید میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ استقامت لازم ہے، عقلی طور پر بھی۔ اور استقامت کا ثمر، استقامت کا پھل تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ (ان پر فرشتے اتریں گے) ہے۔ تو ایسے لوگوں کو جو لوگ کہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اس قول پر اس بات پر قائم رہے۔ قائم رہنے کا مطلب اور بھی ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓااٰمَنَّا وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ

(عنکبوت:۲) کیا لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اس بات پر کہ وہ کہہ لیں کہ آمنا اور وہ فتنوں میں نہ ڈالے جائیں گے، آزمائشوں میں نہ ڈالے جائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ آمنا کہہ دینا، ربنا اللہ کہہ دینا کافی نہیں بلکہ جب تزلزل پیدا ہو، جب زلزلہ آئے (زلزلہ کے معنی زمین ہلانے والا زلزلہ نہیں، آپ کے پیر ہلا دینے والا، آزمائشوں کا زلزلہ۔) جب مصائب و آلام آئیں، جب امتحانات آئیں کہ جہاں نفس کو رب کہنا، جہاں سامنے کسی غیر اللہ سے حاصل ہونے کا موقع آئے اور اس کو ربنا کہنا یا واقعی اس ربنا اللہ کے عہد پر قائم رہ جانا، کبھی اپنے نفس کے تقاضے کو بھی ربنا اللہ کے مقابلے میں توڑنا پڑتا ہے۔ کبھی سامنے والے کو بھی توڑنا پڑتا ہے، سامنے کو دکھتا ہے لاکھوں اور کروڑوں روپے، آزمائش صرف اتنا ہی ہے کہ خدا سے بڑا سمجھ لو، کبھی نفس کے تقاضے کے لئے اللہ کی کبریائی اور عظمت کو ختم کر کے اپنی کبریائی اور عظمت منوا لیتے ہیں اور انسان مان لیتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر کوئی مرد مجاہد ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا کے مفہوم پر قائم و دائم رہے، تزلزل نہ ہو، نہ ہلے تو ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ٥ کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو۔ جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب استقامت ہو، یعنی اگر آپ قائم رہئے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کیسے فضل فرماتے ہیں اور کیسے آپ کی نصرت فرماتے ہیں، کس طرح آپ سے تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ میں جنت کا بھی وعدہ کیا یعنی جنت بھی ملے گی۔ اس کے ساتھ ہی وَلَکُمۡ فِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ اور اس میں وہ سب کچھ بھی ہوگا جو تمہارا نفس چاہے

گا، کیوں؟ اس لئے کہ جس نفس کو تم نے روکا تمام چیزوں کی خواہشات سے، تو وہاں تمام خواہشات کو پوری کرنے کا انتظام کر دیا۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓـؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ٥ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ٥ ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے۔ نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔ تو معلوم ہوا کہ استقامت میں دنیا اور آخرت کی دونوں جگہ کی کامیابی ہے۔ یہاں کی کامیابی ایسی کہ فرشتے آگے پیچھے چلیں یعنی ان پر فرشتے نازل ہوں۔"

---

حضرت بابا حضورؒ نے ایک مجلس میں "دعائے حزب البحر پڑھنے کا طریقہ" بتایا اور فرمایا کہ اس دعا کے پڑھنے والوں کے لئے گوشت اور مچھلی سے پرہیز ہے، اس دعا کے الفاظ اچھے ہیں، مجھے پسند ہے، میں بھی پڑھتا ہوں اور جس کو اجازت درکار ہوتی ہے، اسے اجازت بھی دے دیتا ہوں، بہتوں کو فائدہ بھی ہوا۔ مزید فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ سلسلے کے معمول کو چھوڑ کر پڑھا کرو، سلسلے کا معمول اصل ہے۔ اصل کام وظیفہ، ذکر اور مراقبہ ہے۔ یہ دعا اضافی ہے۔ جس وقت فرصت مل جائے اس وقت پڑھ لیا کرو۔ اسی اثناء حضرتؒ نے "ایک بزرگ کا واقعہ" بھی بیان فرمایا جس کا مقصد یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے سے اگر تھوڑا بھی اختلاف ہو جائے تو حزب البحر پڑھ دے اور اپنے غصے کے نتیجے میں کسی کو ہلاکت تک پہنچا دے، ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ بڑے صبر وضبط سے کام لینا چاہئے ــــ حضرت مرشدناؒ کا بیان درج کرنے سے قبل میں یہاں پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز کے حوالے سے اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آخر دعائے حزب البحر ہے کیا؟ دعائے حزب البحر دراصل ایک الہامی دعا ہے۔ اس دعا کا الہام سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے امام

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز پر ہوا تھا۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی روایت کے مطابق حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ شہر قاہرہ میں تھے کہ حج کے دن قریب آ گئے، حضرت شیخؒ نے ان ایام میں اپنے دوستوں سے فرمایا کہ مجھ کو اس سال غیب سے حج کرنے کا حکم ہوا ہے، لہٰذا جہاز تلاش کرو۔ دوستوں اور مریدوں کو بہت تلاش کے بعد ایک بوڑھے عیسائی کے جہاز کے سوا اور کوئی جہاز نہ ملا، سب اسی جہاز پر سوار ہو گئے۔ جب بادبان اٹھادیا تو قاہرہ کی آبادی سے نکلتے ہی مخالف ہوا چلنے لگی اور ایک ہفتہ تک قاہرہ کے قریب اسی طرح ٹھہرے رہے کہ قاہرہ کے پہاڑ دکھائی دیتے تھے، مخالف لوگ طعنے دینے لگے کہ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو (غیب سے) حج کا حکم کیا گیا ہے اور حالت یہ ہے کہ حج کا وقت قریب آ گیا ہے اور ہم مخالف ہوا میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ بات حضرت شیخؒ کی دلی بے چینی کا باعث ہوئی مگر وہ صبر وضبط سے کام لیتے تھے۔ حضرت شیخؒ دوپہر کو سو رہے تھے (قیلولہ فرما رہے تھے) کہ اللہ رب العزت نے ان کو اس دعا کا الہام فرمایا۔ حضرت شیخؒ نے نیند سے اٹھ کر یہ دعا پڑھنی شروع کی اور جہاز کے افسر کو بلا کر فرمایا کہ خدا کے بھروسے پر بادبان اٹھادے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہم بادبان اٹھادیں گے تو ہوا اسی وقت ہمارا منہ پھیر دے گی اور ہم کو قاہرہ میں پہنچا دے گی۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ تذبذب کا شکار مت ہو، ہم جو کچھ کہتے ہیں، اس پر عمل کر اور خدا کی عجیب مہربانی دیکھ۔ جونہی بادبان اٹھایا، وہیں موافق ہوا زور وشور سے چلنے لگی۔ یہاں تک کہ اس رسی کو جس کے ساتھ جہاز کو میخ سے باندھ رکھا تھا کھول نہ سکے ناچار اس کو کاٹ دیا اور بڑی جلدی امن وامان اور سلامتی کے ساتھ مبارک مقصد پر پہنچ گئے، جس کے بعد بوڑھے عیسائی کے بیٹے مسلمان ہو گئے اور وہ بہت غمگین ہوا، رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخؒ ایک بڑی جماعت کے ساتھ بہشت میں تشریف لئے جا رہے ہیں اور اس کے لڑکے بھی حضرت شیخؒ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس نے اپنے لڑکے کے پیچھے جانا چاہا مگر فرشتوں نے جھڑکا کہ تو ان لوگوں کے دین والوں میں سے نہیں ہے، ان سے تیرا کیا مطلب۔ صبح کے وقت خدا

کی ہدایت اس کی مددگار ہوئی اور اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کا مرتبہ یہاں تک پہنچ گیا کہ وہ بڑے (باطنی) مقامات والا ہو گیا اور اس طرف کے لوگ اس کی قربت اور صحبت کے طالب ہونے لگے۔ ملاحظہ ہو حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ کا فرمان:

''حزب البحر پڑھنے والوں کے لئے بڑے کا گوشت اور مچھلی سے پرہیز ہے۔ ہمارے سلسلے کی تعلیمات سے اس دعا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اضافی دعا ہے۔ اضافی طور پر جسے فرصت ہو پڑھنا چاہے، پڑھے، اچھی دعا ہے۔ الفاظ دعا کے بہت اچھے ہیں، بہت پیارے ہیں۔ عمل اور عملیات کی لائن سے بھی بہت اچھی دعا ہے، لیکن پہلے اس کی زکوٰۃ دلوائی جاتی ہے شیخ کی نگرانی میں یا کسی بڑے بزرگ کی نگرانی میں۔ اس کی زکوٰۃ پیسہ نہیں دینا ہوتا ہے بلکہ پڑھنا ہوتا ہے ۳۶۰ مرتبہ، تین دنوں میں۔ ۱۲۰ مرتبہ پڑھنا ہے ایک دن میں، احرام کی حالت میں، روزے کی حالت میں اور اعتکاف کی حالت میں۔ تین شرطیں ہیں یعنی تین دن مسجد میں اعتکاف کرے، تین دن روزہ رکھے، تین دن احرام باندھے، اور ہر روز ایک سو بیس مرتبہ پڑھے تو تین دن میں تین سو ساٹھ اس کی تعداد ہو جاتی ہے، یہی اس کی زکوٰۃ ہے۔ اس کے مؤکل وغیرہ بھی بہت ہیں، بامؤکل دعا ہے۔ اس کے ساڑھے سترہ ہزار مؤکل ہیں۔ روز اگر ایک مرتبہ بھی پڑھے تو سال میں تین سو ساٹھ اس کی تعداد ہو جاتی ہے۔ بلکہ روز ایک ایک مرتبہ پڑھے تو یہ معمول اچھا ہے۔

بہر حال، گنجے کو ناخن نہیں ہوتا۔ بڑا ضبط، بڑی برداشت چاہئے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک آدمی گیا اور اس نے کہا کہ مجھے حزب البحر کی اجازت دے دیجئے۔ بزرگ نے کہا کہ بہت اچھا، جا چوراہے پر کھڑا ہو جا، جو کچھ دیکھنا آ کر مجھے بتا دینا۔ وہ گیا اور چوراہے پر کھڑا رہا۔ دیکھتا ہے کہ ایک دبلے پتلے لاغر سے آدمی وہاں آئے، لکڑی کے

گٹھر کا بوجھ لئے ہوئے، ننگی پیٹھ، لنگی باندے ہوئے۔ چوراہے پر کھڑا ہوا سپاہی پوچھتا ہے، کتنے کی ہے لکڑی، انہوں نے دام بتایا، سپاہی نے کہا لے چل میرے گھر پر رکھ دے، وہ لاغر آدمی لے گئے، اس کے گھر میں رکھا اور پھر پیسہ مانگا۔ سپاہی بولا پیسہ کیسا؟ یہ لاغر آدمی پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ آدمی سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس سپاہی نے دو ہاتھ دیئے بزرگ کو اور بولا روز ہمارے سامنے کماتا ہے، بیچتا ہے، ہم کچھ نہیں بولتے، آج کہہ دیا ہمارے یہاں رکھ دے تو پیسہ مانگتا ہے۔ وہ بزرگ ہنستے ہوئے چلے گئے۔ یہ تماش بین، دیکھنے والا مارے غصے کے جلتا بھنتا ہوا آیا۔ بزرگ نے پوچھا کیا بات ہے بھئی۔ کہا حضور، ایسا ایسا واقعہ دیکھا، تو کچھ غصہ لگا تمہیں، کہنے لگا حضور، میرا بس چلتا تو میں اسے ہلاک ہی کر دیتا، ختم ہی کر دیتا، ایک کمزور اور نحیف اور ایک بزرگ آدمی پر اس طرح کا ظلم۔ بزرگ نے پوچھا کہ اگر تمہارے ساتھ یہ حرکت ہوتی تو، کہنے لگا کہ تو صاحب پولس والے کا قتل ہی کر دیتا، جو ہوتا دیکھا جاتا۔ بزرگ نے پوچھا کہ اور اگر حزب البحر کے تمام مؤکلوں کا مالک ہو جاتا تو؟ اس نے کہا کہ ایک منٹ میں سارا کام تمام کروا دیتا۔ بہرحال، گنجے کو ناخن نہیں دیا جاتا۔ وہ بزرگ اس وقت ساری دنیا میں حزب البحر کے سب سے بڑے عامل وہی تھے۔ ساڑھے سترہ ہزار کے ساڑھے سترہ ہزار مؤکل اگر کسی کے پاس تھے بیک وقت تو انہیں کے پاس تھے۔ جب اتنا ضبط و برداشت کیا جاتا ہے تو اللہ جل جلالہ قوت بھی دیتے ہیں اور طاقت بھی۔ لیکن قوت دیں، طاقت دیں اور اسے کھرچ کے ختم کر دیں تو اس کو نہیں دیتے۔ ضبط و برداشت چاہئے۔ ضبط اور برداشت نہیں تو طاقت نہیں ملتی۔ بہرحال، ہمیں وہ دعا بہت پسند ہے، اس کے الفاظ بہت پسند ہیں، ہم اسے بہت پڑھتے ہیں۔ جو لوگ پڑھنا چاہتے ہیں تو ان کو اجازت بھی دیتے ہیں اور انہیں

طریقہ بھی بتا دیتے ہیں، فیض بھی لوگوں کو بہت ہوا۔ اس دعا سے فائدہ بھی ہوا۔
دعا اچھی ہے، پڑھنا اچھا ہے، پڑھا کرو۔ لیکن کبھی ایسا نہ ہو کہ سلسلے کے معمول کو چھوڑ
کر وہ پڑھا کرو، سلسلے کا معمول اصل ہے۔ اصل کام وظیفہ، ذکر اور مراقبہ ہے۔ یہ
دعا اضافی ہے۔ جب وقت مل گیا، فرصت مل گئی، اس وقت پڑھ لیا کریں۔"

حضرت مرشدنا نور اللہ مرقدہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اپنے لئے دعا کرو، ہمارے لئے بھی دعا کرو اور "پوری امت کے لئے دعا کرو" کیوں کہ وہی شخص اللہ کے حبیب ﷺ کے نزدیک محبوب ترین بندہ ہے جو اللہ کے حبیب ﷺ کی امت کے لئے دعا کرے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو اس دنیا میں اگر کوئی چیز محبوب ہے تو یہ امت محبوب ہے جو ان کی محبوب امت کے لئے دعا کرے گا، وہ ان کے لئے محبوب ہو جائے گا۔ بعدہ حضرتؒ نے ایک دعا بتائی کہ اس طرح دعا کیا کرو اور فرمایا کہ ایک شخص یہی دعا کیا کرتا تھا جس کی وجہ کر اسے "ابدال کا مرتبہ" عطا کیا گیا۔ حضرت بابا حضور نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

"لوگ اللہ سے اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری خطاؤں کو بخش دے۔ پتہ نہیں کس کی دعا کس کے لئے قبول ہو جائے۔ پتہ نہیں کس کی دعا مغفرت کا بہانہ بنا دیتے ہیں۔ کرم او بہانہ می جوید۔ کرم کرنے کے لئے بہانے کی تلاش ہوتی ہے۔ لہذا اپنے لئے دعا کرو، ہمارے لئے بھی دعا کیا کرو، سب مسلمانوں کے لئے بھی دعا کرو اور پوری امت کے لئے دعا کرو اور وہی شخص اللہ کے حبیب ﷺ کے نزدیک محبوب ترین بندہ ہے جو اللہ کے حبیب ﷺ کی امت لئے دعا کرے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو اس دنیا میں اگر کوئی چیز محبوب ہے تو یہ امت محبوب ہے جو ان کی محبوب امت کے لئے دعا کرے گا وہ ان کے لئے محبوب ہو جائے گا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ دعا اس طرح کیا کرو اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک کتاب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک شخص صرف یہی دعائیں بہت زمانے تک کرتا رہا تو اسے ابدال کا مرتبہ دیا گیا، صرف اسی دعا کی برکت سے کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے سفارش فرمائی کہ میری امت کے لئے اتنا روتا ہے اور اتنی دعائیں کرتا ہے۔ انہوں نے سفارش کی کہ اسے ابدال کا مرتبہ دیا جائے۔ بہر حال دعا کرتے رہنا چاہیے۔"

اسی مجلس میں حضرت مرشدناؒ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شیخ المشائخ "حضرت حافظ حامد حسن علوی قدس سرہ العزیز" اپنی مغفرت اور بخشش کا باعث اپنے مریدوں کو سمجھتے تھے اور روتے ہوئے فرماتے تھے کہ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ حامد حسن کیا لائے ہو تو اپنے مریدوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ میں کہہ دوں گا کہ یہ روشن چہرے لایا ہوں۔ یعنی اپنے مریدین کو اپنی بخشش کا ذریعہ جانتے تھے۔ حضرت مرشدناؒ فرماتے ہیں:

"ہمارے دادا پیر حضرت سید حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہمارے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ وہ بہت روتے تھے، فرماتے تھے کہ مولوی صاحب جب کل ایک نیکی بھی تو نہیں ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ حامد حسن کیا لائے ہو، میں کیا پیش کروں گا۔ یہ کہہ کر بہت روتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد مسکرانے لگتے تھے اور فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کچھ تو نہیں۔ ہاں، کہہ دوں گا کہ یہی روشن چہرے لایا ہوں، اپنے مریدوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔ مقصد اپنی بخشش کا

ذریعہ اپنے مریدوں کو جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کل انہیں مریدوں کو، جو صحبت کی برکت سے عبادت گزار بن کر، جن کے چہرے روشن ہوگئے، کل قیامت کے دن، ان کو پیش کر کے اپنی شفاعت، اپنی بخشش چاہوں گا۔"

بہر حال! حضرت مرشدنا کی مجلسوں نے ایسے سینکڑوں نوجوانوں کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا جن کی زندگی برسہا برس سے منکرات اور مشرکانہ افعال کی عمیق غار میں تھی۔ جب مشرکانہ افعال کا شیدائی اور برائیوں میں ملوث رہنے والا شخص بابا حضورؒ کی مجلسوں میں آ کر بیٹھتا اور مواعظ حسنہ کو سنتا اور مرشدنا کی باتوں کو اپنے دماغ کے گوشے میں جگہ دیتا تو اس کا قلب برے افعال سے پھر جاتا، توبہ کا عزم کرتا اور پھر وہ نئی زندگی کی شروعات کا اعادہ کرتا۔ کیوں کہ اس کی زندگی میں حضرت مرشدنا کے اقوال زریں نے انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ بقول علامہ اقبالؔ:

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت مرشدنا اپنی مجلسوں کے ذریعہ ناامیدوں میں لَاتَقْنَطُوْا مِنَ الرَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ زمر:۵۳) کے مطابق ایسی کیفیت پیدا کرنا چاہتے تھے کہ اللہ رب العزت کی ردائے رحمت میں انہیں بھی جگہ مل جائے، یقین محکم اور عمل پیہم ان کی زندگی کا شعار بن جائے نیز یقین کامل ایسا ہو کہ قلب و دماغ پر نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ق۔۱۶) کا ڈر اور خوف اس پر ہر لحظہ طاری رہے نیز صداقت قلبی کے ساتھ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (میں نے اپنے چہرہ کو اس کی جانب کیا جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ انعام:۷۹) کو اپنی زندگی کا مقصد و ماحصل بنا لے اور ظاہر و باطن دونوں مسلمان ہو جائے:

تا نگردی تو مسلماں از دروں

کے توانی شد مسلماں از بروں

(جب تک تم باطن میں مسلمان نہیں ہوتے ظاہر میں کیسے مسلمان ہو سکتے ہو)

کاش احساسات کو زبان مل جاتی اور اظہار کے لئے الفاظ ہوتے تو میں حضرت مرشدناؒ کی مجلسوں کے بارے میں اور بھی آگے لکھنے کی کوشش کرتا۔

علامہ اقبالؔ نے ٹھیک ہی کہا ہے:

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز

نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو — رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

## وصال

۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات، ساڑھے چار بجے، میں روزنامہ ''قومی تنظیم'' (پٹنہ) کے دفتر میں کام کر رہا تھا۔ اچانک جمشید پور سے جناب محمد اعجاز صاحب کا فون آیا۔ ریسیور جیسے ہی کان سے لگایا۔ انہوں نے حضرت مرشدناؒ کے وصال کی دل دوز و روح فرسا خبر سنائی کہ ''حضرت کا آج بمبئی میں دن کے دو بجے وصال ہو گیا۔'' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ میں دم بخود رہ گیا، پیروں تلے سے زمین سرک گئی اور سکتہ طاری ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت مرشدناؒ کے وصال کی خبر مرحوم الحاج شمس الہدیٰ استھانوی صاحب (حضرت مرشدناؒ کے پیر بھائی) مجھے بتانے کے لئے ''قومی تنظیم'' کے دفتر پہنچے۔ مرحوم شمس الہدیٰ استھانوی صاحب نے کہا ''اسرار بابو کا وصال ہو گیا۔'' لیکن دل کو پھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا، ذہن اس بات کو قبول ہی نہیں کر رہا تھا کہ حضرت اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ چونکہ ابھی کچھ روز قبل ہی افراد خانہ نے اعظم گڑھ سے خوشی بخوشی، نیک تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ حضرت مرشدناؒ کو سفر حج کے لئے روانہ کیا تھا۔ ان لوگوں کے ذہن و دل میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ حضرت مرشدناؒ سے یہ آخری ملاقات ہے — لیکن حضرت

مرشدنا کی زبان مبارک سے ایک بات جو سفر حج پر روانہ ہونے سے قبل نکلی تھی کہ:

''انشاءاللہ واپسی پر منگراواں فاتحہ پڑھنے جاؤں گا۔''

جب کہ حضرت مرشدنا کے معمول میں یہ بات تھی کہ جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تو منگراواں شریف اپنے مرشد گرامی قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری ضرور دیتے تھے۔ لیکن خلاف توقع اس بار یہ کہہ کر کہ ''واپسی پر فاتحہ پڑھنے منگراواں جاؤں گا۔'' کسے خبر تھی کہ حضرتؒ کا یہ جملہ اپنے مرشد مکرم سے جلد ہی ہمیشہ ہمیش کے لئے ملنے کا اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت مرشدنا کچھ دنوں سے علیل چل رہے تھے۔ علالت کی وجہ کر مریدین و معتقدین کو شرف ملاقات کے بعد واپس کیا جا رہا تھا چونکہ سفر حج پر روانگی کی حتمی تاریخ بھی طے نہیں ہو پا رہی تھی۔ اچانک ۱۳ مارچ، ۱۹۹۷ بروز جمعرات کو بذریعہ ہوائی جہاز سفر حج پر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کی اطلاع مقامی عزیز و اقارب اور مریدین و معتقدین کو بروقت نہیں مل پائی۔ روانگی سے قبل گھر کے اندر تشریف لے گئے اور اپنی صاحبزادیوں (عاشہ خانم، راضیہ خانم اور زینب خانم) کو بیٹھا کر کچھ نصیحتیں کیں۔

اعظم گڑھ سے روانہ ہو کر حضرت مرشدنا ۱۳ مارچ کو بعد نماز مغرب بمبئی خانقاہ پہنچے۔ ۱۴ مارچ، جمعہ کی صبح حسب معمول چہرہ بنوایا، غسل فرمایا، جمعہ کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے، اعتکاف کے موقع پر ۲۷ ویں شب میں حافظ رحمت اللہ صاحب کے ذریعہ چھ رکعت میں قرآن شریف ختم کئے جانے کا ذکر فرمایا، حافظ صاحب کو دعائیں دیں، حج پر جانے کا تذکرہ فرمایا، جمعہ کا خطبہ دیا، لیکن علالت کی وجہ کر بابا حضورؒ نے نماز نہیں پڑھائی۔ جمعہ کی امامت حافظ جاوید مستقیم صاحب نے کی اور بابا حضور علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی۔

جمعہ کی نماز کے بعد چیک اَپ کے لئے ڈاکٹر وجے بانگ کو آنا تھا، ان کا انتظار رہا۔ لیکن آپریشن میں

مصروف رہنے کی وجہ کر ڈاکٹر بانگ معینہ وقت پر نہ آ سکے۔ بابا حضور نے فرمایا:

''بھائی جس طرح ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور دنیا کے سب کام ہوتے ہیں، اسی طرح جب موت آئے گی، مرجائیں گے۔''

ڈاکٹر وجیئے بانگ بعد نماز عشا آئے، دس بجے سے گیارہ بجے رات تک حضرت مرشدنا کو دیکھا اور جانچ کیا۔ ڈاکٹر بانگ کی ایک وزٹ کی فیس پانچ ہزار روپے تھی لیکن بابا حضورؒ کے وہ اتنے معتقد ہوگئے کہ انہوں نے فیس ہی نہیں لی۔ بہر حال، ان دنوں حضرت والاؒ دست ہونے کی وجہ کر بھی کچھ زیادہ پریشان تھے۔

منگل کے دن احباب نے فون پر خیریت دریافت کی۔ فرمایا:

''اب طبیعت ٹھیک ہے۔''

بعدہ احباب کو سلام کہا اور دعائیں دیں۔

ڈاکٹر ریاض صدیقی صاحب کے مطابق بدھ کے روز حضرت والاؒ فجر کی نماز کے بعد کمرے میں تشریف لے گئے اور طبیعت ناموزوں ہونے کی وجہ کر کمرے کے اندر ہی ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں ادا کیں، بعد نماز مغرب کمرے سے باہر تشریف لائے، سانس لینے میں تکلیف زیادہ محسوس کر رہے تھے، تکلیف اتنی تھی کہ سونا اور لیٹنا مشکل ہو گیا تھا۔ بابا حضور تقریباً ایک گھنٹہ تکیہ لے کر لیٹے ہی رہے۔

شب جمعرات کی بات ہے کہ حضرت مرشدنا نے اپنے خادم خاص جناب اشفاق بھائی سے فرمایا:

''یہ عالمگیر ہمارے رشتہ دار تو نہیں، مگر ہماری خدمت میں لگے رہتے ہیں، عمر میں ہم سے بڑے ہیں، بستر لنگی خراب ہو تو دھو دیتے ہیں۔ اشفاق جب ہم مرجائیں تو ان سے کہنا کہ ہم کو معاف کردیں۔''

۲۰ مارچ، جمعرات کے روز حضرت مرشدنا نے بمبئی خانقاہ سے کوٹھاری اسپتال کے لئے روانگی سے دس پندرہ منٹ قبل جناب سلیم صاحب سے فرمایا:

''ناناجانؒ نے آخری وقت میں سونف کھائی تھی، لاؤ میں بھی کھالوں۔''

خانقاہ کے گملوں میں سونف کے پودے لگے ہوئے تھے، سلیم صاحب نے سونف لاکردی، جسے حضرت علیہ الرحمہ نے نوش فرمایا اوراحباب کے ساتھ کار سے روانہ ہوئے، کار پر بہت ہی ہشاش بشاش نظر آرہے تھے اوراحباب سے بہت ہی خوشگوار انداز میں باتیں کررہے تھے۔

ڈاکٹروں کے ذریعہ دیئے گئے وقت کے مطابق صبح ۹ بجے حضرت مرشدنا کو ہارٹ ٹسٹ کے لئے کوٹھاری اسپتال میں لے جایا گیا، آئی سی یو(انٹینسیو کیئر یونٹ) میں داخل کئے گئے۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد بتایا کہ دل کی اوپری جھلی میں پانی آگیا ہے، جس کی وجہ سے سانس لینے میں تکلیف محسوس ہورہی ہے۔ پانی نکلوانے کے معمولی سے عمل کو پورا کرلیا جائے تو ج کے درمیان آسانی ہوگی اور سانس کی تکلیف بھی دور ہوجائے گی۔ باباحضور علیہ الرحمہ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت مرشدنا بار بار وقت دریافت فرمارہے تھے چونکہ آپؒ نے فرمایا تھا کہ خانقاہ چل کر ظہر کی نماز ادا کرنی ہے۔ ڈاکٹر ریاض صاحب اس کمرے میں موجود تھے۔ ڈاکٹر ریاض صاحب بتارہے تھے کہ ابھی بارہ بیس ہوئے ہیں، ابھی بارہ پچیس ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر بانگ نے ٹھیک ساڑھے بارہ بجے پانی نکالنے کا عمل شروع کیا۔ آپریشن نہیں تھا بلکہ صرف انجکشن سے پانی نکالنا تھا، آکسیجن لگادیا گیا۔ زوال کا وقت قریب تھا، زوال کے وقت آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں، بہت ہی مقبول ومبارک ساعت ہوتی ہے، اسی مبارک ومقبول ساعت میں باباحضور علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''کچھ گھبراہٹ ہورہی ہے۔''

باباحضور علیہ الرحمہ نے اٹھنے کی کوشش کی اور آپؒ بیٹھنا چاہتے تھے، ڈاکٹروں نے باباحضور علیہ

الرحمہ کو آہستہ سے لٹادیا۔مگر آپؒ پر عالم نزع طاری ہو چکا تھا۔

بس کیا تھا، بابا حضور علیہ الرحمہ نے بارگاہ رب العزت میں حاضری دے دی، اس مقبول ومبارک ساعت میں قبول کر لئے گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ڈاکٹروں نے گھنٹے بھر کوشش کی، لیکن اب کیا، بابا حضور تو مقام فنا سے مقام بقا کی طرف منتقل ہو گئے اور اپنے محبوب رب کے بلاوے پر لبیک کہہ دیا— کون ہے جو وہاں سے لوٹا ہے اور کون ہے جس کو نہیں جانا ہے۔ اس کے دربار میں تو راجا پرجا سب ایک ہیں— بابا حضورؒ کو جنت کی خوشبو مل گئی، محبوب کا وصل حاصل ہو گیا اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملا دیتی ہے)— غرضیکہ دو بجے دن میں حضرتؒ کے وصال کا اعلان کر دیا گیا۔ وصال کی خبر ہندو بیرون ہند آن کی آن میں پھیل گئی۔ لوگ جس حال میں تھے، اسی حال میں اعظم گڑھ کے لئے دوڑ پڑے۔ اس کے بعد اس بات کی تیاری شروع کر دی گئی کہ اعظم گڑھ بابا حضور علیہ الرحمہ کے جسد مبارک کو لے جایا جائے۔

میں نے بھی وصال کی خبر کی تصدیق کے لئے بہار شریف، کاشی تکیہ حاجی ریاض الحق صاحب کے پاس فون لگایا، خبر کی تصدیق ہوئی، اس کے بعد میں نے بھی اس دل دوز حادثے کی خبر اپنے سلسلے کے احباب کو دی، کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ سرور صاحب (موضع جانا، نالندہ) کو ان کی دکان (بابا ڈریسز، نزد کھیتان مارکیٹ، پٹنہ، اب وہاں پر ان کی دکان نہیں ہے) پر جا کر جب حضرت مرشدنا کے وصال کی خبر دی تو وہ برافروختہ ہو گئے، اور وہ اس خبر پر یقین کر ہی نہیں رہے تھے— انہوں نے بھی اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے دوسروں سے خبر کی تصدیق کی اور جب خبر کی تصدیق ہو گئی تو پھر اس کے فوراً بعد ہی اسی حالت میں، میں سرور صاحب کے ساتھ اعظم گڑھ کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب میں خانقاہ پہنچا تو وہاں عقیدتمندوں کی بھیڑ تھی، گرد و نواح کے لوگ موجود تھے، اپنے بھی تھے، بیگانے بھی تھے، بلکہ لوگ آ ہی رہے تھے۔ ایک سلسلہ تھا جو تھم نہ رہا تھا۔ جن پر بھی نظر پڑی

غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے، پورا ماحول غم زدہ تھا، سب کی آنکھیں پرنم تھیں، ہر چہرہ حزن وملال میں ڈوبا ہوا تھا، درودیوار نے اپنی رونق کھودی تھی، ساری چیزیں اداس اداس نظر آرہی تھیں اور ہر شخص میں یتیمی کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔

کاشف بھائی اس وقت نالندہ میڈیکل کالج پٹنہ کے ہوسٹل میں قیام فرما تھے۔ وصال کی خبر کے فوراً بعد ہی حاجی ریاض صاحب پٹنہ کے لئے روانہ ہوگئے اور دوسرے دن تقریباً ۷ بجے صبح کاشف بھائی کو لے کر خانقاہ پہنچے۔ کاشف بھائی کا برا حال تھا اوران کے آنسو تھم نہ رہے تھے۔

۱۱ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۱ مارچ، ۱۹۹۷ء، بروز جمعہ بوقت صبح ہوائی جہاز سے جسد مبارک کو حضرت احتشام الحق خاں صاحبؒ کے ہمراہ روانہ کردیا گیا، ہوائی جہاز بنارس ہوائی اڈے پر وقت سے پہلے ہی پہنچ گیا۔ بقیہ گیارہ بارہ افراد یعنی حضرت حاجی ولی محمد صاحبؒ، جناب اشفاق احمد انجینئر صاحب اور جناب سلیم صاحب وغیرہم دوسرے ہوائی جہاز سے اعظم گڑھ پہنچے۔

بنارس ہوائی اڈہ پر جناب فیاض صاحب، حضرت احسان الحق خاں صاحب اور جناب انوار صاحب وغیرہم موجود تھے۔ بنارس سے اعظم گڑھ کے لئے بذریعہ کار حضرت علیہ الرحمہ کے جسد مبارک کو لے کر لوگ چلے۔ جس وقت حضرت مرشدناؒ کا جسد مبارک اعظم گڑھ خانقاہ پہنچا، اس وقت دن کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ جسد مبارک کا پہنچنا تھا کہ ایک بار پھر صبر وضبط کا بند ٹوٹ گیا، آنسوؤں کا سیلاب رواں ہوگیا جو تھمنے کا نام نہ لے رہا تھا اور سارے لوگ حضرت مرشدناؒ کے روئے زیبا کے دیدار کے لئے بے چین ومضطرب ہوگئے۔ سمجھانے والے ایک دوسرے کو دلاسا دے رہے تھے، صبر ورضا کی تلقین کررہے تھے، لیکن کون سنے اور سمجھے کسی کی بات کو — یہ ایسا قلق تھا جو ذہن ودل کو کچوکے لگا رہا تھا، درودیواریں بابا حضورؒ کو آنسوؤں کا نذرانہ پیش کررہی تھیں، گلستان اسرار کے بیل بوٹے بکھرے ہوئے تھے، جن بیل بوٹوں کی آبیاری اپنے خون جگر سے کی تھی، آج اسی گلستاں کے رکھوالے نے اپنا منہ موڑ لیا اور وہ رکھوالا چین وآرام کی ابدی نیند سوگیا:

رستہ بتا کے ہم کو چپ چاپ چل دیئے
قدموں کے نقش ابھرے ہیں ان پر چلے چلو

کچھ دیر بعد غسل کی تیاری شروع کردی گئی۔ حضرت علیہ الرحمہ کو ان کے حجرے میں ہی غسل دیا گیا۔ جن لوگوں نے غسل دیا ان میں حضرت مرشدناؒ کے منجھلے بھائی حضرت الحاج احتشام الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جناب ابصار الحق خاں صاحب، جناب محمد وحی صدیقی صاحب (بھوپال)، حاجی ریاض الحق صاحب (بہار شریف)، ماسٹر عین القضاۃ صاحب اور ماسٹر انوار صاحب شامل تھے۔ غسل کے بعد کفن پہنا دیا گیا، خوشبو سے معطر کیا گیا، کافور ملا گیا اور پھر حضرت مرشدناؒ کے حجرے کا دروازہ کھول دیا گیا— حجرے کے دروازے کا کھلنا تھا کہ پھر ایک بار لوگ اپنے صبر وضبط کو قابو میں نہ رکھ سکے اور چہرۂ انور کے دیدار کو مضطرب و بے قرار ہو گئے۔ بہر حال، باری باری سے مرد وزن اور مقامی و بیرونی افراد کو زیارت کرائی جاتی رہی، جس کی بھی نظر حضرت مرشدناؒ کے چہرے انور پر پڑتی، ہٹنے کو گوارہ نہ تھی۔ بس دل کو ایسی بے کلی تھی کہ حضرتؒ کے روئے زیبا کو دیکھتے رہیں۔ چہرہ متبسم و نوارنی تھا، وصل کی خوشی چہرہ انور سے ظاہر ہو رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ حضرتؒ آرام فرما ہیں۔

حضرت مرشدناؒ کی نماز جنازہ دوبار ادا کی گئی، پہلی نماز جنازہ بعد نماز عشا تقریباً پونے نو بجے اعظم گڑھ کی جامع مسجد میں ادا کی گئی، جس کی امامت حضرت مرشدناؒ کے منجھلے بھائی حضرت الحاج احتشام الحق خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ بعد نماز جنازہ جسد مبارک کو گاڑی پر رکھا گیا اور لوگوں کو کہہ دیا گیا کہ منگراواں کے لئے روانہ ہو جائیں۔ جسد مبارک کے ساتھ سارے لوگ منگراواں پہنچے۔ منگراواں میں بھی لوگوں کی بھیڑ موجود تھی، گردونواح کے لوگ جمع تھے۔ نماز جنازہ کا اعلان ہوا اور پھر دوسری بار نماز جنازہ تقریباً ۱۲ بجے شب میں ادا کی گئی، جس کی امامت حضرت مرشدناؒ کے چھوٹے بھائی حضرت احسان الحق خاں صاحب نے کی— اور آہ! وہ وقت بھی آ پہنچا کہ

اللہ کی امانت اللہ کے سپرد کردی جائے۔ عاشقان اسرار مجبور تھے، بے بس تھے اور لا چار بھی — لیکن کرنا کیا تھا، بس سارے لوگ تسلیم ورضا کے پیکر بنے ہوئے تھے کہ مولیٰ تیرے فیصلے پر کون ہے جو انکار کردے اور کون ہے جو تیرے فیصلے سے روگردانی برتے۔نماز جنازہ کے بعد کاندھا دینے کے لئے لوگوں کی بھیڑ امڈ پڑی اور پھر حضرتؒ کا جنازہ آخری منزل پر پہنچادیا گیا۔ بہرحال تقریباً ساڑھے بارہ بجے شب میں موضع منگراواں بہ احاطہ خانقاہ اسراریہ (مرقد مبارک قطب الاقطاب شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب نوراللہ مرقدہ کے پیچھے) تدفین عمل میں آئی:

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

نماز جنازہ میں شرکت اور آخری زیارت کے لئے اعظم گڑھ شہر وگردونواح کے علاوہ کلکتہ، چترپور، بھوپال، حیدرآباد، پٹنہ، دربھنگہ، بہار شریف، گیا، رانچی، بمبئی اور صوبہ بہار واتر پردیش سے مریدین ومعتقدین اور متوسلین ومحبین پہنچے تھے۔اپنے تو اپنے غیر مذاہب کے ماننے والے بھی تھے۔بعض کو نماز جنازہ ملی اور بعض کو محرومی حاصل رہی۔ بلکہ کافی دنوں تک منگراواں میں قبر شریف پر حاضری کے بعد تعزیت کے لئے خانقاہ اعظم گڑھ میں آنے جانے والوں کا سلسلہ جاری رہا۔

یہاں پر یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ حضرت مرشدناؒ کی ولادت ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوئی تھی اور آپؒ کی وفات ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات کو ہوئی۔جس دن حضرت مرشدناؒ کا وصال ہوا، اس دن آپؒ کی عمر کم وبیش ۴۸ سال کی ہوئی۔

بہرکیف! اس میں کوئی شک نہیں کہ مریدین ومعتقدین کی متاع دین ودنیا لٹ گئی، پاسبان شریعت و طریقت نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، محبتوں کی خوشبو پھیکی پڑ گئی، دلوں کا چراغ گل ہوگیا، شفقت و محبت کا سمندر خشک ہوگیا، افکار کو وسعت پیدا کرنے والی آواز خاموش ہوگئی۔آہ! وہ شخصیت نہ رہی جس کے چشم بینا سے لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی تھیں، جو لوگوں کے دلوں کے درد کا درماں تھی، جو

نفرتوں کے عوض محبتوں کے پھول برساتی تھی، جو دلوں کو توڑتی نہیں جوڑتی تھی۔ آہ! مریدین و معتقدین میں سے کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ حادثۂ عظیم ہوگا اور حضرت الوداع کہہ دیں گے۔ لیکن کون ہے جو انکار کردے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ آل عمران:۱۸۵) سے، کس کی جرأت ہے کہ وہ فراموش کردے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (ساری چیزیں فانی ہیں۔ رحمٰن:۲۶) کو۔ بیشک ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور دنیا کی ساری چیزوں کو فنا ہونا ہے۔۔۔ الحمدللہ حضرتؒ کے مریدین و معتقدین نے صبر و رضا کے دامن کو نہیں چھوڑا اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ بقرہ:۱۵۳) پر عمل کرتے ہوئے اس صبر آزما دور کا آج بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اختر آفندی صاحب حضرت مرشدناؒ کو خراج عقیدت اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

شیخ کامل بخدا آپ تھے اسرارالحقؒ<br>
عالم علم و صفا آپ تھے اسرارالحقؒ<br>
پیکر صبر و رضا آپ تھے اسرارالحقؒ<br>
رہبر راہ ہدیٰ آپ تھے اسرارالحقؒ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خادم ایوان شریعت، بادشاہ سلطنت طریقت، ساقیٔ جام معرفت، پیشوائے راہ حقیقت، غوث زماں، قطب دوراں، شیخ الطریقت، الحاج، الشاہ، حضرت مرشدنا و مولانا اسرالحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، درجات کو بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، قبر کو نور سے منور کرے اور ردائے رحمت و مغفرت کا سایہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔۔۔ اور بقول شاعر:

دکھا کے راہ ہدایت بچھڑ گئے ہم سے<br>
جانے والے تجھے ہزاروں سلام

## مجاز بیعت

حضرت مرشدناؒ کے وصال فرما جانے کے بعد خلافت کا مسئلہ موضوع بحث بنا۔ ایک ہنگامہ برپا ہوا، لوگوں میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حضرت مرشدناؒ کا جسد مبارک بمبئی سے اعظم گڑھ لایا گیا۔ حضرت حاجی ولی محمد صاحبؒ بھی جنہیں حضرت مرشدناؒ نے اپنے سفر حج پر روانگی سے قبل بمبئی روانہ کیا تھا، وہ دوسرے ہوائی جہاز سے بمبئی سے اعظم گڑھ تشریف لائے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ''کیا حضرت علیہ الرحمہ نے کسی کو خلافت دی'' تو حضرت حاجی صاحبؒ نے واضح طور پر فرمایا کہ ''نہیں''۔ جو میں نے سنا وہ ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ تحریر کر دیا۔ اس کے علاوہ اور بھی باتیں ہوئیں۔

شیخ المشائخ، متبع شریعت و سنت حضرت حافظ حامد حسن علوی قدس سرہ العزیز خلافت و نیابت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

''امامت پیشوائی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ادائیگی فرض کے لئے۔ یہ احتیاط کی چیز ہے، خاندان کی وراثت نہیں۔'' (از: سوانح حیات حضرت حافظ حامد حسن علویؒ۔ ص: ۱۶۹)

حضرت حافظ صاحبؒ ''وصایا'' میں فرماتے ہیں:

''نیابت اور خلافت میں اہلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محض آبائی وراثت کو بنیاد بنانے سے مستقبل تاریک ہو جائے گا۔''

حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہ ''کتاب تعلیمات'' میں یہ بھی فرماتے ہیں:

''توجہ و نسبت اصحاب مجاز سے اخذ کرنا ضروری ہے، غیر مجاز اصحاب اپنے کو اور دوسروں کو پریشان کرنے سے احتراز کریں۔''

حضرت مرشدناؒ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں:

''حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان کے کسی فرد کو خلافت نہیں دی۔''

حاجی ریاض الحق صاحب (بہار شریف) روایت کرتے ہیں کہ ایک روز احباب کے درمیان الحاج حضرت احتشام الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے شیخ الطریقت حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ، حافظ محمد ارشاد صاحب، ماسٹر عبدالحق صاحب، ملکہ پور، مولانا بدرالدین صاحب امام چتر پور جامع مسجد، حافظ رحمت اللہ صاحب، جناب محمد وحی صدیقی صاحب اور حضرت ابصار الحق خاں صاحب وغیرہم کی موجودگی میں بہت ہی صاف ستھرے انداز میں فرمایا:

''جب حضرت والاؒ نے کسی کو اجازت دی ہی نہیں تو بات یہیں پر ختم۔''

الحاج مولوی معین الدین صاحب دوگھروی (دربھنگہ، بہار) فرماتے ہیں:

''۹۸ کے حج سے گھر آتے وقت بمبئی خانقاہ میں حضرت احتشام الحق خاں صاحبؒ سے ہم نے عبدالغفار صاحب کے ساتھ پوچھا کہ اتنے دنوں آپ کے ساتھ رہ کر جا رہے ہیں، لوگ خلافت کے بارے میں پوچھیں گے تو ہم کیا جواب دیں گے۔ وہ بولے۔ میں کیا بتاؤں۔''

حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب دامت برکاتہم کتاب ہذا میں ''دعائیہ کلمات'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت والد صاحبؒ کے ۱۹۹۴ء میں انتقال کے بعد لوگوں نے مجھ سے رجوع کیا، میں نے بابا حضور علیہ الرحمہ سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ بابا حضور علیہ الرحمہ حج سے بمبئی واپس تشریف لا چکے تھے، فون سے میری بات ہوئی، میں نے کہا، حضرت! میں کیا کروں، لوگ مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں، سبق لینا چاہتے ہیں اور دعا کرنے کو کہتے ہیں۔''

حضرت بابا حضور علیہ الرحمہ نے حضرت صوفی صاحب سے فون پر فرمایا:

''لوگوں کو بیعت کیجئے، سبق دیجئے اور دعا بھی کیجئے۔''

حضرت صوفی صاحب مدظلہ مزید فرماتے ہیں:

''بعدہ میں پھر شرف ملاقات کے لئے بمبئی گیا، وہاں بھی حضرت علیہ الرحمہ نے مجھے باقاعدہ اجازت سے سرفراز فرمایا اور بیعت ونسبت کے طریقے بتائے۔''

لائق ذکر یہ بھی ہے کہ حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ کے مشورے کے بعد ہی قطب زماں، عارف باللہ، شیخ الطریقت الحاج، الحافظ حضرت مولانا عبدالحکیم خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے حضرت صوفی ابومعالم صاحب مدظلہ کو خلافت و اجازت بیعت دی تھی۔ گویا حضرت مرشدنا علیہ الرحمہ کی تائید حضرت صوفی صاحب موصوف کو حاصل رہی۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ بابا حضورؒ جب اپنے آخری سفر حج پر روانہ ہونے والے تھے تو میں ملاقات کی غرض سے اعظم گڑھ گیا ہوا تھا۔ طبیعت بہت زیادہ علیل تھی، سب لوگ مل کر واپس لوٹے۔ آخر میں حجرے میں ملاقات کے لئے میں داخل ہوا، حجرہ کا دروازہ بند کرلیا گیا اور تقریباً نصف گھنٹے تک حضرت بابا حضورؒ نے مجھے بیعت، نسبت اور تعلیم کا طریقہ بتایا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ایک شیخ طریقت کو کس طرح رہنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ بابا حضورؒ نے میری پوری تربیت فرمائی اور اپنے فیوض ظاہری و باطنی سے سرفراز فرمایا۔

وَاللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلَمُ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَوْلًا وَّ فِعْلًا

میں ان تمام اقوال واعمال سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

—

# نصیحت

غوث زماں، شیخ الطریقت، الحاج

## حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب قدس سرہ العزیز

☆ انسان پر سب سے بڑا احسان اس کے خدا کا ہے سو انسان کو چاہئے کہ اس کے احسانات کو بہت یاد کرے اور شکر بجالائے۔

☆ جب یہ یقین ہے کہ وہی سب سے بڑا محسن ہے تو چاہئے کہ اس سے ڈریں اور اسی سے سچی محبت کریں۔

☆ ڈرنے یا خدا سے خوف کا مفہوم ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ اس کا محسن اس کا محبوب، اس کا کرم فرما اس سے روٹھ جائے۔

☆ خدا سے سچی محبت کا مفہوم ہے کہ ہمیشہ وہی کام کرے جس سے اس کا آقا اس کا مولا اور عادل ومہربان رب راضی ہو جائے۔

☆ خدا کی محبت تمام بھلائیوں کی جڑ ہے اور اس کا خوف تمام برائیوں سے بچنے کی بہترین ڈھال ہے۔

سو، اے میرے دوست! تم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنے مالک کو بہت یاد کرو اس کا شکر بجالاؤ اور اسی سے سچا پیار کرو کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

# آہ ارتحال خلیفہ ءالٰہی

۱۴۱۷ھ

تزئین کلام از ناوک حمزہ پوری حسب الحکم جناب ابو معالم خاں

۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پیر عارف باللہ، دُرِ نجف شیخ الطریقت، عالی وقار حضرت مولانا

۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء ۱۹۹۷ء

اسرار الحق خاں صاحب مرجع کرم گنج معرفت قدس سرہ العزیز

۱۴۱۷ھ ۱۴۱۷ھ

دنیا سے سدھارے جو سوے باغ جناں

استقبالاً دوڑے حور و غلماں

بولا یہ دست بوس ہو کے رضواں

اخوی مولانا اسرار الحق خاںؒ

۱۹۹۷ء

# تاریخ وصال لایزال

۱۴۱۷ھ

حوزۂ لطفِ الٰہی مولانا اسرار الحق چشتی، صابری، مجددی قدس سرہ العزیز

۱۹۹۷ء

بدیہہ گو طلحہ رضوی برقؔ

۱۴۱۷ھ

پیرِ طریقت، صاحب دل، شیخِ وقت مولانا اسرار الحق سَحر البیاں

از قید و بندِ خاکداں آزاد شُد پرواز کرد آں طایرِ خُلد آشیاں

تاریخِ رحلت خواستم در مصرعے آمد ندا اے برقؔ بے شک و گماں

آرام می گیرند در قبرِ شریف

"بے نقص ، اسرار الحقِ جنت مکاں"

۱۴۱۷ھ

# شجرہ طریقت

شجرہ یا نسب نامہ ہر عہد اور دور میں ترتیب دیا جاتا رہا ہے، جس سے خاندان کے مورث اعلیٰ کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کن کی اولاد ہیں اور اپنے مورث اعلیٰ سے کتنے پشت کی قربت یا دوری رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے اصحاب صوفیہ، ائمہ طریقت، حاملین تصوف اور مشائخین وقت نے بھی شجرہ ترتیب دیا کہ ایمان و روحانیت کے عظیم پیشوا امام الانبیاء، فخر کائنات، خاتم النبیین آقا و مولیٰ حضرت رسول پاک ﷺ کے سینہ مبارک سے ایمان و روحانیت کی یہ عظیم دولت و نعمت ان کے سینوں میں کن واسطوں اور کن بزرگوں کے توسط سے منتقل کی گئی اور حضور پاک ﷺ سے نسلاً بعد نسلٍ کتنے واسطوں سے ان کا تعلق رہا اور انہیں کن بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل رہی۔

یہ وہ اکابرین اور بزرگان دین ہیں جنہوں نے علم نبوت اور علم رسالت مآب ﷺ کو عام کیا اور عوام الناس تک ذات واحد اللہ تبارک تعالیٰ کے احکامات اور امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پیغامات کو پہنچایا ان حضرات کو دعوت و تبلیغ کی خاطر پُر خار وادیوں سے گزرنا پڑا، ان پر ظلم و استبداد کے دروازے کھولے گئے، ان کے لئے شرور و فتن کے پہاڑ کھڑے گئے اور انہیں جبر و کراہ کی وادیوں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے اس راستے کی ناہمواریوں اور نامساعد حالات کو بہ رضا و رغبت قبول و برداشت کیا اور حق و صداقت کے

پیغامات کو عام کرنے میں کسی بھی طرح کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات مقربین بارگاہ ہوئے اور حضور پاک ﷺ کے حقیقی و سچے نائب ہوئے۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا حق ادا کیا۔ محبت و شفقت اور مجاہدہ و ریاضت کے توسط سے انسانی قلوب کا تزکیہ کیا، روحانی کثافتوں کو دور کیا، حجابات کے پردے اٹھائے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملایا۔ اللہ تعالیٰ حضرات اولیائے طریقت اور صوفیائے عظام کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

# (۱) شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ

| ن.ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | آقائے نامدار سیدنا ومولانا حضور اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ | نجف اشرف (عراق) | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، فروری ۶۶۱ء، پیر |
| ۳ | سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ | کربلا (عراق) | ۱۰ محرم ۶۱ھ، ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء، جمعہ |
| ۴ | حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ، جنت البقیع | ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ مطابق اکتوبر ۷۱۲ء، بروز پیر |
| ۵ | حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ جنت البقیع | ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ، ۲۸ جنوری ۷۳۲ء، بدھ |
| ۶ | حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ جنت البقیع | ۱۵ رجب ۱۴۸ھ مطابق ۶ ستمبر ۷۶۵ء |
| ۷ | حضرت امام ابوالحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ | کاظمین نزد بغداد | ۵ رجب ۱۸۳ھ مطابق اگست ۷۹۹ء |
| ۸ | امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ | مشہد مقدس (ایران) | ۱۶ صفر ۲۰۳ھ مطابق ۱۷ اگست ۸۱۸ء |
| ۹ | حضرت خواجہ ابومحفوظ معروف کرخیؒ | بغداد (عراق) | ۲ محرم ۲۰۰ھ مطابق ۲۱ جولائی ۸۱۷ء |
| ۱۰ | حضرت ابوالحسن سری سقطیؒ | بغداد قبرستان شونیزیہ | ۱۳ رمضان ۲۵۳ھ مطابق ستمبر ۸۶۷ء |
| ۱۱ | سیدالطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ | بغداد (عراق) | ۶ رجب ۲۹۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۹۱۱ء |
| ۱۲ | حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ | بغداد (عرق) | ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مطاق ۲۰ جولائی ۹۵۳ء |
| ۱۳ | حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمیؒ | ملک یمن | ۱۱ ذی الحجہ ۳۳۲ھ مطابق ۴ اگست ۹۴۴ء |
| ۱۴ | حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ | بغداد نزد مقبرہ امام حنبلؒ | ۲۰ جمادی الآخر ۴۲۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۰۲۴ء، بدھ |
| ۱۵ | حضرت شیخ ابوالفرح محمد طرطوسیؒ | طرطوس (ملک شام) | یکم محرم ۴۴۷ھ سنیچر مطابق ۱۳ اپریل ۱۰۵۵ء |
| ۱۶ | حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ | بغداد (عراق) | یکم محرم ۴۸۲ھ ۴۸۵ھ، مطابق مارچ ۱۰۸۹ء |
| ۱۷ | حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخرمیؒ | بغداد (مدرسہ غوثیہ) | ۱۰ محرم ۵۱۳ھ مطابق اپریل ۱۱۱۹ء |
| ۱۸ | حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ | بغداد (عراق) | ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء، پیر |
| ۱۹ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء، سنیچر |
| ۲۰ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۲۱ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۲۲ | حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحبؒ | منگراواں، اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۲۳ | شیخ الطریقت حضرت مولانا ابومعالم خاں مدظلہ العالی | | |

# (۲) شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ (بواسطہ خواجہ حسن بصریؒ)

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | آقائے نامدار سیدنا و مولانا حضور اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ | نجف اشرف (عراق) | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ء |
| ۳ | حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ | بصرہ (عراق) | ۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ مطابق اکتوبر ۷۲۸ء |
| ۴ | حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ | بصرہ (عراق) | ۹ رمضان المبارک ۱۲۰ھ مطابق اگست ۷۳۷ء |
| ۵ | حضرت خواجہ ابوسلیمان داؤد طائیؒ | بغداد (عراق) | ۲۸ ربیع الاول ۱۶۲ھ مطابق دسمبر ۷۷۸ء |
| ۶ | حضرت ابومحفوظ خواجہ معروف کرخیؒ | بغداد (عراق) | ۲ محرم ۲۰۰ھ، مطابق ۲۱ جولائی ۸۱۲ء |
| ۷ | حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ | بغداد (عراق) | ۱۳ رمضان مطابق ستمبر ۸۶۷ء |
| ۸ | سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ | بغداد (عراق) | ۲۷ رجب ۲۹۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۹۱۰ء |
| ۹ | حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ | بغداد (عرق) | ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مطابق ۲۰ جولائی ۹۴۶ء |
| ۱۰ | حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمیؒ | ملک یمن | ۱۱ ذی الحجہ ۳۳۳ھ مطابق ۱۴ اگست ۹۴۴ء |
| ۱۱ | حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ | بغداد (عراق) | ۲۰ جمادی الآخر ۴۲۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۰۲۴ء |
| ۱۲ | حضرت شیخ ابوالفرح محمد طرطوسیؒ | طرطوس (شام) | یکم محرم ۴۴۷ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۰۵۵ء |
| ۱۳ | حضرت شیخ ابوالحسن علی قرشی ہنکاریؒ | بغداد (عراق) | یکم محرم ۴۸۲ھ مطابق مارچ ۱۰۸۹ء |
| ۱۴ | حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخرمیؒ | بغداد (عراق) | ۱۰ محرم ۵۱۳ھ مطابق اپریل ۱۱۱۹ء |
| ۱۵ | حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ | بغداد (عراق) | ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء، پیر |
| ۱۶ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء، سنیچر |
| ۱۷ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۱۸ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۱۹ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں، اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۲۰ | شیخ الطریقت حضرت مولانا ابومعالم خاں مدظلہ العالی | | |

# (۳) شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ (بواسطہ صوفی فتح علی ویسیؒ)

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | آقائے نامدار سیدنا و مولانا حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ | نجف اشرف (عراق) | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، مطابق فروری ۶۶۱ء، پیر |
| ۳ | سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ (جنت البقیع) | ۲۸ صفر ۵۰ھ مطابق مارچ ۶۷۰ء |
| ۴ | حضرت سیدنا حسن مثنیٰ بن امام حسنؒ | | ۵۰ھ یا ۶۰ھ کے درمیان ۶۷۰ء یا ۶۸۰ء |
| ۵ | حضرت سیدنا عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰؒ | | |
| ۶ | حضرت شاہ سید موسیٰ الجون بن عبداللہ المحضؒ | | |
| ۷ | حضرت شاہ عبداللہ المورثؒ بن سید الموسیٰ الجونؒ | | |
| ۸ | حضرت شاہ سید موسیٰ (ثانی) بن عبداللہ المورثؒ | | |
| ۹ | حضرت شاہ سید داؤد مورث بن سید شاہ موسیٰؒ | | |
| ۱۰ | حضرت سید محمد مورث بن سید داؤد مورثؒ | | |
| ۱۱ | حضرت سید یحییٰ زاہد بن سید مورثؒ | | |
| ۱۲ | حضرت شاہ سید عبداللہ جیلی بن سید یحییٰ زاہدؒ | | |
| ۱۳ | حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ جیلیؒ | | |
| ۱۴ | حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ | بغداد | ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء، پیر |
| ۱۵ | حضرت سید تاج الدین بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانیؒ | بغداد | ۶ شوال ۶۰۳ھ مطابق ۵ مئی ۱۲۰۷ء، سنیچر |
| ۱۶ | حضرت سید شرف الدین قتال بن عبدالرزاقؒ | بغداد (عراق) | ۱۶ شعبان ۷۱۱ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۳۱۱ء |
| ۱۷ | حضرت سید عبدالوہابؒ | ینبوع (نزد مدینہ) | ۱۸ شعبان ۷۹۹ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۳۹۷ء |
| ۱۸ | حضرت سید بہاء الدین قادریؒ | بمبئی فورٹ نزد بمبئی ہسپتال | ۱۸ رمضان ۸۰۲ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۴۰۰ء |
| ۱۹ | حضرت سید عقیلؒ | کوکان نزد بخارا (ازبکستان) | ۶ رمضان ۸۴۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۴۳۹ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۰ | حضرت سید شمس الدین صحرائیؒ | سمرقند (ازبکستان) | ۵ ربیع الآخر ۸۹۹ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۴۹۴ء |
| ۲۱ | حضرت سید گدا رحمان (اول) بن ابوالحسنؒ | سری نگر (کشمیر) | ۱۴ جمادی الاول ۸۹۸ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۴۹۳ء |
| ۲۲ | حضرت شمس الدین عارفؒ | طبرستان (ایران) | ۲ صفر ۹۹۴ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۵۸۶ء پیر |
| ۲۳ | حضرت سید گدا رحمٰن (ثانی)ؒ | خیبر (پاکستان) | ۱۲ ربیع الاول ۹۸۷ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۵۷۹ء |
| ۲۴ | حضرت شاہ فضیلؒ | حیدرآباد (پاکستان) | ۱۷ محرم ۹۹۹ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۵۹۰ء سنیچر |
| ۲۵ | حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ | کیتھل کرنال (ہریانہ) | ۱۹ جمادی الآخر ۹۸۱ھ اکتوبر ۱۵۷۳ء |
| ۲۶ | حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ | کیتھل کرنال (ہریانہ) | ۲۷ رجب ۱۰۲۳ھ مطابق اگست ۱۶۱۴ء |
| • | حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف (پنجاب) | ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ سنیچر ۳ فروری ۱۵۹۹ء |
| ۲۷ | حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف (پنجاب) | ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء |
| ۲۸ | حضرت آدم بنوریؒ | مدینہ منورہ جنت البقیع | ۱۳ شوال المکرم ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۶۴۳ء |
| ۲۹ | حضرت سید عبداللہ اکبرآبادیؒ | اکبرآباد آگرہ | |
| ۳۰ | حضرت شاہ عبدالرحیمؒ | مہدیان شہر دہلی | ۱۲ صفر المظفر ۱۱۳۱ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۷۱۸ء، بدھ |
| ۳۱ | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ | مہدیان شہر دہلی | ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء |
| ۳۲ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | مہدیان شہر دہلی | ۷ شوال المکرم ۱۲۳۸ھ مطابق جون ۱۸۲۳ء |
| ۳۳ | حضرت سید احمد شہیدؒ | بالاکوٹ صوبہ سرحد (پاکستان) | ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء |
| ۳۴ | حضرت صوفی نور محمد چاٹگامیؒ | نظام پور ضلع چاٹگام | ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ مطابق کیم نومبر ۱۸۸۵ء |
| ۳۵ | حضرت صوفی فتح علی ویسیؒ | مانک تلہ کلکتہ۔۶ | ۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۸۸۶ء |
| ۳۶ | حضرت مولانا غلام سلمانیؒ | پھرپھرا شریف (بنگال) | ۱۶ رجب ۱۳۳۰ مطابق کیم جولائی ۱۹۱۲ء |
| ۳۷ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ سنیچر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء |
| ۳۸ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۳۹ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگرواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۴۰ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں، اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۴۱ | شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# سلسلہ عالیہ قادریہ کے تین چشمۂ فیض

(۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ

۳۔ سیدنا حضرت امام حسنؓ
۴۔ حضرت سید حسن مثنیٰؒ
۵۔ حضرت شاہ عبد المحضؒ
۶۔ حضرت شاہ سید موسیٰ الجونؒ
۷۔ حضرت شاہ سید عبد اللہ المورثؒ
۸۔ حضرت شاہ سید موسیٰ ثانیؒ
۹۔ حضرت سید داؤد مورثؒ
۱۰۔ حضرت سید محمد مورثؒ
۱۱۔ حضرت سید یحییٰ زاہدؒ
۱۲۔ حضرت شاہ سید عبد اللہ جیلیؒ
۱۳۔ حضرت شاہ سید ابوصالح جنگی دوستؒ

۳۔ حضرت سیدنا امام حسینؓ
۴۔ حضرت امام زین العابدینؓ
۵۔ حضرت امام باقرؒ
۶۔ حضرت امام جعفر صادقؒ
۷۔ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؒ
۸۔ حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ
۹۔ حضرت خواجہ ابوالمحفوظ معروف کرخیؒ
۱۰۔ حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ
۱۱۔ حضرت خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ
۱۲۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ
۱۳۔ حضرت شیخ عبد العزیز تمیمیؒ
۱۴۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبد الواحد تمیمی
۱۵۔ حضرت شیخ ابوالفرح محمد طرطوسیؒ
۱۶۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ
۱۷۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ

۳۔ حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ
۴۔ حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ
۵۔ حضرت داؤد طائیؒ

(۶)

(۱۴) حضرت غوث الاعظم سید میر محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸)

# شجرۂ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے دو چشمۂ فیض

(۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
(۲) امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۳) سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت امام زین العابدینؒ (مدینہ منورہ)
۵۔ حضرت امام باقرؒ (مدینہ منورہ)
۶۔ حضرت امام جعفر صادقؒ (مدینہ منورہ)
۷۔ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؒ (کاظمین شریف)
۸۔ حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ (مشہد مقدس)
۹۔ حضرت خواجہ ابوالمحفوظ معروف کرخیؒ (بغداد)
۱۰۔ حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ (بغداد)
۱۱۔ حضرت خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ (بغداد)
۱۲۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ (بغداد)
۱۳۔ حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمیؒ (بغداد)
۱۴۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ (بغداد)
۱۵۔ حضرت شیخ ابوالفرح محمد طرطوسیؒ (طرطوس شام)
۱۶۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ (بغداد)
۱۷۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخرمیؒ
۱۸۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

۴۔ حضرت شیخ محمد جابر برویؒ
۵۔ حضرت شیخ سعید قیروانیؒ
۶۔ حضرت شیخ فتح مسعودیؒ
۷۔ حضرت شیخ ابوالقاسم میروانیؒ
۸۔ حضرت شیخ ابواسحق بصریؒ
۹۔ حضرت شیخ قطب الدین محمود قزوینیؒ
۱۰۔ حضرت شیخ شمس الدینؒ
۱۱۔ حضرت شیخ تاج الدینؒ
۱۲۔ حضرت شیخ ابوالحسن علیؒ
۱۳۔ حضرت شیخ تقی الدین صوفیؒ
۱۴۔ حضرت شیخ شرف الدین مدنیؒ
۱۵۔ حضرت شریف عبدالسلام ابن حشیشؒ

اویسی سلسلہ

۱۹۔ حضرت سید نورالدین شیخ ابوالحسن شاذلیؒ ← (۱۶)
۲۰۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ ← (۱۷)
۲۱۔ حضرت حافظ حامد حسن علویؒ ← (۱۸)
۲۲۔ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ ← (۱۹)
۲۳۔ حضرت الحاج مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ ← (۲۰)
۲۴۔ شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی ← (۲۱)

# شجرۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (اویسی سلسلہ-۱)

| | |
|---|---|
| (۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ | مدینہ منورہ |
| (۲) امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ |
| (۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | سلمان پاک (عراق) |
| (۴) حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ |
| (۵) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ |
| (۶) سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ | بسطام (ایران) |
| (۷) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ | خرقان (ایران) |
| (۸) حضرت خواجہ بوعلی فارمیدیؒ | طوس (ایران) |
| (۹) خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ | مرو (روس) |
| (۱۰) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ | غجدوان (روس) |
| (۱۱) حضرت مولانا عارف ریوگریؒ | ریوگر (روس) |
| (۱۲) حضرت خواجہ محمد انجر فغنویؒ | واب کینی (روس) |
| (۱۳) حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ | خیوا (روس) |
| (۱۴) حضرت خواجہ بابا محمد سماسیؒ | سماس (روس) |
| (۱۵) حضرت سید امیر کلالؒ | سوخار (روس) |
| (۱۶) حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ | بخارا (ازبکستان) |
| (۱۷) قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف (کلکتہ) |
| (۱۸) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علویؒ | گونڈہ (یوپی) |
| (۱۹) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) |
| (۲۰) شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) |
| (۲۱) شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی | |

# شجرۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (اویسی سلسلہ۔۲)

| | |
|---|---|
| (۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ | مدینہ منورہ |
| (۲) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف |
| (۳) حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ | بصرہ (عراق) |
| (۴) حضرت ابومحمد حبیب عجمیؒ | بصرہ (عراق) |
| (۵) حضرت خواجہ ابوسلیمان داؤد طائیؒ | بغداد |
| (۶) حضرت خواجہ ابوالمحفوظ معروف کرخیؒ | بغداد |
| (۷) حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ | بغداد |
| (۸) سید الطائفہ حضرت خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ | بغداد |
| (۹) حضرت خواجہ ابوعلی رود باریؒ | مصر |
| (۱۰) حضرت خواجہ بوعلی کاتبؒ | مصر |
| (۱۱) حضرت خواجہ ابوعثمان مغربیؒ | نیشاپور (ایران) |
| (۱۲) حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ | گرگان (ایران) |
| (۱۳) حضرت خواجہ بوعلی فارمیدیؒ | طوس (ایران) |
| (۲۱) حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندؒ | قصر عارفاں بخارا (ازبکستان) |
| (۲۲) قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف (کلکتہ) |
| (۲۳) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علویؒ | گونڈہ (یوپی) |
| (۲۴) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) |
| (۲۵) شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) |
| (۲۶) شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی | |

# شجرۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (اویسی سلسلہ۔۳)

| | |
|---|---|
| (۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | مدینہ منورہ |
| (۲) امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ | نجف اشرف |
| (۳) حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ |
| (۴) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ | کربلا |
| (۵) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ | (مدینہ منورہ) |
| (۶) سیدنا حضرت امام باقرؒ | (مدینہ منورہ) |
| (۷) سیدنا حضرت امام جعفر صادقؒ | (مدینہ منورہ) |
| (۸) سیدنا حضرت امام ابوالحسن امام موسیٰ کاظمؒ | (کاظمین شریف) بغداد |
| (۹) سیدنا حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ | (مشہد مقدس) |
| (۱۰) حضرت خواجہ ابوالمحفوظ معروف کرخیؒ | (بغداد) |
| (۱۱) حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ | (بغداد) |
| (۱۲) حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ | (بغداد) |
| (۱۳) حضرت خواجہ بوعلی رودباریؒ | مصر |
| (۱۴) حضرت خواجہ ابراہیم قاسم نصر آبادیؒ | مکہ معظمہ، ۱۱ شوال ۳۷۲ھ |
| (۱۵) حضرت خواجہ بوعلی دقاقؒ | نیشاپور (ایران) ذی قعدہ ۴۰۵ھ |
| (۱۶) حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ | نیشاپور (ایران) ۱۶ ربیع الاول ۴۶۵ھ |
| (۱۷) حضرت خواجہ بوعلی فارمیدیؒ | طوس (ایران) ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ |
| (۲۵) حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ | بخارا (ازبکستان) |
| (۲۶) قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف (کلکتہ) |
| (۲۷) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت حامد حسن علویؒ | گونڈہ (یوپی) |
| (۲۸) شیخ الطریقت الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں، اعظم گڑھ (یوپی) |
| (۲۹) شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحبؒ | منگراواں، اعظم گڑھ (یوپی) |

(۳۰) شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابوامعالم خاں صاحب مدظلہ العالی

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے تین چشمۂ فیض
(۱) ختم المرسلین سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۲) امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت خواجہ حسن بصری
(۴) خواجہ حبیب عجمی
(۵) حضرت خواجہ داؤد طائی
(۳) سیدنا حضرت امام حسن
(۴) سیدنا حضرت امام حسین
(۵) حضرت امام زین العابدین
(۶) حضرت امام باقر
(۷) حضرت امام جعفر صادق
(۸) حضرت امام موسیٰ کاظم
(۹) حضرت امام موسیٰ رضا
(۱۰) خواجہ معروف کرخی
(۱۱) خواجہ سری سقطی
(۱۲) خواجہ جنید بغدادی
(۱۳) خواجہ ابو علی رود باری
(۳) حضرت سلمان فارسی
(۴) حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو بکر
(۵) حضرت امام جعفر صادق
(۶) حضرت خواجہ بایزید بسطامی
(۷) حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی
(۱۴) حضرت خواجہ قاسم نصر آبادی
(۱۵) حضرت خواجہ بو علی دقاق
(۱۶) حضرت خواجہ ابو القاسم قشیری
(۱۴) حضرت خواجہ ابو علی کاتب
(۱۵) حضرت خواجہ ابو عثمان مغربی
(۱۶) حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانی
(۱۷) حضرت خواجہ بو علی فارمیدی
(۱۸) حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | رحمتہ للعالمین آقائے نامدار سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ء |
| ۳ | حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ | بصرہ | ۵ رجب ۱۱۰ھ مطابق اکتوبر ۷۲۸ء |
| ۴ | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ | بصرہ | رجب ۱۱۰ھ مطابق اپریل ۷۲۹ء |
| ۵ | حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ | مکہ معظمہ | ربیع الاول ۱۸۷ھ مارچ ۱۰۳ . |
| ۶ | حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ | ملک شام | ۲۸ جمادی الاول ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۷ | حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ | بصرہ | شوال ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۸ | حضرت معین الدین ہبیرہ بصریؒ | بصرہ | ۷ شوال ۲۸۷ھ، اکتوبر ۹۰۰ء |
| ۹ | خواجہ کریم الدین ممشاد دینوریؒ | بغداد | ۱۴ محرم ۲۹۸ھ، ستمبر ۹۱۰ء |
| ۱۰ | خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامیؒ | عکہ (فلسطین) | ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ، جنوری ۹۴۱ء |
| ۱۱ | خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ | چشت ہرات | یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ، مئی ۹۶۶ء |
| ۱۲ | خواجہ ناصح الدین ابومحمد چشتیؒ | چشت ہرات | ۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ، جون ۱۰۲۰ء |
| ۱۳ | خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتیؒ | چشت ہرات | ۳ رجب ۴۵۹ھ مئی ۱۰۶۷ء |
| ۱۴ | خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ | چشت ہرات | یکم رجب ۵۲۷ھ، ۸ مئی ۱۱۳۳ء |
| ۱۵ | حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ | زندنہ نزد بخارا | ۱۰ رجب ۶۱۲ھ، نومبر ۱۲۱۵ء |
| ۱۶ | حضرت خواجہ عثمان ہرونی (ہارونیؒ) | مکہ معظمہ | ۵ شوال ۶۱۷ھ، دسمبر ۱۲۲۰ء |
| ۱۷ | سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ | اجمیر شریف | ۶ رجب ۶۳۲ھ، مارچ ۱۲۳۵ء |
| ۱۸ | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | دہلی (مہرولی) | ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ، نومبر ۱۲۳۶ء |
| ۱۹ | حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ | پاک پٹن ساہیوال (پاکستان) | ۵ محرم ۶۷۰ھ، اگست ۱۲۷۱ء |
| ۲۰ | سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ | دہلی | ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ، اپریل ۱۳۲۵ء |
| ۲۱ | حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ | چراغ، دہلی | ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ، ستمبر ۱۳۵۶ء |
| ۲۲ | حضرت خواجہ کمال الدینؒ | چراغ، دہلی | ۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ھ، دسمبر ۱۳۵۵ء |
| ۲۳ | حضرت خواجہ سراج الدینؒ | پٹن، مہسانہ (گجرات) | ۲۱ جمادی الاول ۸۱۷ھ، اگست ۱۴۱۴ء |
| ۲۴ | حضرت خواجہ علم الدینؒ | پٹن، مہسانہ (گجرات) | ۲۲ صفر ۸۲۹ھ، نومبر ۱۴۲۶ء |
| ۲۵ | حضرت خواجہ محمود شیخ راجنؒ | پٹن، مہسانہ (گجرات) | ۲۲ صفر ۹۰۰ھ، نومبر ۱۴۹۴ء |
| ۲۶ | حضرت خواجہ جمال الدین جمنؒ | احمد آباد (گجرات) | ۲۰ ذی الحجہ ۹۴۰ھ، جولائی ۱۵۳۴ء |
| ۲۷ | حضرت خواجہ شیخ محمد حسن محمدؒ | شاہ پور احمد آباد گجرات | ۲۸ ذی قعدہ ۹۸۲ھ، مارچ ۱۵۷۵ء |
| ۲۸ | حضرت خواجہ شیخ محمدؒ | شاہ پور احمد آباد گجرات | ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ، اکتوبر ۱۶۳۰ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۹ | شیخ محی الدین ابو یوسف محمد یحییٰ مدنیؒ | مدینہ منورہ | ۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ، دسمبر ۱۶۸۹ء |
| ۳۰ | حضرت مولانا کلیم اللہ جہان آبادیؒ | نزد جامع مسجد، دہلی | ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ، اکتوبر ۱۷۲۹ء |
| ۳۱ | حضرت نظام الدین اولیاء اورنگ آبادیؒ | اورنگ آباد (مہاراشٹر) | ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ، مئی ۱۷۳۰ء |
| ۳۲ | حضرت مولانا فخر الدینؒ | مہرولی (دہلی) | ۲۷ جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ، مئی ۱۷۸۴ء |
| ۳۳ | حضرت مولانا نیاز احمدؒ | بریلی (یوپی) | ۶ جمادی الآخر ۱۲۵۰ھ، اکتوبر ۱۸۳۴ء |
| ۳۴ | حضرت مولانا مسکین شاہؒ | جے پور، راجستھان | ۲۸ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ، جنوری ۱۸۵۹ء |
| ۳۵ | حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ | کوہنڈہ، اعظم گڑھ یوپی | ۱۳۰۶ھ، ۱۸۸۸ء |
| ۳۶ | حضرت مولانا ابو حامد کریم بخش علویؒ | کوہنڈہ، اعظم گڑھ یوپی | ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۵ء |
| ۳۷ | قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء |
| ۳۸ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۳۹ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ، ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۴۰ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۴۱ | شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ (بواسطہ صوفی فتح علی ویسی)

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ و فات |
|---|---|---|---|
| ۱ | رحمتہ للعالمین آقائے نامدار سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ھ |
| ۳ | حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ | بصرہ | ۵ رجب ۱۱۰، اکتوبر ۷۲۸ء |
| ۴ | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ | بصرہ | رجب ۱۱۰ھ، اپریل ۷۲۹ء |
| ۵ | حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ | مکہ معظمہ | ربیع الاول ۱۸۷ھ مارچ ۸۰۳ء |
| ۶ | حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ | ملک شام | ۲۸ جمادی الاول ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۷ | حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ | بصرہ | شوال ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۸ | حضرت معین الدین ہبیرہ بصریؒ | بصرہ | ۷ شوال ۲۸۷ھ، اکتوبر ۹۰۰ء |
| ۹ | خواجہ کریم الدین ممشاد دینوریؒ | بغداد | ۱۴ محرم ۲۹۸ھ، ستمبر ۹۱۰ء |
| ۱۰ | خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامیؒ | عکہ (فلسطین) | ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ، جنوری ۹۴۱ء |
| ۱۱ | خواجہ ابواحد ابدال چشتیؒ | چشت ہرات افغانستان | یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ، مئی ۹۶۶ء |
| ۱۲ | خواجہ ناصح الدین ابومحمد چشتیؒ | چشت ہرات | ۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ، جون ۱۰۲۰ء |
| ۱۳ | خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتیؒ | چشت ہرات | ۳ رجب ۴۵۹ھ مئی ۱۰۷۶ء |
| ۱۴ | خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ | چشت ہرات | یکم رجب ۵۲۷ھ، ۸ مئی ۱۱۳۳ء |
| ۱۵ | حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ | زندنہ نزد بخارا | ۱۰ رجب ۶۱۲ھ، نومبر ۱۲۱۵ء |
| ۱۶ | حضرت خواجہ عثمان ہرونی (ہارونی) | مکہ معظمہ | ۵ شوال ۶۱۷ھ، دسمبر ۱۲۲۰ء |
| ۱۷ | سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ | اجمیر شریف | ۶ رجب ۶۳۲ھ، مارچ ۱۲۳۵ء |
| ۱۸ | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | دہلی، مہرولی، | ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ، نومبر ۱۲۳۶ء |
| ۱۹ | حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ | پاک پٹن، ساہیوال، پاکستان | ۵ محرم ۶۷۰ھ، اگست ۱۲۷۱ء |
| ۲۰ | سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ | دہلی | ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ اپریل، ۱۳۲۵ھ |
| ۲۱ | حضرت مولانا سراج الدین عثمانی اخی سراج آئینہ ہند | سعد اللہ پور، مالدہ، بنگال | ۷۸۸ھ، ۱۳۵۷ء |
| ۲۲ | شیخ علاء الدین علاء الحق ابن شیخ اسعد لاہوریؒ | پنڈوہ شریف مالدہ | رجب ۸۰۰ھ، مارچ ۱۳۹۸ء |
| ۲۳ | شیخ نور الحق نور قطب عالمؒ | پنڈوہ شریف مالدہ | ۸۴۸ھ، ۱۴۴۴ء |
| ۲۴ | شیخ حسام الدین مانکپوریؒ | مانکپور (یوپی) | ۸۸۲ھ، ۱۴۷۷ء |
| ۲۵ | حضرت سید راجی حامد شاہؒ | مانکپور (یوپی) | ۹۰۱ھ، ۱۴۹۵ء |
| ۲۶ | حضرت شیخ ظاہر حسن جونپوری ثم دہلویؒ | دہلی | ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ، ستمبر ۱۵۰۳ء |

| نمبر | نام | مقام | تاریخ |
|---|---|---|---|
| ۲۷ | حضرت شیخ قاضی خاں ناصحی ظفرآبادیؒ | ظفرآباد، جونپور | ۹۶۸ھ، ۱۵۶۱ء |
| ۲۸ | شیخ عبدالعزیز شکربار چشتیؒ | مہدیان، دہلی | جمادی الآخر ۹۷۵ھ، دسمبر ۱۵۶۷ء |
| ۲۹ | حضرت سید عظمت اللہ اکبرآبادیؒ | اکبرآباد، آگرہ | |
| ۳۰ | حضرت شاہ عبدالرحیم | مہدیان، دہلی | ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ، دسمبر ۱۷۱۸ء |
| ۳۱ | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ | مہدیان، دہلی | ۱۱۷۶ھ، ۱۷۶۳ء |
| ۳۲ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | مہدیان، دہلی | ۷ شوال ۱۲۳۸ھ، جون ۱۸۲۳ء |
| ۳۳ | حضرت سید احمد شہید بریلویؒ | بالاکوٹ، پاکستان | ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء |
| ۳۴ | حضرت صوفی نور محمد چاٹگامیؒ | نظام پور چاٹگام (بنگلہ دیش) | ربیع الاول ۱۲۷۵، نومبر ۱۸۵۸ء |
| ۳۵ | حضرت صوفی فتح علی ویسیؒ | مانک تلہ، کلکتہ | ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ، دسمبر ۱۸۸۶ء |
| ۳۶ | حضرت مولانا غلام سلمانیؒ | پھرپھرا شریف، ہوگلی | ۱۶ رجب ۱۳۳۰ھ، جولائی ۱۹۱۲ء |
| ۳۷ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ، ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء |
| ۳۸ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۳۹ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ، ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۴۰ | حضرت مولانا اسرارالحق خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۴۱ | شیخ الطریقت الحاج حضرت صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ مجددیہ

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ ومدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | رحمتہ للعالمین آقائے نامدار سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ھ |
| ۳ | حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ | بصرہ | ۵ رجب ۱۱۰ھ، اکتوبر ۷۲۸ء |
| ۴ | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ | بصرہ | رجب ۱۱۰ھ مطابق اپریل ۷۲۹ء |
| ۵ | حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ | مکہ معظمہ | ربیع الاول ۱۸۷ھ مارچ ۸۰۳ء |
| ۶ | حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ | ملک شام | ۲۸ جمادی الاول ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۷ | حضرت سدیدالدین حذیفہ مرعشیؒ | بصرہ | شوال ۲۷۶ھ، فروری ۸۹۰ء |
| ۸ | حضرت معین الدین ہبیرہ بصریؒ | بصرہ | ۷ شوال ۲۸۷ھ، اکتوبر ۹۰۰ء |
| ۹ | خواجہ کریم الدین ممشاد دینوریؒ | بغداد | ۱۴ محرم ۲۹۸ھ، ستمبر ۹۱۰ء |
| ۱۰ | خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامیؒ | عکہ (فلسطین) | ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ، جنوری ۹۴۱ء |
| ۱۱ | خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ | چشت ہرات | یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ، مئی ۹۶۶ء |
| ۱۲ | خواجہ ناصح الدین ابومحمد چشتیؒ | چشت ہرات | ۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ، جون ۱۰۲۰ء |
| ۱۳ | خواجہ ناصرالدین ابویوسف چشتیؒ | چشت ہرات | ۳ رجب ۴۵۹ھ مئی ۱۰۶۷ء |
| ۱۴ | خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ | چشت ہرات | یکم رجب ۵۲۷ھ، ۸ مئی ۱۱۳۳ء |
| ۱۵ | حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ | زندنہ نزد بخارا | ۱۰ رجب ۶۱۲ھ، نومبر ۱۲۱۵ء |
| ۱۶ | حضرت خواجہ عثمان ہرونی (ہارونیؒ) | مکہ معظمہ | ۵ شوال ۶۱۷ھ، دسمبر ۱۲۲۰ء |
| ۱۷ | سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ | اجمیر شریف | ۶ رجب ۶۳۲ھ، مارچ ۱۲۳۵ء |
| ۱۸ | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | مہرولی، دہلی | ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ، نومبر ۱۲۳۶ء |
| ۱۹ | حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ | پاک پٹن، ساہیوال، پاکستان | ۵ محرم ۶۷۰ھ، اگست ۱۲۷۱ء |
| ۲۰ | حضرت مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابرؒ | کلیر شریف، یوپی، | ۱۲ ربیع الاول ۶۹۰ھ، مارچ ۱۲۹۱ء |
| ۲۱ | حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ | پانی پت، ہریانہ، | ۱۹ شعبان ۷۱۵ھ، نومبر ۱۳۱۵ء |
| ۲۲ | شیخ جلال الدین عثمانی کبیر الاولیاءؒ | پانی پت، ہریانہ | ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ، دسمبر ۱۳۶۴ء |
| ۲۳ | حضرت شیخ احمد عبدالحق فاروقیؒ | ردولی شریف، یوپی | ۱۵ جمادی الآخر ۸۳۷ھ، جنوری ۱۳۶۳ء |
| ۲۴ | شیخ احمد عارف فاروقیؒ | ردولی شریف، یوپی | ۲۱ شوال ۸۵۹ھ، اکتوبر ۱۴۵۵ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۵ | حضرت شیخ محمد فاروقیؒ | ردولی شریف، یوپی | ۲۱ شعبان ۸۹۸ھ، جون ۱۵۹۳ء |
| ۲۶ | حضرت شیخ عبدالقدوس نعمانی گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور یوپی | ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ، نومبر ۱۵۳۷ء |
| ۲۷ | حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور یوپی | ۴ شوال ۹۸۳ھ، جنوری ۱۵۷۶ء |
| ۲۸ | حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف، پنجاب | ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ، فروری ۱۵۹۸ء |
| ۲۹ | امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف پنجاب | ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ، نومبر ۱۶۲۴ء |
| ۳۰ | حضرت آدم بنوریؒ | مدینہ منورہ | ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ، دسمبر ۱۶۴۳ء |
| ۳۱ | حضرت سید عبداللہ اکبرآبادیؒ | اکبرآباد، آگرہ | |
| ۳۲ | حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ | مہدیان، دہلی | ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ، ۲۴ دسمبر ۱۷۱۸ء |
| ۳۳ | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ | مہدیان، دہلی | ۷ شوال ۱۲۳۸ھ، جون ۱۷۶۳ء |
| ۳۴ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | مہدیان، دہلی | جون ۱۸۲۳ء |
| ۳۵ | حضرت سید احمد شہید بریلویؒ | بالاکوٹ، پاکستان | ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء |
| ۳۶ | حضرت صوفی نور محمد چاٹگامیؒ | نظام پور چاٹگام (بنگلہ دیش) | ربیع الاول ۱۲۷۵ھ، نومبر ۱۸۵۸ء |
| ۳۷ | حضرت صوفی فتح علی ویسیؒ | مانک تلہ، کلکتہ | ۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ، دسمبر ۱۸۸۶ء |
| ۳۸ | حضرت مولانا غلام سلمانیؒ | پھرپھرا شریف، ہوگلی | ۱۶ رجب ۱۳۳۰ھ، جولائی ۱۹۱۲ء |
| ۳۹ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ، ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء، سنیچر |
| ۴۰ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء. |
| ۴۱ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ، ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت عصر |
| ۴۲ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۴۳ | شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ و چشتیہ صابریہ (اویسی سلسلے)

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | سرکار کائنات آقائے نامدار سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف (عراق) | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ھ |
| ۱۷ | سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ | اجمیر شریف | ۶ رجب ۶۳۲ھ، مارچ ۱۲۳۵ء |
| ۱۸ | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | دہلی، مہرولی | ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ، نومبر ۱۲۳۶ء |
| ۱۹ | حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ | پاک پٹن، ساہیوال، پاکستان | ۵ محرم ۶۷۰ھ، اگست ۱۲۷۱ء |
| ۲۰ | حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ | دہلی | ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ، اپریل ۱۳۲۵ء |
| ۲۱ | حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ | چراغ دہلی | ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ، ستمبر ۱۳۵۶ء |
| ۲۲ | حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ | چراغ دہلی | ۷۵۹ھ، ۱۳۵۸ء |
| ۲۳ | حضرت شیخ فتح اللہ اودھیؒ | اجودھیا | ۸۲۱ھ، ۱۴۱۸ء |
| ۲۴ | حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھیؒ | اجودھیا | ۱۴ صفر ۹۰۴ھ، اکتوبر ۱۵۳۷ء |
| ۲۵ | حضرت شیخ عبدالقدوس نعمانی گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور، یوپی | ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ، نومبر ۱۵۳۷ء |
| ۲۶ | حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور، یوپی | ۴ شوال ۹۸۳ھ، جنوری ۱۵۷۶ء |
| ۲۷ | حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف، پنجاب | ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ، فروری ۱۵۹۸ء |
| ۲۸ | امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف پنجاب | ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ، نومبر ۱۶۲۴ء |
| ۳۷ | قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ سنیچر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء |
| ۳۹ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۴۰ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ، ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء |
| ۴۰ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| ۴۲ | شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ، چشتیہ جہانیہ، چشتیہ صابریہ

| ن ش | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱ | سرکار کائنات آقائے نامدار سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ھ |
| ۱۷ | سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ | اجمیر شریف | ۶ رجب ۶۳۲ھ، مارچ ۱۲۳۵ء |
| ۲۰ | محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ | دہلی | ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ، اپریل ۱۳۲۵ء |
| ۲۱ | حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ | چراغ دہلی | ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ، ستمبر ۱۳۵۶ء |
| ۲۲ | حضرت مخدوم جلال الدین جہانیان جہاں گشتؒ | چراغ دہلی | ۱۸ رمضان ۷۵۸ھ، فروری ۱۳۵۸ء |
| ۲۳ | حضرت قاضی سید عبد الملک شاہ اجمل بہرائچیؒ | بہرائچ (یوپی) | رمضان ۸۶۲ھ، اگست ۱۴۸۵ء |
| ۲۴ | حضرت شاہ سید بڈھن بہرائچی | بہرائچ (یوپی) | ۸ شوال ۸۸۰ھ، فروری ۱۴۷۶ھ |
| ۲۵ | حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھیؒ | اجودھیا | ۱۶ محرم ۸۹۶ھ، نومبر ۱۴۹۰ء |
| ۲۶ | حضرت شیخ عبد القدوس نعمانی گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور، یوپی | ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ، نومبر ۱۵۳۷ء |
| ۲۷ | حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور، یوپی | ۴ شوال ۹۸۳ھ، جنوری ۱۵۷۶ء |
| ۲۸ | حضرت شیخ عبد الاحد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف، پنجاب | ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ، فروری ۱۵۹۸ء |
| ۲۹ | امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف پنجاب | ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ، نومبر ۱۶۲۴ء |

# شجرہ طریقت سلسلہ چشتیہ کے مختلف چشمۂ فیض

(١) ختم المرسلین سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(٢) سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(١٧) سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

(١٨) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

(١٩) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ

## شاخ نظامیہ

٢٠۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین الاولیاءؒ

٢١۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

٢٢۔ حضرت مولانا کمال الدینؒ
٢٣۔ حضرت خواجہ سراج الدین
٢٤۔ حضرت خواجہ علم الدینؒ
٢٥۔ حضرت خواجہ محمود راجنؒ
٢٦۔ خواجہ جمال الدینؒ
٢٧۔ حضرت خواجہ حسنؒ
٢٨۔ حضرت مولانا خواجہ محمدؒ
٢٩۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ مدنیؒ
٣٠۔ خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ
٣٥۔ شیخ نجابت علی شاہؒ
٣٦۔ حضرت کریم بخش علویؒ

٢٢۔ شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ
٢٣۔ شیخ فتح اللہ اودھیؒ
٢٤۔ شیخ درویش محمدؒ
٢٥۔ شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ
٢٦۔ شیخ رکن الدین دہلویؒ
٢٧۔ شیخ عبد الاحد فاروقیؒ
٢٨۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
٢٩۔ حضرت آدم بنوریؒ

٢١۔ حضرت سراج الدین عثمان اخی سراجؒ

٢٢۔ شیخ علاء الدین علاء الحقؒ
٢٣۔ شیخ نور الحق نور قطب عالمؒ
٢٤۔ شیخ حسام الدین مانکپوریؒ
٢٥۔ سید راجی حامد شاہؒ
٢٦۔ شیخ حسن طاہر دہلویؒ
٢٧۔ قاضی خاں ناصحیؒ
٢٨۔ شیخ عبد العزیز شکر بارؒ

## شاخ صابریہ

٢٠۔ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابرؒ

٢١۔ شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ

٢٢۔ شیخ جلال الدین ترک پانی پتیؒ
٢٣۔ شیخ احمد عبد الحق فاروقیؒ
٢٤۔ شیخ احمد عارفؒ
٢٥۔ شیخ محمد فاروقیؒ
٢٦۔ شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ
٢٧۔ شیخ رکن الدین دہلویؒ
٢٨۔ شیخ عبد الاحد فاروقیؒ
٢٩۔ امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
٣٠۔ حضرت آدم بنوریؒ

---

٢٩۔ حضرت سید عظمت اللہ اکبر آبادیؒ
٣٠۔ حضرت شاہ عبد الرحیمؒ
٣٥۔ حضرت صوفی فتح علی ویسیؒ

٣٦۔ حضرت مولانا غلام سلمانیؒ

٣٧۔ حضرت سید عبد الباری شاہؒ
٣٨۔ حضرت حافظ حامد حسن علویؒ
٣٩۔ حضرت حافظ محمد سعید خاں صاحبؒ
٤٠۔ حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ
٤١۔ حضرت مولانا الحاج صوفی ابو معالم خاں صاحب مدظلہ العالی

شجرہ طریقت سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ سہروردیہ ایک نظر میں
(۱) ختم المرسلین سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
(۲) سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۳) حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصریؒ
سلسلۂ عالیہ چشتیہ
۱۷۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
۱۸۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
۱۹۔ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ
سلسلۂ عالیہ سہروردیہ
۱۴۔ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ
۱۵۔ شیخ الاسلام خواجہ بہاء الدین زکریاؒ
۱۶۔ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ
چشتیہ صابریہ
۲۰۔ حضرت مخدوم سید علاء الدین احمد صابر کلیریؒ
۲۱۔ شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ
۲۲۔ شیخ جلال الدین عثمانی کبیر الاولیاءؒ
۲۳۔ شیخ احمد عبدالحق فاروقیؒ
۲۴۔ شیخ احمد عارف فاروقیؒ
۲۵۔ شیخ محمد فاروقیؒ
چشتیہ نظامیہ
۲۰۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
۲۱۔ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ
۱۷۔ شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ
چشتیہ نظامیہ
۱۸۔ حضرت مخدوم جہاں جہانیاں سید جلال الدین جہاں گشتؒ
۱۹۔ حضرت قاضی سید عبدالملک شاہ اجمل بہرائچیؒ
۲۰۔ حضرت شدہ بڈھن بہرائچیؒ
۲۲۔ شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ
۲۳۔ حضرت شیخ فتح اللہ اودھیؒ
چشتیہ نظامیہ
سلسلۂ سہروردیہ اور چشتیہ جہانیہ
۲۴۔ حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھیؒ
۲۵۔ حضرت شیخ عبدالقدوس نعمانی گنگوہیؒ
۲۶۔ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ
۲۷۔ شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ
۲۸۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

# شجرہ طریقت سلسلۂ عالیہ سہروردیہ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ

| نام | مقام | تاریخ |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ سرور کائنات سید المرسلین آقائے نامدار سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مسجد نبوی مدینہ منورہ | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| ۲۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، فروری ۶۶۱ء |
| ۳۔ حضرت خواجہ سعید حسن بصریؒ | بصرہ | ۵ رجب ۱۱۰ھ، اکتوبر ۷۲۸ء |
| ۴۔ حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ | بصرہ | ۹ رمضان ۱۲۰ھ، اگست ۷۳۷ء |
| ۵۔ حضرت خواجہ ابوسلمان داؤد طائیؒ | بغداد | ۲۸ ربیع الاول ۱۵۶ھ، فروری ۷۷۲ء |
| ۶۔ حضرت خواجہ ابومحفوظ معروف کرخیؒ | بغداد | ۳ محرم ۲۰۰ھ، ۱۳ اگست ۸۱۵ء |
| ۷۔ حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ | بغداد | ۳ رمضان ۲۵۳ھ، ستمبر ۸۶۷ء |
| ۸۔ سید الطائفہ ابوالقاسم حضرت جنید بغدادیؒ | بغداد | ۶ رجب ۲۶۷ھ، ۲۱ مارچ ۹۱۰ |
| ۹۔ حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوریؒ | بغداد | ۱۴ محرم ۲۹۸ھ، ۲۲ ستمبر ۹۱۰ء |
| ۱۰۔ حضرت خواجہ ابوالعباس احمد اسود دینوریؒ | سمرقند (ازبکستان) | ۱۰ ذی الحجہ ۳۶۷ھ، جولائی ۹۷۸ء |
| ۱۱۔ حضرت شیخ ابومحمد محمویہؒ | | ۱۵ رجب ۳۷۳ھ، دسمبر ۹۸۳ء |
| ۱۲۔ حضرت شیخ وجیہ الدین ابوحفص | بغداد | ۱۲ جمادی الاول ۵۶۳ھ، فروری ۱۱۶۸ء |
| ۱۳۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ | بغداد | ۳ رمضان ۵۶۶ھ، مئی ۱۱۷۱ء |
| ۱۴۔ حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ | بغداد | یکم محرم ۵۶۳ھ، ستمبر ۱۲۳۴ء |
| ۱۵۔ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ | ملتان (پاکستان) | ۷ صفر ۶۶۱ھ، دسمبر ۱۲۶۲ء |
| ۱۶۔ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ | ملتان (پاکستان) | ۳ ذی الحجہ ۶۸۴ھ جنوری ۱۲۸۶ء |
| ۱۷۔ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ | ملتان (پاکستان) | ۱۶ رجب ۷۳۵ھ، مارچ ۱۳۳۵ء |
| ۱۸۔ حضرت مخدوم جہانیان سید جلال الدین جہاں گشتؒ | اوچہ بھاولپور، پاکستان | ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ، فروری ۱۳۸۴ء |
| ۱۹۔ حضرت قاضی سید عبدالملک شاہ اجمل بہرائچیؒ | بہرائچ، یوپی | ۲۵ رمضان ۸۶۲ھ، اگست ۱۴۸۵ء |
| ۲۰۔ حضرت شاہ سید بڈھن بہرائچیؒ | بہرائچ، یوپی | ۸ شوال ۸۸۰ھ، فروری ۱۴۷۶ء |
| ۲۱۔ حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھیؒ | اجودھیا | ۱۶ محرم ۸۹۶ھ، نومبر ۱۴۹۰ء |
| ۲۲۔ حضرت شیخ عبدالقدوس نعمانی گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور | ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ، نومبر ۱۵۳۷ء |
| ۲۳۔ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ | گنگوہ، سہارنپور | ۴ شوال ۹۸۳ھ، جنوری ۱۵۷۶ء |
| ۲۴۔ حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ | سرہند (پنجاب) | ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ، فروری ۱۵۹۸ء |
| ۲۵۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف، پنجاب | ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق نومبر ۱۶۲۴ء |

# شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ قرنیہ (اویسی سلسلہ[1])

| نمبر شمار | اسمائے گرامی | روضہ و مدفن | تاریخ و مدفن |
|---|---|---|---|
| ۱ | سرکار کائنات آقائے نامدار سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ | مدینہ منورہ مسجد نبوی | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بروز پیر |
| ۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ | نجف اشرف | ۲۱ رمضان ۴۰ھ، پیر، فروری ۶۶۱ھ |
| ۳ | خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنیؒ | قرن | ۳۷ھ، ۶۵۸ء |
| ۴ | قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہؒ | بنڈیل شریف کلکتہ (بنگال) | ۶ رمضان ۱۳۱۸ھ، ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء |
| ۵ | حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ شہر یوپی | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| ۶ | حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء |
| ۷ | حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحبؒ | منگراواں اعظم گڑھ یوپی | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |

[1] اویسی سلسلہ وہ ہے کہ سلسلہ کے بانی سے بلاواسطہ سلسلہ کی تعلیم حاصل ہو۔

# شجرہ طریقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ

| | | |
|---|---|---|
| (۱) آقائے نامدار ختم المرسلین سیدنا مولٰینا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم | مدینہ منورہ | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء، بروز پیر |
| (۲) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ | ۲۲ جمادی آلاخر ۱۳ھ، اگست ۶۳۴ء |
| (۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | سلمان پاک | ۱۰ رجب ۳۳ھ، فروری ۶۵۴ء |
| (۴) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ | ۲۴ جمادی الاول ۱۰۷ھ، اکتوبر ۷۲۵ء |
| (۵) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ | مدینہ منورہ | ۱۵ رجب ۱۴۸ھ ۶ ستمبر ۷۶۵ء |
| (۶) سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ | بسطام (ایران) | ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ، مئی ۸۷۵ء |
| (۷) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ | خرقان (ایران) | ۱۰ محرم ۴۲۵ھ، دسمبر ۱۰۳۳ء |
| (۸) حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ | طوس (ایران) | ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ، ۱۱ جولائی ۱۰۸۴ء |
| (۹) خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ | مرو (روس) | ۲۷ رجب ۵۳۵ھ، ۱۸ مارچ ۱۱۱۴ء |
| (۱۰) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ | غجدوان (روس) | ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ، اگست ۱۱۷۹ء |
| (۱۱) حضرت مولانا عارف ریوگریؒ | ریوگر (روس) | یکم شوال ۶۱۶ھ، دسمبر ۱۲۱۹ء |
| (۱۲) حضرت خواجہ محمد انجر فغنویؒ | واب کنی (روس) | ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ ۲۱ جون ۱۳۱۵ء |
| (۱۳) حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ | خیوا (روس) | ۱۸ ذی قعدہ ۷۲۱، دسمبر ۱۳۳۱ء |
| (۱۴) حضرت خواجہ بابا محمد سماسیؒ | سماس (روس) | ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ، جولائی ۱۳۵۴ء |
| (۱۵) حضرت سید امیر کلالؒ | سوخار (روس) | ۱۰ جمادی الاول ۷۷۲ھ، نومبر ۱۳۷۰ء |
| (۱۶) حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ | بخارا (ازبکستان) | ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ، نومبر ۱۳۸۹ء |
| (۱۷) حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ | نور چغانیاں (تاجکستان) | ۲۰ رجب ۸۰۲ھ، مارچ ۱۴۰۰ء |
| (۱۸) حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ | بلغنون حصار تاجکستان | ۵ صفر ۸۵۱ھ، اپریل ۱۴۴۷ء |
| (۱۹) حضرت خواجہ ناصر الدین احرارؒ | سمرقند ازبکستان | ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ، فروری ۱۴۹۰ء |
| (۲۰) حضرت مولانا محمد زاہد وخشیؒ | وخشی حصار تاجکستان | یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ، نومبر ۱۵۲۹ء |
| (۲۱) حضرت مولانا درویش محمدؒ | اسفرار شہر سبز ازبکستان | ۱۹ محرم ۹۷۰ھ، ستمبر ۱۵۶۲ء |
| (۲۲) حضرت خواجہ امکنگیؒ | امکنگ شہر سبز ازبکستان | ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ، فروری ۱۶۰۰ء |
| (۲۳) حضرت خواجہ باقی باللہؒ | صدر بازار، دہلی | ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ، نومبر ۱۶۰۳ء |
| (۲۴) امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ | سرہند شریف پنجاب | ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ، نومبر ۱۶۲۴ء |
| (۲۵) حضرت شیخ آدم بنوریؒ | مدینہ منورہ | ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ، دسمبر ۱۶۴۳ء |
| (۲۶) حضرت سید عبداللہ اکبرآبادیؒ | اکبرآباد آگرہ | |
| (۲۷) حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ | دہلی | ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ، ۲۴ دسمبر ۱۷۱۸ء |
| (۲۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ | دہلی | ۷ شوال ۱۲۳۸ھ، جون ۱۷۶۳ء |

| | | |
|---|---|---|
| (۲۹) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | دہلی | جون ۱۸۲۳ء |
| (۳۰) حضرت سید احمد شہید بریلویؒ | بالاکوٹ پاکستان | ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء |
| (۳۱) حضرت صوفی نور محمد چاٹگامیؒ | نظام پور چاٹگام، بنگلہ دیش | ربیع الاول ۱۲۷۵ھ، نومبر ۱۸۵۸ء |
| (۳۲) حضرت صوفی فتح علی ویسیؒ | مانک تلہ کلکتہ | ۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ، دسمبر ۱۸۸۶ء |
| (۳۳) حضرت مولانا غلام سلمانیؒ | پھرپھرا شریف بنگال | ۱۶ رجب ۱۳۳۰ھ، جولائی ۱۹۱۲ء |
| (۳۴) قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ | بنڈیل (کلکتہ) | ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ، دسمبر ۱۹۰۰ء |
| (۳۵) حضرت حافظ حامد حسن علویؒ | گونڈہ (یوپی) | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۳ ستمبر ۱۹۵۹ء |
| (۳۶) حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) | ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ، ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء |
| (۳۷) حضرت الحاج مولانا اسرارالحق خاں صاحبؒ | منگراواں (اعظم گڑھ) | ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء بروز جمعرات |
| (۳۸) شیخ الطریقت الحاج حضرت مولانا صوفی ابومعالم خاں صاحب مدظلہ العالی | | |

# SAWÃNEH HAYÃT

Ghous-e-zaman, Arif billah, Shaikhuttareequat, Alhaj

**Hz. MAULANA ASRARUL HAQUE KHAN Sb. qsa**

**By : Md. Shakil Asthanwi**
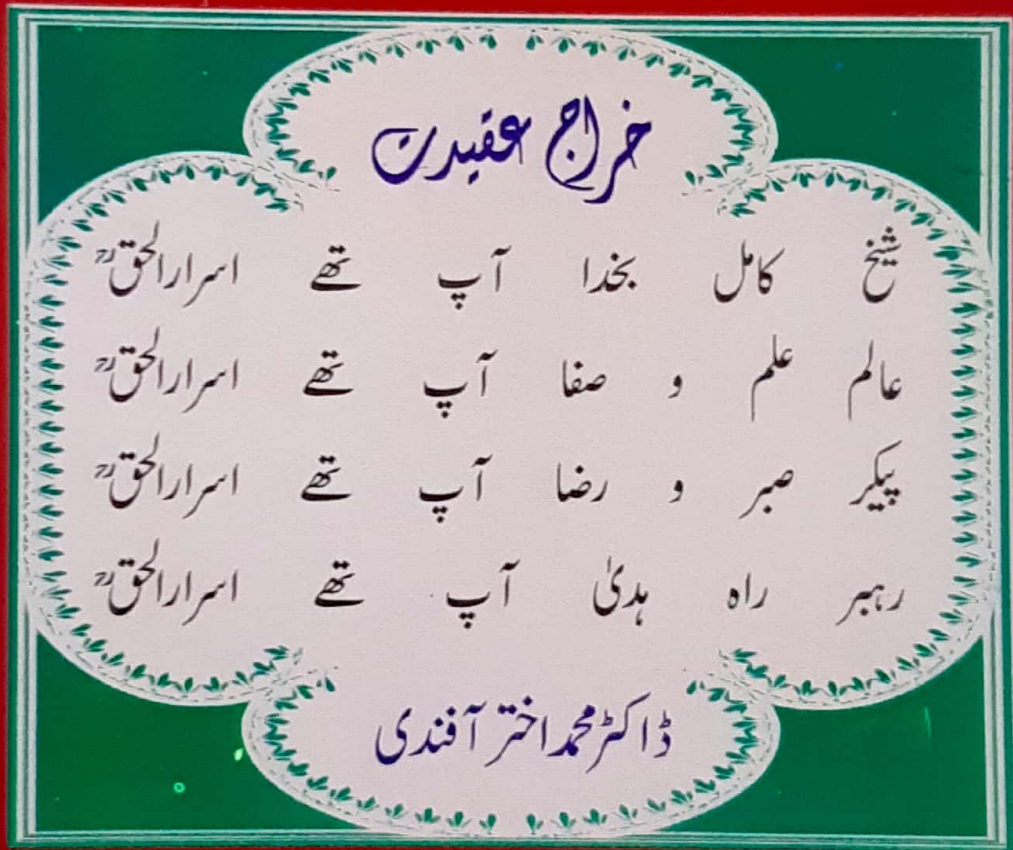
**Khanquah Hakimia, Bakhshpur, Rahmat Gang, Thekma, Azam Garh, U.P.**